کچھ کتاب کے بارے میں

یہ کتاب آج سے 23 برس قبل 1984ء میں کراچی سے شائع ہوئی تھی۔ میں ان دنوں جرمن ریڈیو، ڈوئچے ویلے کی اردو نشریات کے لیے ہفتہ وار پروگرام لکھتا تھا۔ ایک سلسلہ وار تقریری پروگرام ”اردو میں جرمن ادب“ تھا جس میں جرمن ادب کے اردو تراجم کے بارے میں معلومات دی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ پاکستان اور خصوصاً کراچی میں جرمنی سے متعلق سرگرمیوں کی رپورٹ ہوتی تھی۔ اسی زمانے میں پیش نظر کتاب میں شامل پہلی گیارہ کہانیوں پر مشتمل فیچر تیار کیے گئے تھے اور اس وقت اس میں شریک کہانیوں کی تعداد اتنی ہی تھی۔ یہ فیچر میں نے تحریر کیے تھے اور معروف اداکار ابراہیم نفیس نے ہدایت کاری کے فرائض انجام دیے تھے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے آوازیں لی گئی تھیں اور کراچی ہی میں ریکارڈنگ ہوئی تھی کیونکہ جرمنی میں ان کی تیاری پر بہت خرچ آرہا تھا۔ اس طرح یہ کہانیاں ڈوئچے ویلے کولون سے سلسلہ وار نشر ہوئی تھیں اور ایک بار نہیں، ایک عرصہ تک بار بار نشر ہوتی رہیں۔ اس دور میں ڈوئچے ویلے کے اردو پروگرام کے انچارج ڈاکٹر گوبل گراس تھے، انہوں نے بہت اصرار کیا کہ یہ سلسلہ آگے بڑھایا جائے۔ میں بھی راضی ہو گیا تھا اور میں نے 12 کہانیاں مزید اردو میں منتقل بھی کر لی تھیں لیکن رکاوٹ یہ پیدا ہوگئی کہ جرمن ریڈیو والے اخراجات اور معاوضہ وہی دے رہے تھے جو چند برس پہلے دیا گیا تھا جبکہ صداکاروں، اسٹوڈیو، اور ریکارڈنگ وغیرہ کے معاوضے بڑھ گئے تھے چنانچہ یہ

سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔اب اس کتاب کا نیا ایڈیشن طبع ہونے لگا تو فکشن ہاؤس کے جناب ظہور رانا (ظہور احمد خان اور رانا عبدالرحمٰن میں نے دونوں ناموں کا ایک نام بنا دیا ہے جیسے فارغ بخاری اور رضا ہمدانی نے فارغ رضا بنا لیا تھا) کی رائے تھی کہ نئے ایڈیشن میں کچھ اضافہ ہونا چاہیے لہٰذا وہ 12 کہانیاں بھی اس میں شامل کر دی گئی ہیں جو غیر مطبوعہ اور غیر نشر شدہ ہیں۔اس طرح دیکھیں تو یہ کتاب نیا ایڈیشن ہی نہیں بلکہ ایک نئی کتاب ہے۔اس میں جو نئی 12 کہانیاں بڑھائی گئی ہیں ان میں سے چار ''Grimms Fairy Tales'' میں سے اور باقی آٹھ ''Folk Tales of Germany'' سے لی گئی ہیں۔ان دونوں کتابوں کا ذکر پہلے ایڈیشن کے دیباچے میں موجود ہے۔

لوک کہانیوں کے موضوع پر میں نے غالباً 1950ء میں کام شروع کیا تھا۔پہلے اپنی سرزمین کے مختلف خطوں کی کہانیوں کا مطالعہ کیا اور پھر دنیا کے بعض دیگر ممالک کی لوک کہانیوں کا تقابلی مطالعہ کیا۔پھر انتخاب کے بعد ان کی تہذیب و ترتیب کی اور اردو میں منتقل کر کے کتابی صورت دینا شروع کر دی۔لوک کہانیوں کے اس سلسلے کی اب تک میری گیارہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں پاکستان کے علاوہ جرمنی، جاپان، چین اور ایران شامل ہیں۔میں نے اپنی مطبوعہ کتابوں کے دیباچوں میں الگ الگ حصوں میں لوک کہانیوں کی وضاحت کی ہے۔ان کے مفہوم، ان کی علامتوں، ان کی تاریخی اہمیت، ان کی تہذیبی و ثقافتی حیثیت، ان کی درجہ بندی، اور ان کے ادبی مقام کے بارے میں تحریر کیا ہے تاہم اس ضمن میں یہاں چند سطور تحریر کرنا ضروری ہیں تا کہ

قارئین کے لیے لوک کہانی کے مفہوم کی تھوڑی وضاحت ہو جائے۔

مغرب کے بعض علمی و ادبی، یونیورسٹیوں کے ثقافتی شعبوں، محققوں اور نقادوں نے تحقیق و تلاش کے بعد لوک ادب (Folk Lore) پر جو کام کیا ہے اس میں انہوں نے ان کہانیوں یا داستانوں کی با قاعدہ درجہ بندی کی ہے۔ عوامی یا مقبول کہانی (Popular Story) کو موضوعات اور نوعیت کے لحاظ سے کئی اقسام میں ترتیب دیا ہے تاکہ ان میں تخصیص اور امتیاز کیا جا سکے۔ چند اقسام درج ذیل ہیں۔

لوک کہانی (Folk Tale)

جس میں خیالی اور تصوراتی قصے بیان کیے گئے ہوں۔ یہ کسی ایک آدمی کی تخلیق نہیں ہوتی بلکہ نسل در نسل سفر کرتے ہوئے ہم تک پہنچتی ہے اور اس میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ اور کمی ہوتی رہتی ہے، اسی لیے ایک ہی کہانی کے کئی روپ ملتے ہیں۔

جانوروں کی کہانی (Fable)

ایسی کہانیاں جانوروں سے متعلق ہوتی ہیں اور ان میں درندے، پرندے، چرندے اور رینگنے والے ہر طرح کے سب جانور آ جاتے ہیں جو نہ صرف انسانوں کی طرح باتیں کرتے ہیں بلکہ انہی کی طرح کردار بھی ادا کرتے ہیں یہ تخصیص ڈاکٹر جانسن (Jhonson) نے کی تھی۔

بھوت پریت کی کہانیاں (Ghost Story)

اس قسم کی کہانیوں میں جنوں، بھوتوں، ڈائنوں، اور چڑیلوں وغیرہ کے قصے بیان کیے جاتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ ان میں انسانی کردار بھی موجود ہوتے ہیں۔ بھوت پریت کی ان کہانیوں میں بعض اوقات قوموں کے اعتقادات کی جھلک بھی آجاتی ہے۔

پریوں کی کہانی (Fairy Tale)

ان کہانیوں میں ان دیکھی اور خیالی دنیا میں رہنے والی پریوں کی داستانیں ہوتی ہیں۔ پریوں کا ذکر آئے گا تو ظاہر ہے ان کے ساتھ دیووں کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ یہ دیو اور پریاں عام طور پر کہانی کے کرداروں کی مہماتی زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔

رزمیہ کہانی (Epic)

اس درجے میں شمار ہونے والی کہانیوں میں بہادری اور مہم جوئی کے کارنامے اور جنگ وجدل کے واقعات ہوتے ہیں جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح کسی قوم یا ملک کی تاریخ سے ہوتا ہے لیکن یہ تاریخ وقت کے ساتھ ساتھ حقائق سے دور ہو کر افسانے کا روپ اختیار کرچکی ہوتی ہے۔

دیومالائی کہانی (Myth)

اس نوع کی کہانیوں میں دیویوں اور دیوتاؤں کے قصے ہوتے ہیں جن کا تعلق براہ راست مذہبی اعتقادات سے ہوتا ہے۔جن قوموں اور قبیلوں کے مذہب یا عقائد میں دیومالائی تصورات وخیالات کا عمل دخل ہوتا ہے، یہ کہانیاں ان میں بہت مشہور ومقبول ہوتی ہیں۔

نیم تاریخی داستان (Legend)

نیم تاریخی داستانوں یا نیم تاریخی روایات میں کسی قوم یا کسی خطے کی ایسی کہانیاں ہوتی ہیں جن کی بنیاد تو تاریخ کے واقعات یا تاریخ کی شخصیات ہوتی ہیں مگر یہ باقاعدہ تاریخ نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کی تاریخی حیثیت سے انکار کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ روایات کا حصہ ہوتی ہیں۔

''لوک کہانیاں کسی بھی ملک کی ہوں ان میں ایک بات مشترک ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان میں نیکی اور اچھائی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔اس میں کردار خواہ کتنے ہی برے آئیں، انجام میں کامیابی و کامرانی ہمیشہ نیکی اور اچھائی ہی کے حصے میں آتی ہے۔ ان کے واقعات اور کرداروں میں علامات کا ایک جال بچھا ہوتا ہے اور یہ علامتیں، اشارات اور استعارے انسان کی حقیقی زندگی ہی کا عکس ہوتے ہیں۔اس لیے ان کا مطالعہ کرتے وقت ان باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔''

شفیع عقیل۔۔۔۔۔۔کراچی

کچھ کہانیوں کے متعلق

یہ آج سے 23 برس ادھر کی بات ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں کی لوک کہانیاں پڑھنے کے دوران مجھے یہ خیال آیا کہ ان کا تقابلی مطالعہ اور تجزیہ کر کے ایک کتاب لکھی جائے۔ یہ خیال اس لیے آیا کہ ہمارے ہاں اکثر پڑھے لکھے لوگ ان کہانیوں اور کتھاؤں کو دیووں پریوں اور جنوں بھوتوں کی کہانیاں کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں حالانکہ دنیا کی ہر زبان کے قدیم اور عظیم ادب کی بنیاد یہی کہانیاں ہیں۔ آپ شیکسپیئر کے ڈرامے لے لیں یا فردوسی کا شاہنامہ، مولانا روم کی مثنوی دیکھ لیں یا یونان کے عظیم ادب کا مطالعہ کر لیں۔ خود اردو کے قدیم ادب کو دیکھ لیں، آپ کو یہ کہانیاں ہر جگہ نظر آئیں گی۔ میں نے ارادہ تو کر لیا تھا مگر پھر سوچا، میں نے اس سلسلے میں جو کتابیں پڑھی ہیں وہ بیشتر اردو کے قارئین کی نظر سے نہیں گزری ہوں گی۔ اس طرح میں جو حوالے دوں گا، جن علامتوں پر بحث کروں گا، جن باہمی رشتوں کے بارے میں لکھوں گا، جن تمثیلوں کا ذکر کروں گا، جو دیومالائی اثرات زیر بحث لاؤں گا، تاریخ کے ساتھ ساتھ ان کے سفر کا حال بیان کروں گا، مختلف تہذیبوں میں جانے سے ان میں آنے والی تبدیلیوں پر گفتگو ہوگی، اور اس طرح جن علامتی کرداروں کی تشریح و توضیح کروں گا ان کی تفہیم کا مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔ لہذا کیوں نہ پہلے مختلف ممالک کی کچھ لوک کہانیاں اردو میں منتقل کی جائیں؟ بظاہر یہ خیال آسان تھا لیکن اس کو عملی جامہ پہنانا اگر مشکل نہیں تو سہل بھی نہیں تھا۔ اس کے لیے

وقت اور محنت دونوں درکار تھے۔ بہر صورت میں نے اس کام کی ابتدا کر دی۔ مصروفیت میں سے تھوڑا بہت وقت نکال کے لکھنا شروع کر دیا اور اس طرح لوک کہانیوں کے سلسلے میں اب یہ میری آٹھویں کتاب ہے۔اس سے پہلے پنجابی لوک کہانیاں، پنجابی لوک داستانیں، چینی لوک کہانیاں، جاپانی لوک کہانیاں، جاپانی لوک داستانیں،اور جاپانی لوک کتھائیں چھپ چکی ہیں۔ایرانی لوک کہانیاں زیر طبع ہے اور جرمن لوک کہانیاں آپ کے سامنے ہے۔

ہمارے ملک میں لوک ورثہ کے ادارے کا قیام تو ابھی کل کی بات ہے دراصل ہمارے ہاں اس کی طرف بہت تاخیر سے توجہ دی گئی ہے اور ابھی اس نہج پر کام بھی نہیں ہو رہا جیسا کہ ہونا چاہیے حالانکہ دنیا کے کئی ممالک میں انیسویں صدی عیسوی سے لوک ثقافت اور لوک ادب پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے۔خود پاکستان کی مختلف علاقائی زبانوں کے لوک ادب پر بعض مستشرقین نے جو قابل قدر کام کیا ہے وہ بھی زیادہ تر انیسویں صدی ہی کے دائرے میں آتا ہے۔اس وقت بھی اکثر ممالک میں لوک ثقافت پر بہت کام ہو رہا ہے۔ جہاں لوک ثقافت،تہذیب اور ادب پر کام کرنے والے ادارے قائم ہیں،لوک ورثے کے تحفظ کے لیے عجائب گھر بنائے گئے ہیں ''فوک لور'' پر باقاعدہ رسالے شائع ہوتے ہیں اور دنیا کی بعض یونیورسٹیوں میں اس کے لیے الگ شعبے قائم ہیں۔لوک ادب اور لوک ثقافت پر تحقیق وتلاش کے ضمن میں ٹوکیو یونیورسٹی، انڈیانا یونیورسٹی،مونسٹر یونیورسٹی اور شکاگو یونیورسٹی کے نام خاص طور پر لیے جا سکتے ہیں۔ ایشیائی ممالک میں خصوصاً

جاپان اور چین میں لوک ثقافت اور لوک ادب پر جو کام ہوا ہے وہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔اسی طرح یورپ میں مغربی جرمنی میں اس موضوع پر بڑی توجہ دی گئی ہے اور مختلف شہروں میں بہت سے ادارے، محققین، دانشور اور فوک لورسٹ لوک ادب اور لوک ثقافت پر تحقیق میں مصروف ہیں۔وہ انہیں پریوں دیووں اور جنوں بھوتوں کی کہانیاں کہہ کر نظر انداز نہیں کر رہے بلکہ ان کا سائنسی طور پر مطالعہ اور تجزیہ کر رہے ہیں۔یہ کام آج سے نہیں برسوں سے مسلسل ہو رہا ہے۔اس کا اندازہ کرنے کے لیے چند جرمن دانشوروں، محققوں اور ادیبوں کے نام پیش ہیں جنہوں نے جرمن لوک ورثے کے موضوع پر قابل مطالعہ کام کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

Reinhold Bunker

Oskar Dahnhardt

Heinrich Daumling

Otto Brink Mann

Hermann Fischer

Ernst Schilee

Will-Erich Euckert

Johannes Pauli

Wilhelm Peuckert

Walter Anderson

Theodor Benfey

Ulrich Benzel

Waltor A. Berendsohn

Johannes Bolte

Wolfram Eberhard

Emma Brunner Traut

Jacob Grimm

Friedrich Ranke

Kurt Ranke

Lutz Rohrich

Ludwig Starckerjan

Walther Suchier

Frierdich Von Der Leyen

AlBert Wesselski

Walter Wienert

Wilhelm Wisser

Richard Wossidlo

Lotte Baumann

Gunter Wiegelmann

Roland Narr

Konard Bedal

Walter Borcher

Gertrud Angermann

Erich Meyer Heising

Wilhelm Schmulling

Dieter Zoller

Kurt Wagner

Wingolf Lehnemann

Walter Borcher

Klaus Roth

Otto Lehmann

Hans Moser

Wilhelm Abel

Herthe Grudde

Gerhrd Heilfurth

Gottfried Henssen

Karl Willoh

Valerie Hottges

Ulrich Jahn

Gaustav Jungbauer

Wilhelm Kainz

Elisabeth Koechlin

Ludwig Laistner

K.H.Langstroff

Felix Leibrechit

August Lowis

Lutz Mackensen

Elfriede Moser-Rath

Max Muller

Wilhelm Neuhaus

Charlotte Oberfell

Reinhart Siegert

Theodor Pfizer

Karl Hafner

Franz Georg Brusti

Konard Kostlin

Richard Seiss

یہ یاد رہے کہ میں نے مثال کے طور پر صرف چند نام تحریر کیے ہیں ورنہ یہ فہرست بہت طویل ہے مقصود محض یہ بتانا ہے کہ جرمنی میں لوک ورثے پر ایک عرصہ سے کام ہوتا چلا آ رہا ہے اور اب تک ہو رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ کام سائنسی انداز میں کیا جا رہا ہے 1977ء میں جب میں تیسری بار مغربی جرمنی گیا تو ارادہ کیا کہ ڈاکٹر کرٹ رانکے (Kurt Ranke) سے ملا جائے جو موجودہ دور میں جرمن فوک لور (German FolkLore) کی ایک معتبر اور مستند شخصیت ہیں۔ میں نے ان کی بعض کتابیں پڑھی ہیں اور مجھے ان کا انداز نظر پسند ہے۔ میں چونکہ مغربی جرمنی کی حکومت کا مہمان تھا اس لیے میں نے متعلقہ حکام سے درخواست کی کہ میرے پروگرام میں مونسٹر (Monuster) کو شامل کیا جائے۔ کیونکہ مجھے پتا چلا تھا کہ کرٹ رانکے مونسٹر یونیورسٹی سے متعلق ہیں چنانچہ میں وہاں پہنچا، اتفاق سے ڈاکٹر کرٹ رانکے برلن گئے ہوئے تھے اس لیے ان سے ملاقات تو نہ ہو سکی لیکن ڈاکٹر کلاؤس روتھ (Klaus Roth) ملے اور بڑی محبت سے ملے۔ ڈاکٹر کلاؤس روتھ اور ان کے دو معاونین نے مجھے اس علمی و ادبی تحقیق کے بارے میں اجمالی طور پر بتایا جو وہاں لوک ورثہ کے سلسلے میں ہو رہی ہے۔ مونسٹر یونیورسٹی میں جو کام ہو رہا ہے، اس کی نوعیت کچھ اس طرح ہے کہ پہلے ایسے نقشے اور چارٹ تیار کیے گئے

ہیں جن میں مختلف علاقوں کی نشاندہی کی گئی ہے دانشور اور اسکالر ان علاقوں کے بارے میں الگ الگ بنیادی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ وہاں کے رسم و رواج، وہاں کی ریتیں اور روایات، محاورے اور ضرب الامثال، لوک کلا اور لوک کہانیاں، حکایتیں اور گیت، وہاں کے رہن سہن اور تہذیبی آثار، وغیرہ کے بارے میں مواد جمع کیا جاتا ہے اور پھر ان پر تحقیق کر کے ماضی میں ان کے رشتے تلاش کیے جاتے ہیں بعد میں لوک ثقافت کے ماہرین ان کی چھان پھٹک کر کے انہیں مثبت انداز میں مرتب کرتے ہیں اس سلسلے میں ایک ضخیم رسالہ Zeitschrift Fur Volkskunde بھی شائع ہوتا ہے جس میں دانشور لوک ورثے کے مختلف پہلوؤں پر اپنی تازہ تحقیق پیش کرتے ہیں۔ لوک کہانیوں کے ضمن میں ڈاکٹر کرٹ رانکے کی زیر ادارت ایک انسائیکلو پیڈیا "EnzyKlomadie Des Mardhens" بھی مرتب کیا گیا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ اس کی کئی ضخیم جلدیں چھپ چکی ہیں مونسٹر کے مضافات میں ایک لوک عجائب گھر بھی قائم ہے جس کا نام Muhlenhof ہے۔ یہ عجائب گھر کسی عمارت کے ہال میں نہیں ہے بلکہ ایک کھلی جگہ پر بہت بڑے علاقے میں پھیلا ہوا ہے اور ایک پورا گاؤں ہے۔ یہاں اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے مکانات اپنی اصل حالت میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں پن چکیاں اسی طرح کھڑی ہیں، کسانوں کے مجسمے نظر آتے ہیں جو اسی لباس میں ہیں جو اس وقت کے لوگ پہنتے تھے۔ گھروں کے اندر جائیے تو وہاں وہ برتن سجے اور رکھے ہوئے ہیں جو یہ لوگ استعمال کرتے تھے۔ ان کے بستر، کپڑے،

صندوق ، الماریاں، چارپائیاں، اسٹول اور بیٹھنے کے مونڈھے وغیرہ بھی محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ ہر چیز اپنی جگہ رکھی ہوئی ہے تاکہ دیکھنے والوں کو اندازہ ہو سکے کہ ماضی میں ان لوگوں کا رہن سہن اور طرز معاشرت کیا تھی۔ بعض بڑے گھروں کے اندر دیواروں کے ساتھ وہ جگہ بھی دیکھنے میں آتی ہے جہاں تھان بنے ہوئے ہیں اور جہاں لوگ سردیوں میں رات کو اپنے مویشی باندھتے تھے۔ اس طرح مویشیوں کو حفاظت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گھروں کو گرم رکھتے تھے۔ وہ لوگ کیسے رہتے تھے، کیسے اٹھتے بیٹھتے تھے، کیسے سوتے تھے، کیا پہنتے تھے کیسے پکاتے تھے، کہاں بیٹھ کر کھاتے تھے اور کن برتنوں میں کھاتے پیتے تھے۔۔۔۔؟ اس کے علاوہ ان کے ہنر کیا تھے، کیا کام کرتے تھے، کن اوزاروں سے کام کرتے تھے، کھیتی باڑی کا انداز کیا تھا۔۔۔۔۔؟ غرض ماضی کی پوری زندگی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ اس طرح Muhlenhof میں ماضی کے لوک جیون کو اصل رنگ روپ میں محفوظ کر کے لوک ورثہ کی حفاظت کی گئی ہے۔

اسی طرح مغربی جرمنی کے شہر میونخ (Munchen) میں ایران اور جاپان کی طرح ریڈیو سے بھی لوک ورثہ جمع کرنے کے سلسلے میں کام لیا جا رہا ہے۔ ریڈیو اسٹیشن کے متعلقہ حکام نے مجھے بتایا کہ وہ ہفتہ میں ایک بار بویریا کے مختلف علاقوں سے لوک سنگیت کے فن کاروں کو بلاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔وہ جس لہجے، جس انداز، اور جس لے اور سر میں گاتے ہیں اسی طرح گائیں۔۔۔۔۔ان کے گیتوں یا موسیقی کی دھنوں کو ریکارڈ کر لیا جاتا ہے اور اس طرح لوک سنگیت کا

ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ بعد میں ماہرین ان لوک گیتوں اور دھنوں پر تحقیق کر کے نتائج مرتب کرتے ہیں اور ان کو از سر نو ترتیب دے کر محفوظ کرتے ہیں یوں ماضی کا حال سے ثقافتی رشتہ جڑتا چلا جاتا ہے۔

لوک کہانیاں مشرق کی ہوں یا مغرب کی ان سب میں بہت سی باتیں مشترک ہوتی ہیں۔ وہی چندے آفتاب و چندے ماہتاب پری پیکر شہزادیاں ہیں اور وہی حسین و جمیل شہزادے ہیں۔ وہی خوفناک دیو اور وہی آندھی اور طوفان بن جانے والے جن ہیں۔ وہی اڑن کھٹولے، وہی آنکھ کے ایک پلکارے میں ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانے والی کھڑاویں اور وہی آسمان کو تھگلی لگانے والی مکار کٹنیاں ہیں۔ وہی نیکی کا سبق دینے والے فقیر اور سادھو اور وہی انسان دوستی کے اٹوٹ رشتے ہیں وہی نیکی کا سبق دینے والے فقیر اور سادھو اور وہی انسان دوستی کے اٹوٹ رشتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ایک ملک کی پریاں اڑ کر دوسرے ملک میں پہنچ جاتی ہیں اور کسی دیو کی قید سے سنہرے بالوں والی شہزادی کو آزاد کرانے والے دھن کے پکے اور پیار کے سچے وہی شہزادے ہیں جو ملک ملک کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ ان کو کسی ہمالیہ اور کسی ایلپس کی چوٹیاں نہیں روک سکتیں اور کوئی سمندر ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ میرا خیال ہے، یہ ان کہانیوں کی سچائی اور انسان دوستی ہی ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے جاہ و حشم والے شہنشاہ صرف تاریخ کی کتابوں کے اوراق میں بند ہیں مگر ان کہانیوں کے نیک دل بادشاہ آج بھی انگنت لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔ اس سے بڑی سچائی اور کیا ہو سکتی ہے؟

دوسرے ملکوں کی لوک کہانیوں کی طرح جرمنی کی لوک کہانیاں بھی صدیوں سے نسل در نسل چلی آ رہی ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے روپ بدلتے رہے ہیں، ان میں نئے رنگ بھی شامل ہوتے رہے ہیں لیکن بنیادی خیال وہی رہتا ہے جو ابتدا سے چلا آتا ہے اور یہ بنیادی خیال ہی ان کی ابدی سچائی ہے اگر آپ نے دنیا کے مختلف ممالک کی لوک کہانیوں کا مطالعہ کیا ہے تو اندازہ ہوگا کہ یہ کہانیاں اکثر و بیشتر اختصار سے لکھی ملتی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض کہانیاں طویل بھی ہوتی ہیں۔ تاہم زیادہ تعداد ایسی کہانیوں کی ہوتی ہے جو نہایت مختصر طور پر قلمبند کی جاتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کا انداز بھی بیانیہ ہوتا ہے، ان میں مکالمے نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں اور واقعات و حالات کی عکاسی نہیں ہوتی دراصل یہ بات کہانی سنانے والے کے زور بیان کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اس سے ان کہانیوں کی دلکشی، حسن اور دلچسپی میں بڑی حد تک کمی آ جاتی ہے۔ پنجابی زبان کے لوک ادب پر کام کرنے والے نامور مستشرق سر رچرڈ ٹیمپل (Sir Richard Tample) نے اپنی مشہور کتاب ''لیجنڈز آف پنجاب'' (Legends Of Punjab) میں لوک کہانیوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

''کوئی وجہ نہیں کہ انہیں ادبی لحاظ سے تا حد امکان دلچسپ نہ بنایا جائے بشرطیکہ ان کی صحت میں فرق نہ آنے پائے۔''

ان کہانیوں کی تہذیب و ترجمہ کرتے وقت میں نے اسی مقولے پر عمل کیا ہے وہ اس طرح کہ ان کہانیوں کے کردار، مقامات، واقعات، حالات، غرض ہر چیز اصل

کے مطابق ہے میں نے کسی کہانی کے پلاٹ اور اس کے تانے بانے میں کوئی تبدیلی یا فرق نہیں آنے دیا البتہ مکالموں کے ضمن میں اجتہاد کیا ہے۔ کہانی کے ماحول، اور اس ماحول کے رسم و رواج، موقع و محل کی مناسبت، کرداروں کی حرکات و سکنات اور احساسات و جذبات، اور پھر نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیشتر جگہوں پر مکالموں کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ محاکات کی عکاسی کے لیے الفاظ کا سہارا بھی لیا ہے تاکہ کہانی میں حسن بیان اور روانی پیدا ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کہانیاں محض ترجمہ نہیں ہیں بلکہ ان کی تہذیب بھی کی گئی ہے۔

جرمن زبان میں لوک کہانیوں کے لیے Hausmarchen Marchen Kindermarchen Volksmarchen کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور ماضی میں جن لوگوں نے اس موضوع پر تاریخی کام کیا ہے ان میں گرم برادرز Grimm Brothers کا نام سب سے نمایاں ہے۔ جیکب گرم اور ولیم گرم نے جرمن لوک کہانیوں کو جمع کرنے اور ان کی تہذیب و ترتیب اس طرح کی ہے کہ جرمن لوک ادب میں ان دونوں بھائیوں کا نام ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا ہے۔ موجودہ عہد میں ڈاکٹر کرٹ رانکے نے اس میدان میں قابل قدر کام کیا ہے۔ یہ نام جرمن لوک ادب میں معتبر اور مستند ہیں اسی لیے میں نے یہ تمام کہانیاں انہی کی کتابوں میں سے لی ہیں ان دونوں کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

"Grimms, Fairy Tales"

J.M.Dent & Sons Ltd.

London 1975

"Folk Tales Of Germany"

Translated By Lotte Baumann

The University Of Chacago Press

Chicago 1966

سیاسی اور اقتصادی میدان میں دوسرے ممالک سے تعلقات استوار کرنا اور ان میں استحکام پیدا کرنا تو حکومتوں کا کام ہوتا ہے، میرا مقصد ثقافتی اور ادبی سطح پر دوسرے ملکوں کے عوام کو پاکستانی عوام کے قریب لانا ہے یا ایک دوسرے سے روشناس کرانا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر میں مختلف ممالک کی لوک کہانیاں اردو میں منتقل کر رہا ہوں اور جرمن لوک کہانیاں بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

شفیع عقیل

25-02-1984

☆☆☆☆☆☆☆

ناچنے والے جوتے

(The Dancing Shoes)

کسی زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کی بارہ بیٹیاں تھیں۔ یہ سب جوان اور انتہائی حسین و جمیل تھیں۔ بادشاہ نے ان کے لیے محل میں ایک بہت بڑا کمرہ بنوایا تھا۔ جس میں قطار در قطار بارہ پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ یہ بارہ شہزادیاں اسی کمرے میں رہتی تھیں۔ رات کو جب یہ اپنے اپنے بستر پر چلی جاتیں تو باہر سے کمرے کو تالا لگا دیا جاتا تاکہ نہ کوئی کمرے میں داخل ہو سکے اور نہ ہی شہزادیوں میں سے کوئی باہر جا سکے۔ لیکن ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود صبح جب ان کے کمرے کا دروازہ کھولا جاتا تو بارہ کی بارہ شہزادیوں کے جوتوں کی حالت ایسی ہوتی جیسے وہ رات بھر رقص کرتی رہی ہوں۔ ان کے جوتوں سے یہ بھی پتا چلتا تھا جیسے وہ محل سے باہر گئی ہوں۔ ہر روز ان کے لیے نئے نازک جوتے رکھے جاتے مگر دوسری صبح کے وقت نہ صرف ان کے تلے گھسے ہوتے بلکہ کئی جگہ ان میں چھیدے ہوتے یہ دیکھ کر بادشاہ کو بڑا تعجب تھا وہ اپنے دل میں سوچتا۔

"یہ کیا ماجرا ہے۔۔۔۔؟ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔۔۔؟"

وہ بار بار سوچتا غور کرتا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا

"آخر میری بیٹیاں رات کو کہاں جاتی ہیں اور کیسے جاتی ہیں۔۔۔۔؟"

یہ بات ہر رات ہوتی تھی اور بادشاہ ہر صبح پریشان ہوتا تھا اس نے اپنے وزیروں امیروں سے بھی مشورہ کیا، ساری صورت حال بیان کی مگر ان کی سمجھ میں بھی یہ راز نہ آسکا۔ انہوں نے بھی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ادب سے کہا۔

''ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ محفل کے باہر ہر طرف پہرا ہونے کے باوجود شہزادیاں کیسے جا سکتی ہیں، ان کے لیے محل سے باہر جانا ناممکن سی بات ہے۔۔۔۔۔؟!''

آخر جب بادشاہ کی سمجھ میں کچھ نہ آسکا تو اس نے اعلان کروا دیا کہ۔۔۔۔۔

''اگر کوئی شخص یہ معلوم کرلے گا کہ رات کو شہزادیاں کہاں جا کر رقص کرتی ہیں تو اس سے ایک شہزادی کی شادی کر دی جائے گی۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ۔۔

''میرے مرنے کے بعد وہی شخص تخت و تاج کا مالک ہوگا۔ اور اگر وہ یہ راز معلوم کرنے میں ناکام رہا تو اس کی سزا موت ہوگی۔ اس کے لیے اسے صرف تین دن کی مہلت دی جائے گی۔''

اگرچہ موت کا خطرہ ساتھ تھا لیکن پھر بھی شہزادی سے شادی اور تخت و تاج کا لالچ ایسا تھا کہ بہت سے نوجوان اور شہزادے یہ راز معلوم کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ سب سے پہلے کسی دوسرے ملک کے بادشاہ کا ایک بیٹا آیا۔ اس نے بادشاہ کے حضور پیش ہو کر عرض کی

''بادشاہ سلامت۔۔۔۔۔! میں شہزادیوں کا راز معلوم کروں گا۔۔۔!''

''اے نوجوان! کیا تمہیں ہماری شرائط کا علم ہے۔۔۔۔۔؟''

بادشاہ نے اس سے دریافت کیا اور ساتھ ہی بولا

''یاد رکھو، ناکامی کی صورت میں تمہاری سزا موت ہوگی۔۔۔؟''

''حضور والا! مجھے علم ہے۔۔۔میں سوچ سمجھ کر حاضر ہوا ہوں''

''ٹھیک ہے ہماری طرف سے اجازت ہے۔تم یہ راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم اعلان کے مطابق تمہاری پسند کی شہزادی سے شادی کرنے کے علاوہ تمہیں اپنا وارث مقرر کر دیں گے۔''

بادشاہ کے حکم کے ساتھ ہی شاہی خادم شہزادے کو اپنے ساتھ لے گئے اس کی خوب خاطر تواضع کی گئی اور پھر جب شام ہوئی تو اسے محل میں لے جایا گیا اور شہزادیوں کے کمرے سے ملے ہوئے ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا تا کہ وہ ان کی نگرانی کر سکے شاہی خادم اسے چھوڑ کر چلے گئے اور شہزادہ وہاں بیٹھ گیا۔۔۔۔۔ اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھلا رکھا تا کہ کوئی کھٹکا ہو یا آواز آئے تو اسے پتا چل جائے۔وہ بڑا چوکس ہو کے بیٹھا ہوا تھا کہ تھوڑی دیر بعد بڑی شہزادی اس کے پاس آئی۔اس کے ہاتھ میں وائن کا پیالہ تھا۔۔۔۔۔۔وہ یہ پیالہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

''تم ہمارے مہمان ہو۔۔۔۔۔۔میں تمہارے لیے یہ وائن لائی ہوں۔''

شہزادہ اس وقت شہزادی کے حسن سے اس قدر مرعوب تھا کہ اس نے بغیر کچھ کہے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور غٹا غٹ وائن پی گیا۔

''شکریہ!''

اس نے پیالہ واپس کرتے ہوئے کہا اور شہزادی واپس چلی گئی۔۔۔۔۔

شہزادی کے جانے کے بعد وہ پھر بیٹھ گیا۔۔۔اس کے کان ہر آہٹ اور ہر آواز پر لگے ہوئے تھے اور نظریں شہزادیوں کے کمرے پر جمی ہوئی تھیں۔۔۔ابھی تھوڑی ہی رات گزری ہوگی کہ اسے اونگھ آنا شروع ہوگئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ لیٹ کر سوگیا۔سویا بھی اس طرح کہ اسے ہوش تک نہ رہا۔

دوسری صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور جب اسے یہ پتا چلا کہ آج بھی شہزادیوں کے جوتے کے تلے گھسے ہوئے ملے ہیں تو وہ بڑا پچھتایا۔۔۔اسے اپنے آپ پر افسوس ہونے لگا کہ وہ کیوں سوگیا۔۔۔۔؟شہزادیوں کے جوتے حسب معمول ایسے گھسے ہوئے تھے جیسے وہ رات بھر کہیں جا کر رقص کرتی رہی ہوں۔

دوسری رات بھی اسی طرح ہوا حالانکہ اس رات شہزادے نے تہیہ کرلیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو وہ سوئے گا نہیں لیکن اس رات بھی اس نے شہزادی کے دیئے ہوئے پیالے سے وائن پی لی تھی اور پہلی رات کی طرح گہری نیند سو گیا تھا اور پھر تیسری رات بھی یہی کچھ ہوا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین راتوں کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ

''اس نوجوان کو وہی سزا دی جائے جس کا ہم نے اعلان کیا ہے!''

اس طرح نوجوان شہزادہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا صرف یہ ایک شہزادہ ہی نہیں بلکہ اس کے بعد بھی کئی نوجوان آئے ان میں شہزادے بھی تھے،وزیروں کے

بیٹے بھی تھے اور امیر زادے بھی شامل تھے مگر ان سب کا حشر بھی وہی ہوا جو سب سے پہلے آنے والے شہزادے کا ہوا تھا یہ سب کے سب شہزادی سے شادی اور تخت و تاج کے لالچ میں اپنی جان گنوا بیٹھے تھے اور شہزادیوں کا راز ابھی تک راز ہی تھا اسے معلوم کرنے میں کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

اتفاق کی بات ایک غریب سپاہی کا اس ملک سے گزر ہوا۔ یہ سپاہی کسی دوسرے ملک کا تھا اور کسی جنگ میں اس طرح زخمی ہو چکا تھا کہ اب لڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے بھی یہاں کے بادشاہ کا اعلان سن رکھا تھا اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ شہزادیوں کا راز معلوم کرنے کے لیے کئی لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اس وقت یہ سپاہی ایک جنگل میں سے گزر رہا تھا وہ اپنے خیال میں مگن چلا جا رہا تھا کہ اسے چھوٹے قد کی ایک بڑھیا ملی جو دراصل پری تھی اس نے سپاہی کو جاتے دیکھا تو پوچھنے لگی۔

’’تم اس جنگل میں کیوں گھوم رہے ہو۔۔۔۔۔۔؟ تمہیں کہاں جانا ہے۔۔۔؟‘‘

جواب میں سپاہی قدرے اداس لہجے میں بولا

’’مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہیے۔۔۔۔۔!‘‘

اتنا کہنے کے ساتھ ہی اس نے بڑھیا کی طرف دیکھا اور یونہی مذاق میں کہنے لگا

’’میرا خیال ہے مجھے شہزادیوں کا یہ راز معلوم کرنا چاہیے کہ وہ رات کو کہاں جا کر

رقص کرتی ہیں ہو سکتا ہے اس طرح ایک شہزادی سے میری شادی ہو جائے اور بعد میں بادشاہ بن جاؤں۔۔۔۔!"

اس نے تو یہ بات محض مذاق کے طور پر کہی تھی لیکن بڑھیا اس پر سر ہلاتے ہوئے بڑے اطمینان سے بولی

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔۔یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے"

"کیا۔۔۔؟شہزادیوں کا راز معلوم کرنا مشکل کام نہیں ہے۔۔۔؟"

سپاہی نے چونک کر حیرانی سے بڑھیا کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ میں نے ٹھیک کہا ہے۔۔۔۔ تم یہ کام کر سکتے ہو۔۔۔۔!"

"میں یہ کام کر سکتا ہوں مگر کیسے۔۔۔۔؟خدا کے لیے مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔میں زندگی بھر تمہارا ممنون رہوں گا۔۔۔۔؟"

اس نے بڑھیا کی منت کرتے ہوئے کہا

"میرے قریب آؤ۔۔۔۔میں تمہیں بتاتی ہوں کہ تم کیسے یہ راز معلوم کر سکتے ہو۔۔۔۔۔!"

بڑھیا نے اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور پھر آہستہ سے بولی

"صرف ایک بات کا خیال رکھنا اور وہ یہ کہ جب شام کو شہزادی وائن کا پیالہ لے کر تمہارے پاس آئے تو اسے پینا نہیں کسی طرح ضائع کر دینا لیکن شہزادی پر یہ ظاہر نہ کرنا کہ تم نے وائن پی لی ہے۔پھر جب وہ چلی جائے تو تم جھوٹ موٹ ایسے لیٹ

جانا جیسے گہری نیند سو گئے ہو مگر اپنی جگہ پوری طرح ہوشیار رہنا۔''

اتنا کہنے کے بعد اس نے سپاہی کو ایک چوغہ دیا اور کہا۔

''تم جب اس چوغے کو پہن لو گے تو دوسروں کو دکھائی نہیں دو گے لیکن خود سب کچھ دیکھ سکو گے۔ اس طرح تم رات کو شہزادیوں کا پیچھا کر سکو گے اور تمہیں یہ راز معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں جاتی ہیں۔''

سپاہی نے جب بڑھیا کی یہ بات سنی تو خوشی اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہے۔۔۔؟ بہر صورت اس نے بڑھیا سے چوغہ لیا اور اس کا شکریہ ادا کر کے چل دیا۔

اگرچہ اس نے شہزادیوں کا راز معلوم کرنے والی بات مذاق میں کہی تھی لیکن بڑھیا کی باتیں سن کر اور اس سے چوغہ لے کر اس کا اشتیاق بڑھ گیا تھا۔ اور اس میں ہمت بھی پیدا ہو گئی تھی وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''کیوں نہ میں بھی قسمت آزمائی کروں۔۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے بڑھیا کا کہا سچ ثابت ہو۔۔۔؟''

چنانچہ وہ وہاں سے چلا اور سیدھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دربار میں حاضر ہو کر آداب بجا لایا اور پھر سر جھکا کر عرض کی۔

''عالی جاہ! میں بھی قسمت آزمائی کے لیے آیا ہوں۔۔۔۔۔ میں شہزادیوں کا راز معلوم کروں گا۔۔۔۔۔۔!؟''

بادشاہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بولا

''کیا تمہیں ہماری شرائط کا علم ہے۔۔۔۔۔۔؟''

''حضور! میں جانتا ہوں''

''اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تم سے پہلے کئی نوجوان اپنی جانیں گنوا بیٹھے ہیں اس لیے پوری طرح سوچ سمجھ لو!''

''حضور والا! میں سوچ سمجھ کر حاضر ہوا ہوں مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے''

جب بادشاہ نے یہ سنا تو کہنے لگا

'' اگر تم اس کام کے لیے واقعی آمادہ ہو تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔۔۔۔۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے خادموں کو حکم دیا

''اس شخص کو شاہی لباس پہنایا جائے اور اس کی خاطر مدارات کی جائے''

جیسے ہی بادشاہ نے حکم دیا خادم آگے بڑھے اور غریب سپاہی کو اپنے ساتھ لے گئے ۔انہوں نے اسے نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنائے اور اچھے اچھے کھانوں سے خاطر تواضع کی ۔وہ بھوکا تو تھا ہی اس نے خوب جی بھر کے کھایا۔پھر جب شام ہوگئی تو خادم اسے محل میں لے گئے اور شہزادیوں سے ملے ہوئے کمرے میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

سپاہی نے اپنے کمرے کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا اور خود چوکس ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں شہزادیوں کے کمرے پر لگی ہوئی تھیں۔ جب ذرا شام گہری ہوئی تو اس نے دیکھا،شہزادیوں کے کمرے کا دروازہ کھلا اور بڑی شہزادی ہاتھ میں پیالہ لیے

ہوئے باہر آئی۔شہزادی اس قدر حسین وجمیل تھی کہ سپاہی نے اس سے پہلے کبھی کوئی عورت اتنی خوبصورت نہ دیکھی تھی وہ اسے آتا دیکھ کر قدرے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ شہزادی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور پیالہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"تم ہمارے مہمان ہو۔۔۔۔میں تمہارے لیے وائن لائی ہوں۔"

سپاہی نے خاموشی سے پیالہ لے لیا لیکن وہ اس کا بندوبست کر کے آیا تھا اس نے اپنی ٹھوڑی کے ساتھ ایک اسفنج باندھا ہوا تھا۔وہ شہزادی سے پیالہ لے کر اس طرح وائن پینے لگا کہ وہ منہ میں جانے کی بجائے ٹھوڑتی سے گرتی ہوئی اسفنج میں جذب ہونے لگی۔یوں اس نے وائن کا قطرہ بھی نہ پیا اور پیالہ بھی خالی کر دیا۔لیکن شہزادی یہی سمجھے ہوئے تھی کہ اس نے وائن پی لی ہے لہٰذا وہ خوشی خوشی واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ادھر سپاہی اس طرح لیٹ گیا جیسے اسے نیند آ رہی ہو۔اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ زور زور سے خراٹے لے رہا تھا۔شہزادیوں نے جب اس کے خراٹوں کی آواز سنی تو وہ سب ہنسنے لگیں کہ آج بھی ان کی ترکیب کامیاب ہوئی سب سے بڑی شہزادی کہنے لگی۔

"لو' دوسرے نوجوانوں کی طرح اس آدمی کا بھی آخری وقت آ پہنچا ہے یہ بھی موت کے منہ میں گیا۔

اس کے بعد وہ سب اٹھیں،اپنے کپڑوں کی الماریاں اور صندوق کھولے اور ان میں سے اپنی پسند کے شاندار لباس نکالے پھر سب آئینوں کے سامنے کھڑی ہو گئیں

اور لباس تبدیل کرنے لگیں وہ لباس بھی تبدیل کرتی جا رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق بھی کر رہی تھیں جب سب لباس تبدیل کر چکیں تو انہوں نے اپنے اپنے نازک جوتے پہنے جو روزانہ نئے رکھوائے جاتے تھے۔ جوتے پہن رک وہ خوشی میں اسی طرح پاؤں اچھال رہی تھیں جیسے رقص کرنے کے لیے بے تاب رہی ہوں۔ عین اس وقت سب سے چھوٹی شہزادی سہمی سی آواز میں بولی۔

''مجھے نہیں معلوم کیا وجہ ہے تم سب خوش ہو رہی ہو مگر میں دل ہی دل میں پریشان ہوں مجھے یوں لگتا ہے جیسے ہمارے ساتھ کوئی انہونی ہونے والی ہے۔۔۔!''

''تم بڑی سادہ لوح ہو۔ بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔۔''

بڑی شہزادی نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا

''تم ہمیشہ ڈرتی رہتی ہو کیا تم بھول گئی ہو کہ اب تک کتنے شہزادے اور نوجوان ہماری نگرانی پر مامور ہوئے اور سب کے سب موت کے منہ میں چلے گئے۔۔۔؟''

پھر وہ چھوٹی شہزادی کی ہمت بڑھاتے ہوئے بولی

''جہاں تک اس سپاہی کا تعلق ہے، اس کی تو اسی وقت آنکھیں بند ہو رہی تھیں جب میں کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اگر میں اسے بیہوشی کی وائن نہ بھی پلاتی جب بھی وہ اب تک گہری نیند سو جاتا اور اب تو میں نے بیہوشی کے لیے وائن بھی پلا دی ہے۔''

اس پر ایک اور شہزادی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تم سن نہیں رہی ہو کہ وہ اس وقت خراٹے بھر رہا ہے اور گہری نیند سو رہا ہے۔۔۔۔۔؟''

اس طرح انہوں نے چھوٹی شہزادی کو مطمئن کر دیا اور سب ایسے تیار ہو کر کھڑی ہو گئیں جیسے کہیں جانے والی ہوں۔۔۔۔ بڑی شہزادی ایک بار پھر دبے دبے قدموں سے سپاہی کے کمرے میں گئی اور اس نے دیکھا، وہ بے حس و حرکت پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ وہ جس طرح لیٹا تھا اسی طرح پڑا تھا اور اب تک اس نے ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلائے تھے یہ دیکھ کر بڑی شہزادی خوشی خوشی واپس اپنے کمرے میں آئی اور اپنی بہنوں سے کہنے لگی۔

''سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔اب جلدی چلو!''

اتنا کہہ کر وہ اپنی مسہری پر چڑھ گئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی تالی کا بجانا تھا کہ مسہری فرش سے نیچے چلی گئی اور وہاں ایک دروازہ کھل گیا دوسری طرف سپاہی کنکھیوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ شہزادیاں ایک ایک کر کے فرش میں کھلنے والے دروازے میں سے نیچے جانے لگیں سب سے پہلے بڑی شہزادی نیچے اتری تھی اور اس کے پیچھے پیچھے دوسری گئی تھیں جیسے ہی سپاہی نے یہ دیکھا کہ تمام شہزادیاں نیچے اتر گئی ہیں تو وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اچھل کر اٹھا اس نے جلدی سے بوڑھی پری کا دیا ہوا چوغہ پہنا اور لپک کر شہزادیوں کے پیچھے چل دیا۔

فرش میں کھلنے والے دروازے کے نیچے سیڑھیاں تھیں اور اب وہ سب ان سیڑھیوں

سے نیچے جا رہے تھے ابھی وہ آدھی سیڑھیاں ہی اترے ہوں گے کہ پیچھے پیچھے آنے والے سپاہی کے پاؤں کے نیچے چھوٹی شہزادی کا گاؤن کا کونا آ گیا اس کے ساتھ ہی چھوٹی شہزادی گھبرا کے کھڑی ہو گئی اور بہنوں سے کہنے لگی۔

''دیکھو۔۔۔۔۔کسی نے میرا گاؤن پکڑ کے کھینچا ہے۔۔۔۔!''

''اوہ! تم کیا بیوقوفی کی باتیں کر رہی ہو۔۔۔؟''

بڑی شہزادی سر کو جھٹک کر بولی

''یہاں تمہارا گاؤن پکڑنے والا کون ہے؟ دیوار میں کوئی کیل ہو گی جس سے اٹک گیا ہو گا!''

چھوٹی شہزادی خاموش ہو گئی اور پھر سیڑھیاں اترنے لگی اور پھر سیڑھیاں اترنے لگی اس طرح وہ سیڑھیاں اترتی ہوئیں ایک ایسی جگہ پہنچ گئیں جو انتہائی خوبصورت تھی اور جہاں درخت تھے۔ ان درختوں کے تمام پتے چاندی کے تھے اور اندھیرے کے باوجود بڑے چمک دمک رہے تھے شہزادیوں کے پیچھے پیچھے آنے والے سپاہی نے اپنے دل میں سوچا۔

''مجھے اس جگہ کی نشانی کے لیے کچھ پتے لے لینے چاہئیں۔۔۔۔!''

اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک چھوٹی سی ٹہنی توڑی اس کے ساتھ ہی درخت سے زوردار آواز پیدا ہوئی اور آواز سنتے ہی چھوٹی شہزادی سہم کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔

''مجھے یقین ہے، آج کوئی انہونی بات ضرور ہو گی۔۔۔کیا تم لوگوں نے آواز نہیں سنی۔۔۔؟ اس سے پہلے تو کبھی ایسے نہیں ہوا تھا۔۔۔!''

اس پر بڑی شہزادی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

''پگلی! یہ تمہاری بہنوں کی آوازیں ہیں جو خوشی میں شور کر رہی ہیں۔''

چھوٹی شہزادی خاموش ہو گئی اور وہ سب پھر چلنے لگیں چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ وہ درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس پہنچ گئیں یہاں تمام درختوں کے پتے سونے کے تھے اور اس طرح چمک رہے تھے کہ آنکھیں چندھیائی جا رہی تھیں سپاہی نے پھر سوچا۔

''اس جگہ کی بھی کوئی نشانی رکھ لینی چاہیے۔۔۔!''

چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک ٹہنی توڑ لی لیکن اس بار اس نے بڑی آہستگی سے شاخ توڑی لیکن اس کی پوری احتیاط کے باوجود پھر شاخ ٹوٹنے سے آواز پیدا ہو گئی اور چھوٹی شہزادی ایک بار پھر ٹھٹھک کر رک گئی۔

''میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ آج کوئی انہونی بات ہونے والی ہے میں نے تیسری بار آواز سنی ہے کیا تمہیں کوئی آواز سنائی نہیں دی۔۔۔؟''

اس کی دوسری بہنیں اس طرح خوشی سے اچھلتی جا رہی تھیں کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں سنا تھا اس لیے بڑی شہزادی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا

''تمہیں تو یونہی وہم ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ یہاں ہمارے سوا کون ہے؟۔۔۔۔ مفت میں پریشان ہو رہی ہو!''

چھوٹی شہزادی پھر خاموش ہو گئی اس نے سوچا، ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو لہٰذا وہ خاموشی سے ان کے ساتھ چلنے لگی۔۔۔۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئی ہوں گی کہ ایک

جھیل آ گئی جس کے کنارے پر بارہ کشتیاں لگی ہوئی تھیں ہر کشتی میں ایک خوبصورت نوجوان شہزادہ بیٹھا ہوا تھا اور وہ سب شہزادیوں کا انتظار کر رہے تھے وہاں پہنچنے پر تمام شہزادیاں ایک ایک کشتی میں سوار ہو گئیں۔ اس موقع پر سپاہی بھی آگے بڑھا اور سب سے چھوٹی شہزادی کی کشتی میں سوار ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا جب ساری شہزادیاں کشتیوں میں سوار ہو گئیں تو شہزادوں نے اپنی اپنی کشتی کھینا شروع کر دی۔ جس کشتی میں چھوٹی شہزادی سوار تھی اور جس میں سپاہی بھی موجود تھا، اس کو چلانے والا شہزادہ کہنے لگا۔

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کیا وجہ ہے۔ میں اپنی پوری طاقت سے کشتی چلا رہا ہوں مگر کشتی بڑی آہستہ رفتار سے چل رہی ہے۔ آج مجھے کشتی کچھ زیادہ ہی بھاری معلوم ہو رہی ہے خاص طور پر ایک جانب سے اس پر زیادہ بوجھ محسوس ہو رہا ہے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا؟''

''میرا خیال ہے گرمی زیادہ ہونے کی وجہ سے تمہیں ایسا لگ رہا ہے۔''

شہزادی نے کہا

''آج میں خود بھی ضرورت سے زیادہ گرمی محسوس کر رہی ہوں''

اس جھیل کے دوسرے کنارے پر ایک قلعہ تھا جو اس وقت روشنیوں سے جگمگا رہا تھا اور اس کے اندر سے دلنشیں موسیقی کی دھنیں باہر آ رہی تھیں۔ تمام شہزادوں نے اس قلعے کے پاس جھیل کے کنارے اپنی کشتیاں روک دیں اور پھر اپنی اپنی شہزادی کا ہاتھ پکڑے قلعے کے اندر چلے گئے۔ سپاہی جو بڑھیا کے دیئے ہوئے چوغے کی وجہ

سے کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ بھی ان کے پیچھے قلعے کے اندر چلا گیا۔

شہزادیاں اور شہزادے جیسے ہی قلعے کے اندر گئے انہوں نے جاتے ہی رقص شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ سونے کے پیالوں میں وائن چلنے لگی۔۔۔اب وہاں عالم یہ تھا کہ پورے جوش وخروش سے رقص ہو رہا تھا لیکن سپاہی ایک انوکھا کام کر رہا تھا۔ جب کسی شہزادی کے لیے وائن کا پیالہ آتا تو وہ خاموشی سے اٹھا کر اسے خالی کر دیتا۔ چنانچہ جب بھی کوئی شہزادی رقص روک کر وائن پینے کے لیے آگے بڑھتی اور پیالہ لبوں سے لگاتی تو وہ خالی ملتا۔ دوسری شہزادیوں نے تو اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی لیکن چھوٹی شہزادی یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

''آج یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔؟ یہ کیا راز ہے۔۔۔۔؟''

مگر اس وقت تمام شہزادے اور شہزادیاں دیوانوں کی طرح رقص کرنے میں اس قدر محو تھے کہ کسی نے اس کی بات نہ سنی اور پھر وہ بھی ان کے ساتھ رقص میں شریک ہو گئی۔

وہ رات بھر رقص کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کے تین بج گئے۔ پوری رات مسلسل رقص کرنے کی وجہ سے شہزادیوں کے نازک جوتوں کے تلے صرف گھسے ہی نہیں بلکہ ان میں جگہ جگہ سوراخ ہو گئے۔ آخر انہوں نے رقص بند کر دیا اور واپس چلنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ شہزادے انہیں ساتھ لے کر کشتیوں کے پاس آئے اور سب اپنی اپنی کشتی میں سوار ہو گئے اس بار سپاہی سب سے بڑی شہزادی کی کشتی میں سوار ہوا تھا۔ جب شہزادی کشتی چلا رہا تھا تو اس نے بڑی شہزادی سے کہا۔

’’آج نہ جانے کیا بات ہے۔۔۔۔کشتی بہت بھاری محسوس ہو رہی ہے۔۔۔!‘‘

اس پر شہزادی کہنے لگی

’’تم تھکے ہوئے ہو اس لیے ہو سکتا ہے تمہیں چپو چلانے میں دقت ہو رہی ہو۔۔۔!‘‘

بہر صورت وہ سب جھیل کے کنارے پر پہنچے اور شہزادیاں شہزادوں سے آئندہ رات ملنے کا وعدہ کر کے واپس چل دیں۔ سپاہی بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا رہا تھا اور جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے لوٹ رہے تھے۔

جب شہزادیاں اپنے محل کے قریب پہنچیں تو سپاہی جلدی سے بھاگ کر ان سے پہلے محل میں پہنچ گیا اور ان کے آنے سے پہلے پہلے اپنے کمرے میں آ کر مسہری پر اس طرح دراز ہو گیا جیسے ابھی تک نیند میں ڈوبا ہوا ہو۔ ادھر جونہی شہزادیاں اپنے کمرے میں داخل ہوئیں بڑی شہزادی دبے دبے قدموں سے سپاہی کے کمرے میں گئی اس نے دیکھا تو وہ سویا ہوا خراٹے لے رہا تھا وہ مطمئن ہو کر پلٹ آئی اور بہنوں سے کہنے لگی۔

’’سب ٹھیک ہے وہ بیوقوف اور بدقسمت سپاہی گہری نیند سویا ہوا ہے۔‘‘

اس وقت وہ سب کی سب بری طرح تھکی ہوئی تھیں انہوں نے جلدی جلدی جوتے اتارے اور لباس تبدیل کر کے بستروں پر دراز ہو گئیں۔

صبح جب سب بیدار ہوئے تو سپاہی نے اپنی کسی حرکت سے یہ ظاہر نہ ہونے دیا

کہ گزشتہ رات اس نے کچھ دیکھا ہے دراصل ابھی وہ مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا یوں بھی یہ اس کی پہلی رات تھی اور اسے تین راتوں کی مہلت دی گئی تھی اس لیے اس کے لیے کوئی فکر کی بات نہ تھی چنانچہ وہ دوسری رات بھی اسی طرح شہزادیوں کے ساتھ گیا اور پھر رقص کا سارا منظر دیکھا۔۔۔پھر تیسری رات بھی ان کے ساتھ گیا لیکن تیسری رات اس نے اتنا ضرور کیا کہ جب وہ قلعے سے واپس آنے لگے تو سپاہی نے چپکے سے وائن پینے کے سونے کے پیالوں میں ایک اٹھا لیا تا کہ ثبوت رہے۔

جب تیسری صبح ہوئی تو بادشاہ نے خادموں کو حکم دیا۔

''اس سپاہی کو فوراً'' پیش کیا جائے جو شہزادیوں کا راز معلوم کر رہا ہے۔

حکم کی دیر تھی اسی وقت شاہی خادم آئے اور سپاہی کو بادشاہ کے حضور میں لے گئے۔اس نے دربار میں پہنچتے ہی آداب کیا اور کھڑا ہو گیا اس وقت بارہ شہزادیاں ایک دروازے کے پیچھے کھڑی تھیں تا کہ دیکھیں سپاہی کیا کہتا ہے اور اس کا کیا حشر ہوتا ہے وہ ساری آپس میں باتیں کرتی ہوئی خوش ہو رہی تھیں کہ

''ہم اسے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئیں اور اب اس کا حشر بھی وہی ہوگا جو اس سے پہلے آنے والوں کا ہوا ہے۔''

بادشاہ نے سپاہی کی طرف دیکھتے ہوئے بارعب آواز میں پوچھا

''اے سپاہی! کیا تم نے شہزادیوں کا راز معلوم کر لیا ہے۔۔۔؟''

جواب میں اس نے سر جھکا کر عرض کیا

''جی حضور۔۔۔میں نے راز معلوم کرلیا ہے۔۔۔!''

''تو پھر ہمیں جلدی بتاؤ کہ شہزادیاں رات بھر کس کے ساتھ رقص کرتی ہیں۔۔۔۔؟''اس پر سپاہی نے دست بستہ عرض کیا۔

''حضور! جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔۔۔؟''

''ہماری طرف سے اجازت ہے۔۔۔تمہیں جو کچھ بھی معلوم ہے وہ بیان کرو۔۔۔!''

''بادشاہ کے اتنا کہنے پر سپاہی نے باادب ہو کر کہا''

''حضور والا۔۔۔شہزادیاں بارہ شہزادوں کے ساتھ رقص کرتی ہیں''

جیسے ہی اس نے یہ کہا دروازے کے پیچھے کھڑی ہوئی تمام شہزادیوں کا رنگ فق ہو گیا۔۔۔انہوں نے حیرانی میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سپاہی کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔۔۔؟ ادھر بادشاہ بھی اس کی بات سن کر ہکا بکا ہو کے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک بادشاہ ہی نہیں بلکہ دربار میں موجود تمام امیر وزیر بھی تعجب سے سپاہی کی جانب دیکھ رہے تھے۔

''ہمیں تفصیل سے بتاؤ۔۔۔۔اور اپنی بات کا ثبوت پیش کرو۔۔۔۔!''

بادشاہ کی آواز میں پہلے سے زیادہ رعب آ گیا تھا۔

''عالی جاہ! ثبوت بھی حاضر ہے''

سپاہی نے اتنا کہہ کر چاندی، سونے اور ہیروں کے پتوں والی تینوں شاخیں پیش

کر دیں اور ساتھ ہی سونے کا وہ پیالہ بھی رکھ دیا جو وہ قلعے سے اٹھا کر لایا تھا۔۔۔۔۔اس کے بعد اس نے شروع سے آخر تک پوری داستان بیان کی اور آخر میں کہنے لگا۔

''حضور! میں نے آنکھوں دیکھا تمام حال بیان کر دیا ہے اور اس کا ثبوت بھی حاضر کر دیا ہے۔''

سپاہی کی کہانی سن کر تھوڑی دیر کے لیے تو بادشاہ کی سمجھ میں جیسے کچھ بھی نہیں آیا تھا وہ حیران نظروں سے کبھی سپاہی کی طرف دیکھتا اور کبھی سامنے رکھی ہوئی درختوں کی شاخوں اور سونے کے پیالے پر نظر ڈالتا۔۔۔۔۔چند لمحوں بعد اس نے حکم دیا۔

''تمام شہزادیوں کو پیش کیا جائے۔۔۔۔۔!''

شہزادیاں تو قریب ہی دروازے کی اوٹ میں کھڑی تھیں وہ فوراً حاضر ہو گئیں۔

''کیا اس سپاہی نے جو کچھ کہا ہے یہ سچ ہے۔۔۔۔۔؟''

شہزادیاں بت بنی کھڑی تھیں۔۔۔۔۔اب حقیقت سے انکار کرنا ان کے لیے مشکل تھا کیونکہ ثبوت بھی موجود تھا انہوں نے سر جھکا کر عرض کیا۔

''ہاں ابا حضور۔۔۔۔۔سپاہی کی ساری باتیں سچ ہیں۔۔۔۔۔۔ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔''

یہ سنتے ہی بادشاہ نے ایک بھرپور نظر سے سپاہی کی طرف دیکھا مگر اب اس کی آنکھوں میں غصہ نہیں تھا اس نے تحسین کے لہجے میں کہا

''اے بہادر سپاہی! ہمیں خوشی ہے کہ تم نے وہ راز معلوم کر لیا جسے معلوم کرنے

کے لیے کئی شہزادے اور نوجوان اپنی جانیں گنوا بیٹھے۔''

اتنا کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لیے رکا اور پھر بولا

''تم بارہ شہزادیوں میں سے جسے چاہو پسند کر سکتے ہو۔اس سے تمہاری شادی کر دی جائے گی!''

جواب میں سپاہی نے دست بستہ عرض کیا

''حضور والا۔۔۔میں چونکہ نوجوانی کی عمر سے گزر چکا ہوں اس لیے سب سے بڑی شہزادی میرے لیے مناسب رہے گی۔''

''جیسی تمہاری پسند۔۔۔۔ہمیں منظور ہے''

چنانچہ اس روز سپاہی کی بڑی شہزادی سے شادی کر دی گئی اور اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے اپنی وصیت کا اعلان کرتے ہوئے کہا

''ہماری وفات کے بعد یہی ہمارے تخت و تاج کا مالک ہو گا''

جہاں تک ان شہزادوں کا تعلق ہے جو رات کو شہزادیوں کے ساتھ رقص کیا کرتے تھے انہیں اتنے دنوں تک کی سزا دی گئی جتنی راتوں تک وہ ان کے ساتھ رقص کرتے رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سونے کا پرندہ

(The Golden Bird)

مشرق کے بادشاہ کا ایک خوبصورت باغ تھا۔ایک بار اس باغ میں ایک پودا اگا جو بہت جلد بڑا ہو گیا۔جب وہ درخت بن گیا تو اس میں سیب لگے جو سب کے سب سونے کے تھے بادشاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت خوش ہوا پہلے تو اسے یقین ہی نہیں آیا تھا، کہنے لگا۔

سونے کے سیب کیسے لگ سکتے ہیں۔۔۔۔؟ ایسا تو کبھی نہیں سنا۔۔۔۔؟!

مگر وہ خود باغ میں گیا اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ درخت کو واقعی سونے کے سیب لگے ہوئے تھے یہ دیکھ کر اسے نہ صرف یقین آ گیا بلکہ وہ انتہائی خوش ہوا کہ اس کے باغ میں سونے کے سیب والا درخت ہے جو اور کسی کے باغ میں نہیں ہو سکتا۔اس نے خادموں کو حکم دیا کہ سیبوں کو گن کر باقاعدہ حساب رکھا جائے اور ان کی پوری پوری حفاظت کی جائے تاکہ کوئی شخص سیب توڑ کر نہ لے جائے۔

یوں تو شاہی باغ کی پہلے سے بہت حفاظت کی جاتی تھی اور کوئی شخص اس میں داخل نہ ہو سکتا تھا تاہم جب بادشاہ نے یہ حکم دیا تو اس کی نگرانی اور کڑی کر دی گئی لیکن جونہی سیب پکنے لگے تو ایک عجیب بات ہونے لگی یہ عجیب بات یہ تھی کہ ہر رات

درخت پر سے ایک سیب کم ہو جاتا تھا محافظ بڑے حیران تھے کہ

''اس قدر نگرانی کے باوجود سیب کون لے جاتا ہے۔۔۔؟''

انہوں نے باغ کی مزید حفاظت کرنا شروع کر دی لیکن اس کے باوجود ہر رات ایک سیب کم ہو جاتا تھا سب اپنی اپنی جگہ حیران تھے مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔۔۔؟ کس پر شک کریں۔۔۔۔۔۔۔؟ جب کوشش کے باوجود چور کا پتا نہ چل سکا تو یہ بات بادشاہ کے علم میں لائی گئی بادشاہ نے جب یہ سنا تو تعجب اور غصے میں بولا

''یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔؟!''

''حضور ہم بھی حیران ہیں مگر ایسا ہو رہا ہے اور ہر رات درخت سے ایک سیب کم ہو جاتا ہے۔''

خادموں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔

''ہمارے باغ میں داخل ہونے کی تو کسی کو جرات نہیں ہو سکتی پھر سیب کون لے جا سکتا ہے۔۔۔۔؟''

بادشاہ نے حیرانی سے خادموں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جہاں پناہ! آپ کے خادموں نے ہر طرح سے باغ کی حفاظت کر دیکھی ہے، اس کے باوجود ایک سیب کم ہو جاتا ہے۔۔۔۔ ہماری تو عقل حیران ہے''

بادشاہ نے چند لمحوں تک سوچا اور پھر بولا

''اس درخت پر خاص طور پر پہرا لگایا جائے اور رات بھر نگرانی کی جائے اس

طرح چوری کرنے والا یقیناً پکڑا جائے گا۔"

اس بادشاہ کے تین بیٹے تھے اور تینوں جوان تھے اس نے حکم دیا

"ہر شہزادہ باری باری درخت کی نگرانی کرے پہلے بڑا شہزادہ پہرا دے رات بھر درخت کی حفاظت کرے اور پتا چلائے کہ کون سیب توڑ کر لے جاتا ہے۔"

چنانچہ حکم کے مطابق اس رات بڑے شہزادے کو درخت کی نگرانی پر مقرر کیا گیا جو شام ہوتے ہی باغ میں چلا گیا اس نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا اور درخت کے نیچے بیٹھ کر پہرا دینے لگا۔

رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور شہزادہ ہوشیار بیٹھا پہرا دے رہا تھا یہاں تک کے بارہ بجے کا وقت ہو گیا پھر جیسے ہی ٹھیک بارہ بجے شہزادے کو نیند آ گئی اور وہ وہیں بیٹھا بیٹھا سو گیا صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے سب سے پہلے درخت پر لگے ہوئے سیب گنے تعجب سے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا کیونکہ ایک سیب پھر کم تھا۔

ادھر بادشاہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ کل رات بھی حسب معمول ایک سیب کم ہو گیا ہے تو اس نے حکم دیا۔

"آج رات منجھلے شہزادے کو پہرے پر لگایا جائے تا کہ وہ چور کا پتا چلائے۔"

بادشاہ کا حکم تھا اس لیے جونہی شام ہوئی منجھلا شہزادہ باغ میں چلا گیا اور درخت کے نیچے بیٹھ کر پہرا دینے لگا۔

اسے معلوم تھا کہ کل رات اس کا بڑا بھائی پہرے پر تھا اور اس کے باوجود ایک سیب چوری ہو گیا تھا اس لیے وہ زیادہ ہوشیار اور چوکنا ہو کر پہرا دے رہا تھا لیکن

اس کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو اس کے بڑے بھائی کے ساتھ ہوا تھا جب رات کے ٹھیک بارہ بجے تو وہ بھی نیند سے نڈھال ہو گیا اور وہیں بیٹھے بیٹھے سو گیا۔۔۔۔ پھر جب صبح بیدار ہوا تو اس نے جلدی سے درخت پر لگے سیبوں کو گنا مگر آج بھی ایک سیب کم ہو چکا تھا۔

بادشاہ کو خبر گئی تو وہ بڑا حیران ہوا کہ باغ کے باہر شاہی خادم پہرے پر ہیں اور درخت کے نیچے شہزادہ موجود تھا، اس کے باوجود سیب چوری ہو گیا۔ اس نے حیرانی کا مجسمہ بنتے ہوئے کہا۔

''تعجب ہے۔۔۔۔۔ اس قدر نگرانی میں سیب توڑنے والا کون ہو سکتا ہے۔۔۔۔؟''

دوسری طرف جب سب سے چھوٹے شہزادے کو پتا چلا کہ اس کے دونوں بھائی بھی چور کا پتا چلانے میں ناکام رہے ہیں تو وہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا اور عرض کی۔

''ابا جان۔۔۔۔۔ آج میں پہرا دوں گا۔۔۔۔!''

مگر بادشاہ نے اسے اجازت دینے سے انکار کر دیا دراصل بادشاہ چھوٹے شہزادے کو بہت زیادہ چاہتا تھا اور اسے خطرہ تھا کہ کہیں شہزادے کو کوئی نقصان نہ پہنچے جو چور اتنے پہرے میں سیب توڑ کر لے جاتا ہے، وہ شہزادے کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اسی لیے اس نے شہزادے کو پہرا دینے کی اجازت نہیں دی تھی لیکن شہزادے نے اصرار کیا اور کہا۔

''میں چور کو ضرور پکڑ لوں گا''

آخر جب بادشاہ اس کے اصرار سے مجبور ہو گیا تو اس نے اسے بھی پہرا دینے کی اجازت دے دی مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ تاکید کی۔۔۔۔

''تم اپنی حفاظت سے غافل نہ ہونا۔''

''آپ مطمئن رہیں۔۔۔میں ہر طرح سے ہوشیار رہوں گا''

اس نے بادشاہ کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔۔۔اس طرح جیسے ہی شام ہوئی چھوٹا شہزادہ باغ میں چلا گیا اس نے پہلے باغ میں ادھر ادھر گھوم کر چاروں طرف جائزہ لیا اور پھر سونے کے سیبوں والے درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔

شہزادہ خاموشی سے بیٹھا پہرا دے رہا تھا اور رات آہستہ آہستہ گہری ہوتی جا رہی تھی جب کافی وقت گزر گیا تو اس پر غنودگی طاری ہونے لگی لیکن وہ سویا نہیں اور چوکنا ہو کر بیٹھا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔پھر جب رات کے بارہ بجے تو عین اس وقت اس نے فضا میں پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز سنی اس نے چونک کر نظریں اوپر اٹھائیں تو دیکھا کہ ایک پرندہ فضا میں اڑتا ہوا آیا اور آ کر درخت پر بیٹھ گیا اس پرندے کے پر سونے کے تھے اور رات کے اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے پرندہ درخت پر بیٹھا اور جیسے ہی اس نے اپنی چونچ سے درخت سے سونے کا ایک سیب توڑا،شہزادہ بڑی پھرتی کے ساتھ اچھل کر اٹھا اور اس پر فائر کر دیا۔۔۔اس کا نشانہ پرندے کو ٹھیک ٹھیک نہیں لگا تھا اس لیے اسے کوئی نقصان تو نہ پہنچ سکا البتہ اس کی دم سے سونے کا ایک پر ٹوٹ کر نیچے آ گرا۔شہزادے نے لپک کر وہ پر اٹھا لیا اور پرندہ اڑتا ہوا فضا میں غائب ہو گیا۔

جب صبح ہوئی تو شہزادہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا اور رات کا پورا واقعہ بیان کا ے
اس کے ساتھ ہی اس نے سونے کا وہ پر بادشاہ کو دیتے ہوئے کہا

''یہ اس پرندے کا پر ہے جو ٹوٹ کر نیچے آ گرا تھا۔''

بادشاہ نے اسی وقت اپنے امیروں وزیروں کو طلب کیا اور انہیں سونے کا پر دکھانے کے ساتھ رات کا واقعہ بھی بتایا وہ پر جس نے بھی دیکھا حیران رہ گیا ہر ایک کا کہنا یہ تھا کہ

''اس نے زندگی میں آج تک اس قدر خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔''

پرندے کا یہ پر انتہائی قیمتی اور خوبصورت تھا اور سب کی رائے میں یہ پوری سلطنت سے بھی بیش قیمت تھا۔ بادشاہ بھی اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا وہ بڑی دیر تک پر کو دیکھتا رہا اور پھر کہنے لگا۔

''صرف ایک پر میرے لیے بیکار ہے مجھے ہر صورت میں پورا پرندہ چاہیے۔۔۔۔!'' یہ سن کر شہزادہ کھڑا ہو گیا اور بادشاہ سے عرض کی

''ابا حضور! مجھے اجازت دیجیے۔۔۔ میں اس پرندے کو تلاش کر کے لاؤں گا؟''

بادشاہ کو پرندہ حاصل کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا کہ اسی وقت شہزادے کو اجازت دے دی اور اجازت ملتے ہی بڑا شہزادہ پرندے کی تلاش میں چل نکلا اس کا خیال تھا کہ سونے کے پرندے کو تلاش کرنا کچھ زیادہ مشکل نہ ہو گا لیکن یہ محض اس کا خیال تھا بہر صورت وہ چلا جا رہا تھا ابھی اس نے زیادہ سفر طے نہیں کیا تھا کہ ایک

جنگل آ گیا وہ اس میں سے گزر رہا تھا کہ اس نے دیکھا تو راستے کی ایک جانب ایک لومڑی بیٹھی ہوئی تھی لومڑی کو دیکھ کر شہزادے نے سوچا۔

''چلو'' شکار نہ سہی تو دل بہلانے کو کھیل ہی سہی

یہ سوچ کر اس نے اپنی بندوق سنبھالی اور نشانہ باندھ کر گولی چلانے ہی والا تھا کہ لومڑی نے شور کر دیا۔

''رک جاؤ، رک جاؤ، مجھے نہ مارو۔۔۔ میں تمہیں ایک اچھا مشورہ دوں گی!''

یہ سنتے ہی شہزادے نے ہاتھ روک لیا لومڑی کہنے لگی

''میں جانتی ہوں تم کس مقصد کے لیے جا رہے ہو۔۔۔۔۔۔ تمہیں سونے کے پرندے کی تلاش ہے۔۔۔۔۔؟''

شہزادے نے لومڑی کی یہ بات سنی تو بڑا حیران ہوا کہ اسے یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا؟ اسے کیونکر پتا چل گیا ہے کہ میں سونے کے پرندے کی تلاش میں جا رہا ہوں؟ وہ اپنے دل میں سوچنے لگا یہ لومڑی تو دل کا حال بھی جانتی ہے اس نے تعجب سے لومڑی کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اس مقصد کے لیے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔؟''

''میں سب کچھ جانتی ہوں۔۔۔''

لومڑی بڑے اطمینان سے بولی اس پر شہزادہ اور بھی حیران ہوا اس نے کہا

''اگر تم سب کچھ جانتی ہو تو پھر مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے جس سے میں

سونے کا پرندہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔۔۔۔۔؟''

جواب میں لومڑی نے کہا

''میری بات غور سے سنو۔۔۔۔۔۔تم اسی راستے پر چلتے چلے جانا۔اس طرح شام کے وقت تم ایک گاؤں میں پہنچ جاؤ گے وہاں تمہیں سڑک کی دونوں جانب دو ہوٹل ملیں گے۔دائیں ہاتھ والا ہوٹل دیکھنے میں انتہائی خوبصورت، آراستہ اور آرام دہ ہوگا مگر تم اس میں نہ جانا تم رات بائیں جانب والے ہوٹل میں بسر کرنا خواہ وہ کتنا ہی خراب حالت میں دکھائی کیوں نہ دے۔''

لومڑی کی یہ بات سن کر شہزادے نے سوچا۔۔۔۔۔

''یہ س قدر بیوقوف جانور ہے اور مجھے بھی بیوقوف بنا رہی ہے۔۔۔۔۔بھلا ہوٹل میں رات بسر کرنے کا سونے کے پرندے کی تلاش سے کیا تعلق ہے۔۔۔۔؟''

اس کے ساتھ ہی اس نے جلدی سے دوبارہ بندوق سنبھالی اور لومڑی پر فائر کر دیا لیکن اس کا نشانہ خطا گیا اس پر لومڑی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنی دم اٹھائے بھاگتی ہوئی جنگل میں غائب ہوگئی شہزادہ چند لمحے وہاں کھڑا ادھر ادھر نظریں دوڑاتا رہا اور جب اسے لومڑی کہیں دکھائی نہ دی تو وہ پھر سے اپنے سفر پر چل دیا۔

شہزادہ اپنے سفر پر چلا جا رہا تھا وہ سارا دن چلتا رہا اور آخر شام ہوگئی جب شام ہوئی تو ایک گاؤں میں پہنچا وہاں جا کر اس نے دیکھا تو واقعی دو ہوٹل تھے دائیں ہاتھ والا ہوٹل شاندار تھا اور اس کے اندر سے موسیقی اور گانے کی آوازیں آ رہی تھیں وہاں

لوگ خوشی میں گا رہے تھے اور کھانے پینے میں مشغول تھے اس کے برعکس بائیں جانب والا ہوٹل بڑی خستہ حالت میں تھا اور گندا نظر آ رہا تھا یہ دیکھ کر شہزادہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''اگر میں اس شاندار اور دلکش ہوٹل کو چھوڑ کر اس خستہ حال اور گندے ہوٹل میں چلا جاؤں تو میرے بیوقوف ہونے میں یقیناً کوئی شک نہیں رہے گا''

چنانچہ وہ اس ہوٹل میں داخل ہو گیا جو شاندار تھا اور جہاں رقص و موسیقی کا دور چل رہا تھا اس نے وہاں جا کر خوب کھایا پیا اور بعد میں آرام کرنے لگا پھر وہیں ٹھہر گیا اور عیش میں اس قدر کھو گیا کہ سونے کا پرندہ تو رہا ایک طرف، وہ اپنے ماں باپ اور ملک تک کو بھول گیا۔

وقت گزرتا رہا جب بہت دن گزر گئے اور بڑا شہزادہ واپس نہ آیا، نہ ہی س کے بارے میں کوئی خبر آئی تو منجھلا شہزادہ بادشاہ سے کہنے لگا۔

''ابا حضور! بڑا بھائی تو اب تک واپس نہیں آیا خدا جانے وہ کہاں کھو گیا ہے اب آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں سونے کے پرندے کے علاوہ بھائی کو بھی تلاش کر کے لاؤں۔۔۔۔۔؟''

بادشاہ نے اس کی بات سنی تو کچھ سوچ میں پڑ گیا اور پھر اسے سمجھاتے ہوئے بولا

''بیٹے! تمہارا بڑا بھائی نہ جانے کہاں گیا ہے۔ سونے کا پرندہ بھی خدا جانے کہاں ہے تم کہاں ان کو تلاش کرتے پھرو گے۔۔۔۔۔؟ میری رائے میں تمہارا جانا

لا حاصل ہو گا۔۔۔۔۔!''

''آپ مجھے اجازت تو دیں۔۔۔۔۔ میں دونوں کو تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔؟''

منجھلے شہزادے نے اصرار کرتے ہوئے کہا اگرچہ بادشاہ کا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ اسے جانے کی اجازت دی جائے لیکن شہزادے کے اصرار کے آگے اسے مجبور ہونا پڑا اس نے اسے اجازت دے دی مگر ساتھ ہی یہ بھی تاکید کی کہ

''اگر تمہیں تمہارا بھائی اور پرندہ نہ ملے تو جلد واپس لوٹ آنا ہمیں تمہارا انتظار رہے گا۔''

''آپ بے فکر رہیں۔۔۔۔۔ میں انہیں تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔۔۔۔''

اس طرح منجھلا شہزادہ ضروری تیاری کر کے گھوڑے پر سوار ہوا اور سونے کے پرندے کی تلاش میں چل کھڑا ہوا۔۔۔۔ چلتے چلاتے وہ بھی اسی جگہ جنگل میں پہنچ گیا جہاں اس کے بھائی کو لومڑی ملی تھی وہاں اسے بھی راستے میں ایک جانب لومڑی بیٹھی ہوئی نظر آئی اس نے جلدی سے اپنی بندوق سنبھالی اور فائر کرنے ہی والا تھا کہ لومڑی نے شور مچا دیا۔

''رک جاؤ۔۔۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔۔۔ مجھے نہ مارو۔۔۔۔۔ میں تمہیں ایک اچھا مشورہ دوں گی۔۔۔۔۔!''

یہ سنتے ہی شہزادے نے اپنا ہاتھ روک لیا اور لومڑی کہنے لگی

''میں جانتی ہوں تم کس مقصد کے لیے جا رہے ہو تمہیں سونے کے پرندے اور اپنے بھائی کی تلاش ہے۔''

منجھلا شہزادہ بھی اپنے بھائی کی طرح لومڑی کی یہ بات سن کر بہت حیران ہوا اور پوچھنے لگا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اس مقصد کے لیے جا رہا ہوں؟''

''میں سب کچھ جانتی ہوں۔۔۔!''

لومڑی نے جواب دیا۔۔۔۔۔اس پر شہزادہ بولا

''اگر تم سب چھ جانتی ہو تو مجھے مشورہ دو کہ میں کاے کروں۔۔۔؟ کس طرح اپنے بھائی اور سونے کے پرندے کو تلاش کروں۔۔۔؟''

لومڑی نے اسے بھی وہی بات کہی جو اس کے بھائی کو کہی تھی کہنے لگی۔

''میری بات غور سے سنو۔۔۔۔۔اسی راستے پر چلتے چلتے شام کے وقت تم ایک گاؤں میں پہنچو گے وہاں تمہیں سڑک کی دونوں جانب دو ہوٹل ملیں گے دائیں ہاتھ والا ہوٹل نہایت شاندار ہو گا مگر تم اس میں مت جانا بائیں جانب والا ہوٹل اگرچہ بڑی خراب حالت میں ہو گا لیکن تم اسی میں رات بسر کرنا۔''

جب لومڑی نے یہ بات کہی تو شہزادہ اپنے آپ سے کہنے لگا

''یہ لومڑی مجھے بیوقوف بنا رہی ہے''

اور اس کے ساتھ ہی اس نے جلدی سے اپنی بندوق سے اس پر فائر کر دیا لیکن اس کا نشانہ بھی خطا گیا اور لومڑی بچ گئی اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنی دم

اٹھائے بھاگتی ہوئی جنگل میں ایک طرف غائب ہوگئی۔۔۔۔لومڑی کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک شہزادہ وہاں کھڑا رہا اور پھر وہاں سے اگلے سفر پر چل دیا۔

شہزادی اسی راستے پر سفر کرتا چلا جا رہا تھا دن بھر کے سفر کے بعد شام کے وقت جب وہ گاؤں میں پہنچا تو لومڑی کے کہنے کے مطابق وہاں دو ہوٹل موجود تھے ایک نہایت شاندار تھا اور دوسرے کی حالت بہت خستہ تھی ابھی شہزادہ کھڑا دونوں ہوٹلوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتنے میں شاندار ہوٹل کی کھڑی سے اس کے بھائی نے جھانکا اور اسے آواز دی۔

''بھائی! ادھر آ جاؤ۔۔۔۔یہ ہوٹل شاندار ہے اس میں آ جاؤ۔۔۔!''

منجھلے شہزادے نے جب اپنے بھائی کو دیکھا تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور قدم اٹھاتا ہوا اسی شاندار ہوٹل میں چلا گیا دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے اور منجھلا شہزادہ بھی وہیں اپنے بھائی کے ساتھ رہنے لگا اس طرح وہ بھی عیش میں کھو کر اپنے ماں باپ اور ملک کو بھول گیا۔

وقت گزرتا رہا۔۔اور جب دوسرا شہزادہ بھی واپس نہ آیا تو سب سے چھوٹا شہزادہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا اور بڑے ادب سے بولا

''ابا حضور! آپ مجھے اجازت دیں۔۔میں سونے کا پرندہ تلاش کر کے لاؤں۔ اس کے ساتھ اپنے دونوں بھائیوں کو بھی ڈھونڈ کے لاؤں گا۔۔۔؟''

''ہم تمہیں اجازت نہیں دے سکتے!''

بادشاہ نے اس کی بات سن کر کہا

’’پہلے تمہارے دو بھائی گئے اور آج تک واپس نہیں آئے۔۔۔۔۔۔اب تم ہی ہماری زندگی کا سہارا ہو، اگر تم چلے گئے تو ہمارے پاس کون رہے گا۔۔۔۔۔؟‘‘

’’میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں جلد واپس لوٹ آؤں گا۔۔۔۔۔؟‘‘

شہزادے نے بادشاہ کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔

’’نہیں۔۔۔۔ ہمیں سونے کا پرندہ نہیں چاہیے۔۔۔۔ تم مت جاؤ۔۔۔۔!‘‘

اس طرح بادشاہ مسلسل اجازت دینے سے انکار کرتا رہا لیکن شہزادہ بھی اپنی ضد پر اڑا رہا آخر کار بادشاہ مجبور ہو گیا اور اس نے بادل نخواستہ اسے اجازت دے دی اجازت ملتے ہی شہزادے نے جلدی جلدی سفر کی تیاری کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔

چلتا چلاتا چھوٹا شہزادہ بھی جنگل میں وہیں پہنچ گیا جہاں اس کے دونوں بھائیوں کو لومڑی ملی تھی۔ لومڑی آج بھی وہاں راستے کے ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی جیسے اسی کی منتظر ہو۔۔۔۔ جونہی شہزادے کی نظر اس پر پڑی اس نے جلدی سے اس پر نشانہ باندھا اور فائر کرنے ہی والا تھا کہ لومڑی نے آگے سے شور کر دیا۔

’’رک جاؤ۔۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔۔۔۔ مجھے نہ مارو۔۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں ایک اچھا مشورہ دوں گی!‘‘

شہزادے نے اپنا ہاتھ روک لیا اور یہ دیکھ کر لومڑی کہنے لگی

’’میں جانتی ہوں تم کس مقصد کے لیے جا رہے ہو تمہیں سونے کے پرندے کی

تلاش ہے۔۔۔اور تم اپنے دونوں بھائیوں کو ڈھونڈنا چاہتے ہو۔۔۔۔!''

شہزادہ لومڑی کی بات سن کر تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگا اور پوچھا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اس مقصد کے لیے جا رہا ہوں۔۔۔۔؟''

''میں سب کچھ جانتی ہوں۔۔۔۔۔!''

لومڑی جواب میں بولی۔۔۔۔شہزادہ لومڑی کی بات سن کر حیران تو تھا ہی مگر وہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ اگر لومڑی دل کا حال جان سکتی ہے تو پھر یقیناً میری مدد بھی کر سکتی ہے اس نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔

''اگر تم سب کچھ جانتی ہو تو میری مدد کرو۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ میں سونے کا پرندہ کیسے حاصل کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔؟ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔۔۔۔۔؟''

جواب میں لومڑی نے اسے بھی وہی کچھ بتایا جو اس کے دونوں بھائیوں سے کہا

تھا

کہنے لگی

''میری بات غور سے سنو۔۔۔۔۔۔تم اسی راستے پر چلتے چلے جانا اس طرح شام کے وقت تم ایک گاؤں میں پہنچ جاؤ گے وہاں تمہیں سڑک کے دونوں جانب دو ہوٹل ملیں گے۔ دائیں ہاتھ والا ہوٹل دیکھنے میں انتہائی خوبصورت، آراستہ، اور آرام دہ ہو گا مگر تم اس میں نہ جانا تم رات بائیں جانب والے ہوٹل میں بسر کرنا خواہ وہ کتنا ہی خراب حالت میں ہو۔''

لومڑی کی یہ بات سن کر شہزادہ سوچنے لگا واقعی لومڑی پہنچی ہوئی ہے اور مجھے اس

کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے وہ بڑے پیار سے بولا

''اچھی لومڑی۔۔۔۔مجھ سے ڈرو نہیں میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔''

لومڑی اس کے قریب آ گئی تو اس نے بڑے پیار سے اس پر ہاتھ پھیرا اور پوچھنے لگا

''اب بتاؤ۔۔۔۔۔مجھے کیا کرنا چاہیے۔۔۔؟''

اس پر لومڑی نے کہا

''تم میری دم پر بیٹھ جاؤ۔۔۔اس طرح میں تمہیں بہت تیزی سے لے جاؤں گی۔''

شہزادے نے ایسے ہی کیا۔۔۔۔۔وہ اس کی دم پر بیٹھ گیا اور لومڑی نے بڑی تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔وہ اس قدر تیز رفتاری سے بھاگتی جا رہی تھی کہ شہزادہ حیران ہو رہا تھا اسی طرح دوڑتی ہوئی وہ اسے گاؤں کے پاس لے آئی۔جیسے ہی وہ گاؤں کے قریب پہنچے شہزادہ لومڑی کی دم پر سے اتر آیا۔لومڑی نے اسے تاکید کرتے ہوئے کہا۔

''شہزادے!میری نصیحت یاد رکھنا۔۔۔۔۔میں نے جو کچھ کہا ہے، اس کے خلاف نہ جانا۔۔۔؟''

''بے فکر رہو۔۔۔۔۔میں تمہارے مشورے پر پورا پورا عمل کروں گا۔''

''شہزادے نے جواب دیا اور پھر واقعی اس نے اسی طرح کیا جیسے لومڑی نے

اسے مشورہ دیا تھا۔ وہ گاؤں میں گیا اور دیکھا تو وہاں دو ہوٹل تھے۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے رک کر شاندار ہوٹل پر ایک نظر ڈالی مگر اس کی طرف نہیں گیا، اس کے سامنے جو خراب حالت کا ہوٹل تھا وہ سیدھا اس میں چلا گیا۔ اگرچہ وہ ہوٹل انتہائی خستہ حال تھا، گرد آلود اور گندا نظر آ رہا تھا لیکن شہزادے نے اس کی قطعی پروانہ کی اور رات بسر کرنے کے لیے اسی میں ٹھہر گیا اس طرح اس نے لومڑی کے کہنے پر پورا پورا عمل کیا۔''

صبح وہ بیدار ہوا اور تیار ہو کر ہوٹل سے نکلا ہی تھا کہ لومڑی آ گئی اس نے شہزادے سے کہا

''تم بالکل سیدھے سفر کرتے چلے جانا۔ یہاں تک کہ ایک محل آئے گا۔ اس محل کے باہر بے شمار فوجی ہوں گے مگر یہ سب کے سب گہری نیند سو رہے ہوں گے اور خراٹے بھر رہے ہوں گے۔ تم ان کی طرف قطعی توجہ نہ دینا اور بلا خوف محل میں داخل ہو جانا۔ محل میں داخل ہونے کے بعد سیدھے چلتے جانا۔ یہاں تک کہ تم ایک کمرے میں پہنچ جاؤ گے جہاں لکڑی کے ایک پنجرے میں وہی سونے کا پرندہ ہو گا جس کی تمہیں تلاش ہے۔ مگر ایک بات کا خیال رکھنا۔۔۔۔''

اتنا کہہ کر لومڑی لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئی

''کس بات کا۔۔۔۔؟''

شہزادے نے جلدی سے دریافت کیا جس پر لومڑی نے بتایا۔

''اس پنجرے کے قریب ہی سونے کا بنا ہوا ایک انتہائی خوبصورت پنجرہ پڑا ہو گا

لیکن تم اس کی طرف توجہ نہ دینا اور نہ ہی لکڑی کا پنجرہ چھوڑ کر پرندے کو سونے کے اس خوبصورت پنجرے میں ڈالنا اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھو بعد میں پچھتاؤ گے۔"

"اطمینان رکھو۔۔۔۔۔۔میں تمہارے مشورے کے خلاف نہیں جاؤں گا"

شہزادے نے اسے یقین دلایا جس پر لومڑی بولی

"اب تم میری دم پر بیٹھ جاؤ تاکہ میں تمہیں اس محل تک پہنچا دوں۔"

شہزادہ اس کی دم پر بیٹھ گیا اور لومڑی اسے لے کر ہوا ہو گئی تھوڑی ہی دیر میں اس نے اسے محل کے پاس پہنچا دیا اور خود وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔لومڑی کے جانے کے بعد شہزادہ آگے بڑھنے لگا اور محل کے قریب پہنچ گیا وہاں جا کر دیکھا تو بالکل ویسا ہی منظر تھا جیسا لومڑی نے اسے بتایا تھا محل کے باہر بہت سے فوجی تھے لیکن سب کے سب گہری نیند میں پڑے خراٹے بھر رہے تھے۔۔۔۔۔۔انہیں دیکھ کر وہ لمحہ بھر کے ٹھٹکا۔ اسے آگے بڑھنے میں جھجھک ہوئی مگر پھر ہمت کر کے آگے بڑھا اور محل میں داخل ہو گیا۔پھر وہ محل میں آگے بڑھتے بڑھتے اس کمرے تک جا پہنچا جہاں سونے کا پرندہ تھا۔ اس نے دیکھا تو وہاں واقعی پرندہ لکڑی کے ایک پنجرے میں بند تھا اور پنجرہ لٹکا ہوا تھا۔ اس کے قریب ہی سونے کے وہ سیب بھی موجود تھے جو بادشاہ کے باغ کے درخت سے غائب ہوئے تھے یہ دیکھ کر شہزادہ دل میں سوچنے لگا۔

"اس قدر خوبصورت پرندے کو لکڑی کے اس بھدے پنجرے میں لے جانا نامعقول سی بات ہو گی اسے تو اس سونے کے شاندار پنجرے میں ہونا چاہیے!"

یہ سوچتے ہی وہ آگے بڑھا۔اس نے لکڑی کا پنجرہ کھول کر اس میں سے پرندے کو باہر نکالا اور پھر اسے سونے کے شاندار پنجرے میں بند کر دیا لیکن جیسے ہی اس نے یہ کیا اس کے ساتھ ہی ایک زوردار آواز پیدا ہوئی ایسے لگا جیسے کسی نے چیخ ماری اور اس شور سے محل کے باہر سوئے ہوئے تمام فوجی نیند سے بیدار ہو گئے وہ سب بھاگے بھاگے اندر آئے اور انہوں نے شہزادے کو پکڑ لیا اس طرح اب شہزادہ ان کی قید میں تھا۔

دوسری صبح شہزادے کو بادشاہ کی عدالت میں پیش کیا گیا بادشاہ نے اس سے پوچھا

''اے نوجوان! تم یہاں کیوں آئے ہو۔۔۔۔؟ تمہارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے۔۔۔۔۔؟''

شہزادے نے دل میں سوچا، جھوٹ بولنا بیکار ہے کیونکہ وہ پرندہ چوری کرتے ہوئے موقع پر پکڑا جا چکا تھا لہذا اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے صاف صاف بتا دیا۔

''حضور! میں ایک بادشاہ کا بیٹا ہوں اور میں یہاں سونے کا پرندہ چرانے آیا تھا مجھے اپنی اس غلطی کا اعتراف ہے۔۔۔۔!''

جب اس نے اعتراف جرم کر لیا تو بادشاہ نے کہا

''اے شہزادے! اب جبکہ تم نے اپنا جرم تسلیم کر لیا ہے تو تمہاری سزا موت ہے لیکن اگر تم سونے کا وہ گھوڑا لے آؤ جو آندھی سے زیادہ تیز دوڑتا ہے تو تمہاری جان

بخشی کی جا سکتی ہے اگر تم سونے کا وہ گھوڑا لے آئے تو سونے کا یہ پرندہ تمہیں انعام میں دے دیا جائے گا اب بتاؤ تمہیں ان دونوں صورتوں میں کون سی پسند ہے۔۔۔۔۔۔؟"

ظاہر تھا کہ اگر شہزادہ سونے کا گھوڑا لینے نہ جاتا تو اس کی موت یقینی تھی یہی کچھ سوچ کر اس نے کہا۔

"عالی جاہ! مجھے اس کے لیے مہلت دی جائے میں گھوڑا لانے کے لیے تیار ہوں؟"

"ہمیں منظور ہے"

بادشاہ نے یہ کہا اور اسے مہلت دے دی اور شہزادہ بڑی مایوسی کے عالم میں گھوڑے کی تلاش میں، ایک بار پھر سفر پر روانہ ہو گیا۔

وہ سفر پر چلا جا رہا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا، اس کی پرانی دوست لومڑی ایک جگہ راستے کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی جیسے ہی وہ لومڑی کے پاس پہنچا وہ بول پڑی۔

"دیکھا تم نے میرے مشورے پر عمل نہیں کیا اور تمہارے ساتھ کیا ہوا۔۔۔۔؟" شہزادہ واقعی اس وقت بہت شرمندہ تھا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔۔۔۔؟ جو غلطی ہونا تھی وہ تو ہو چکی تھی۔ لومڑی نے اس کی ندامت دیکھی تو کہنے لگی۔

"بہر صورت، جو ہوا سو ہوا۔۔۔۔ میں اب بھی تم کو ایسا راستہ بتا سکتی ہوں جس سے تم سونے کا گھوڑا حاصل کر سکتے ہو۔۔۔۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم میرے کہنے پر

پورا پورا عمل کرو۔۔۔۔؟''

'' اچھی لومڑی۔۔۔۔۔ تم جس طرح کہو گی میں اسی طرح کروں گا۔۔۔۔۔۔۔مہربانی کرو اور مجھے بتاؤ کہ میں سونے کا گھوڑا کیسے حاصل کرسکتا ہوں؟''

لومڑی نے اسے تسلی دی اور کہا

''تم یہاں سے سیدھے چلتے چلے جاؤ راستے میں کہیں ادھر ادھر نہ مڑنا یہاں تک کہ تم ایک محل میں پہنچ جاؤ گے۔۔۔۔اسی محل کے اصطبل میں سونے کا وہ گھوڑا موجود ہوگا جس کی تلاش میں تم جا رہے ہو یاد رکھو، اس گھوڑے کے پاس ہی شاہی محل کا سائیس گہری نیند سویا خراٹے بھر رہا ہوگا۔تم پوری پوری احتیاط برتنا اور بڑی آہستگی سے گھوڑا کھول کر لانا۔۔۔''

''تم بے فکر رہو۔۔۔۔میں اسی طرح کروں گا''

شہزادے نے بے صبری سے کہا مگر لومڑی نے اسے ٹوکا

''اتنے بے صبرے مت بنو اور میری بات غور سے سنو۔۔۔۔۔''

پھر لومڑی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہنا شروع کیا

''سونے کے اس گھوڑے پر چمڑے کی پھٹی پرانی زین ہوگی اور وہاں پاس ہی سونے کی ایک خوبصورت زین بھی پڑی ہوگی۔یاد رکھنا، سونے کی وہ زین گھوڑے کی پیٹھ پر مت ڈالنا اور چمڑے کی پھٹی پرانی زین ہی رہنے دینا۔۔۔۔۔ورنہ بعد میں پچھتانا پڑے گا۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری نصیحت پر پوری طرح عمل کروں گا''

شہزادے نے لومڑی کو یقین دلاتے ہوئے کہا اس پر لومڑی بولی

''اچھا آؤ۔۔۔۔۔میری دم پر بیٹھ جاؤ۔۔۔میں تمہیں وہاں تک پہنچا دوں''

شہزادہ خوشی خوشی اس کی دم پر بیٹھ گیا اور لومڑی نے تھوڑی ہی دیر میں اسے اس محل کے قریب پہنچا دیا جہاں سونے کا گھوڑا موجود تھا وہاں پہنچ کر لومڑی نے اسے چھوڑ دیا اور خود وہاں سے چلی گئی اس کے جانے کے بعد شہزادہ محل کی طرف بڑھنے لگا اور آخر محل کے اندر پہنچ گیا اس نے محل کے اصطبل میں جا کر دیکھا تو واقعی وہاں سونے کا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک جانب شاہی سائیس گہری نیند سویا ہوا تھا گھوڑے کی پشت پر چمڑے کی ایک پھٹی پرانی زین پڑی ہوئی تھی اور وہاں سے قریب ہی ایک نہایت خوبصورت سونے کی زین بھی رکھی ہوئی تھی وہ زین دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا اور ایک بار پھر لومڑی کی نصیحت بھول گیا اپنے دل میں سوچنے لگا۔

''اس قدر قیمتی اور گھوڑے پر یہ پھٹی پرانی زین اس کی توہین ہے اس کے قابل تو یہ سونے کی زین ہے۔''

یہ سوچ کر اس نے سونے کے گھوڑے کی پشت سے چمڑے کی پھٹی پرانی زین اتار دی اور آگے بڑھ کر سونے کی زین اٹھانے لگا تا کہ اس پر کسے مگر جیسے ہی اس نے سونے کی زین کو ہاتھ لگایا، اس کے ساتھ ہی گھوڑے نے زور زور سے ہنہنانا شروع کر دیا۔ گھوڑا اس قدر زور سے ہنہنایا تھا کہ تمام سائیس اور نگہبان جاگ

پڑے ۔وہ بھاگے بھاگے اصطبل میں آئے اور شہزادے کو پکڑ کر قید کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو شہزادے کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا پیشتر اس کے کہ بادشاہ کچھ پوچھتا، خادموں نے سر جھکا کر عرض کیا۔

''عالی جاہ! یہ نوجوان رات سونے کا گھوڑا چوری کرنے آیا تھا اسے ہم نے موقع پر گرفتار کر لیا۔۔۔۔۔!''

بادشاہ نے شہزادے کی طرف نگاہ ڈالی اور پھر پوچھنے لگا

''اے نوجوان! کیا یہ سچ ہے۔۔۔۔۔؟''

بھلا شہزادہ کیسے انکار کر سکتا تھا۔۔۔؟اس نے سر جھکا کر عرض کیا

''بادشاہ سلامت۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے اپنے جرم کا اعتراف ہے۔''

جیسے ہی اس نے یہ کہا، اس کے ساتھ ہی خادموں اور دربانوں نے بیک زبان ہو کر بادشاہ کو مشورہ دیا۔

''حضور! اس نوجوان نے اپنا جرم قبول کر لیا ہے اس کے لیے اس کی سزا موت ہونی چاہیے اس کا جرم قابل معافی نہیں ہے!''

مگر بادشاہ نے ان کا مشورہ ماننے سے انکار کر دیا اور شہزادے سے کہنے لگا

''اے نوجوان! تم نے جو جرم کیا ہے اس کی سزا موت ہی ہو سکتی ہے مگر ہمیں تمہاری جوانی پر رحم آتا ہے ہم تمہیں زندہ رہنے کا ایک موقع دیتے ہیں۔۔۔''

''جہاں پناہ! یہ حضور کی رحم دلی اور عالی ظرفی ہے۔۔۔۔۔۔۔میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار رہوں گا۔''

شہزادے نے ممنون ہوتے ہوئے آہستہ سے کہا اس پر بادشاہ بولا

''اگر تم سونے کے محل سے حسین شہزادی کو ہمارے لیے لے آؤ تو ہم تمہاری جان بخشی کر سکتے ہیں اس صورت میں سونے کا گھوڑا بھی تمہیں انعام میں دے دیا جائے گا۔۔۔۔کیا تمہیں ہماری یہ شرط منظور ہے۔۔۔۔؟''

''مجھے منظور ہے۔۔۔۔۔مگر اس کے لیے مجھے مہلت دی جائے تاکہ میں سونے کے محل سے شہزادی کو لا سکوں۔۔۔؟''

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔تمہیں مہلت دی جاتی ہے۔''

اس طرح شہزادہ وہاں سے رخصت ہو کر ایک بار پھر مایوسی کے عالم میں اپنے نئے سفر پر چل دیا اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ سونے کا محل کہاں ہے اور وہ شہزادی کو کیسے لائے گا۔لیکن اب وہ کر بھی کیا سکتا تھا؟ شہزادی کو لائے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔وہ انہی خیالات میں کھویا ہوا چلا جا رہا تھا کہ ایک جگہ پھر اسے لومڑی مل گئی وہ راستے میں ایک جانب یوں بیٹھی ہوئی تھی جیسے اسی کا انتظار کر رہی ہو۔جونہی وہ اس کے قریب گیا لومڑی نے ایک نظر اسے دیکھا اور افسوس کے لہجے میں بولی۔

''تم نے دوبارہ میرے مشورے پر عمل نہیں کیا اور تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ تمہارے سامنے ہے بہتر یہی ہے کہ اب تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیا جائے۔''

''اچھی لومڑی! میں بہت شرمندہ ہوں خدا کے لیے میری مدد کرو۔۔۔۔۔۔میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب تمہارے مشورے کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔۔۔؟!''

شہزادے نے لومڑی کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔ ادھر جب لومڑی نے یہ دیکھا کہ واقعی شہزادہ اپنے کیے پر نادم ہے تو اسے اس پر رحم آ گیا وہ کہنے لگی۔

''اچھا۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں ایک موقع اور دیتی ہوں۔۔۔۔۔''

''میں زندگی بھر تمہارا ممنون رہوں گا''

شہزادہ بڑی عاجزی سے بولا اس پر لومڑی کہنے لگی

''اب میری بات غور سے سنو۔۔۔۔ یہاں سے سفر کرتے ہوئے بالکل سیدھے چلتے جاؤ یہاں تک کہ تم شام کے وقت ایک محل کے قریب پہنچ جاؤ گے۔۔۔۔ جس شہزادی کی تمہیں تلاش ہے وہ اسی محل میں رہتی ہے۔۔۔۔۔ ہر رات جب چاروں طرف خاموشی چھا جاتی ہے تو شہزادی نہانے کے لیے جاتی ہے تم وہاں چھپ کر کھڑے ہو جانا اور جیسے ہی شہزادے تمہارے قریب سے گزرنے لگے، جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا بوسہ لے لینا۔ جب تم ایسا کرو گے تو شہزادی اپنے راستے پر جانے لگے گی مگر۔۔۔۔''

''مگر کیا۔۔۔۔۔؟''

شہزادے نے جلدی سے لومڑی کی بات کاٹ دی۔

''ذرا صبر سے سنو۔۔۔۔۔۔ میں جو کچھ تمہیں بتا رہی ہوں اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔''

لومڑی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

''تم اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ شہزادی کو وہاں سے جانے نہ دینا۔۔۔۔۔ اگر وہ تم سے یہ کہے کہ میں اپنے ماں باپ سے اجازت حاصل کرلوں تو ہرگز اسے جانے نہ دینا ورنہ پہلے کی طرح ایک بار پھر تمہیں پچھتانا پڑے گا۔''

اتنا کہہ کر لومڑی نے اپنی دم پھیلا دی اور شہزادہ اس پر بیٹھ گیا اور پھر لومڑی اسے لے کر دوڑنے لگی۔ اس طرح دوڑتی ہوئی وہ اسے اس کی منزل تک لے گئی۔ جب وہ سونے کے محل کے قریب پہنچ گئے تو لومڑی نے ایک بار پھر اسے تاکید کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھنا۔۔۔۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر پوری طرح عمل کرنا۔۔۔۔۔؟''

''تم بےفکر رہو۔۔۔۔اب میں غلطی نہیں کروں گا''

شہزادے نے جواب دیا اور لومڑی وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔لومڑی کے چلے جانے کے بعد شہزادہ محل کی طرف چلنے لگا اور جب وہاں پہنچا تو ہر چیز کو لومڑی کے کہنے کے مطابق پایا وہ محل میں داخل ہو کر چھپ گیا اور رات کا انتظار کرنے لگا۔۔۔۔پھر جب رات کے ٹھیک بارہ بجے تو اس نے دیکھا کہ شہزادی محل سے نکل کے نہانے کے لیے جانے لگی۔ اس وقت وہ راستے میں چھپا بیٹھا تھا جونہی شہزادی اس کے قریب سے گزرنے لگی، وہ جلدی سے آگے بڑھا اور بڑھ کر اس کا بوسہ لے لیا۔ پھر بولا۔

''شہزادی! میں تمہیں لینے کے لیے آیا ہوں۔۔۔۔۔؟!''

جواب میں شہزادی نے کہا

''میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں مگر مجھے اپنے ماں باپ سے رخصت کی اجازت لے لینے دو۔۔۔۔۔!''

''نہیں ۔۔۔۔تمہیں اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا''

جب اس نے یہ کہا تو شہزادی آنسو بہانے لگی اور اس کے پاؤں پکڑ کر منت کرنے لگی۔

''میں صرف چند لمحوں کے لیے اپنے ماں باپ سے ملنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔۔تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اس کے بعد تمہارے ساتھ چلوں گی۔۔۔۔؟''

شہزادہ پہلے تو انکار کرتا رہا لیکن اس کی منت سماجت اور آنسو دیکھ کر اس کا دل پسیج گیا اور اس نے شہزادی کو جانے کی اجازت دے دی مگر جیسے ہی وہ اپنے ماں باپ کی خوابگاہ میں گئی سوئے ہوئے پہریدار جاگ پڑے اور انہوں نے شہزادے کو دیکھ لیا پھر چند لمحے بعد شہزادہ پہریداروں کے قبضے میں تھا اور اس طرح ایک بار پھر وہ گرفتار ہو چکا تھا۔

جب صبح ہوئی تو پہریداروں نے اسے بادشاہ کے حضور پیش کر دیا۔بادشاہ نے شہزادے سے کہا۔

''اے نوجوان !تم نے ایسا جرم کیا ہے جس کی سزا موت ہے۔۔۔۔!''

جواب میں شہزادے نے زبان سے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے سر جھکائے کھڑا رہا

بادشاہ کو اس کی حالت پر ترس آ گیا اور کہنے لگا

''ہمیں تمہاری جوانی پر رحم آتا ہے مگر صرف ایک شرط پر تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔''

''حضور والا۔۔۔۔۔۔! میں وہ شرط پوری کرنے کے لیے تیار ہوں''

شہزادے نے بدستور سر جھکائے ہوئے جواب دیا جس پر بادشاہ نے کہا

''ہمارے محل کی کھڑکی کے سامنے ایک پہاڑی ہے جس کی وجہ سے باہر کا پورا منظر دکھائی نہیں دیتا۔ تمہاری جاں بخشی کی یہی سبیل ہے کہ تم آٹھ دن کے اندر اندر اس پہاڑی کو کاٹ اور کھود کر وہاں کی زمین ہموار کر دو تا کہ ہم باہر کے پورے منظر سے لطف اندوز ہو سکیں۔ تمہارے بچنے کی یہی ایک صورت ہے۔۔۔۔۔؟''

اگر چہ شہزادے کے لیے یہ کام مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا لہٰذا وہ مجبور تھا۔ اگر وہ یہ شرط پوری کرنے کی ہامی نہ بھرتا تو پھر موت کے منہ میں جانا یقینی تھا۔ اس لیے اس نے عرض کیا۔

''مجھے منظور ہے۔۔۔۔۔۔ میں شرط پوری کرنے کی کوشش کروں گا''

بادشاہ نے اسی وقت شہزادے کو آٹھ دن کی مہلت دے دی اور شاہی خادم اسے پہاڑی کے پاس لے گئے تا کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

شہزادے نے کدال لیا اور پہاڑی کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ آٹھ دن کے اندر اندر پہاڑی کو کاٹ اور کھود کر ہموار نہیں کر سکتا اس کے باوجود اس نے ہمت نہ ہاری اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دن رات مسلسل

اپنے کام میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ اس طرح کام کرتے ہوئے اسے سات دن اور سات راتیں گزر گئیں مگر ابھی تک پہاڑی کا تھوڑا سا حصہ ہی وہ کھود سکا تھا۔ اس کی مہلت میں صرف ایک دن اور ایک رات باقی تھی اور پہاڑی جوں کی توں کھڑی تھی۔۔۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر شہزادہ مایوس ہو گیا۔ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''ساری محنت ضائع ہو گئی۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔ اب موت یقینی ہے''

شام کے وقت اس نے بالکل ہی ہمت ہار دی تھی اور نا امید ہو کر اداس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک طرف سے اس کی دوست لومڑی آ گئی اس نے اسے قدر مایوس دیکھا تو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی۔

''تم نے ایک بار پھر میرے مشورے پر عمل نہیں کیا اور ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہو بہر صورت مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ خدا بڑا کار ساز ہے۔''

پھر وہ بڑی ہمدردی سے بولی

''تم بہت تھکے ہوئے ہو رات ہو رہی ہے سو جاؤ۔۔۔۔ میں تمہاری جگہ کام کرتی ہوں''

شہزادہ ایک تو سات دن اور سات راتوں سے مسلسل کام کرتے کرتے نڈھال ہو چکا تھا اور دوسرا اب اسے امید بھی نہیں رہی تھی اس لیے وہ ایک طرف زمین پر لیٹ گیا اور تھوڑی دیر میں گہری نیند سو گیا۔

صبح جب شہزادے کی آنکھ کھلی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں پہاڑی غائب

ہو چکی تھی اور اس کی جگہ ہموار زمین نظر آ رہی تھی چند لمحوں تک تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا وہ بار بار پھٹی پھٹی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا مگر اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔۔۔؟ آخر اسے یقین کرنا ہی پڑا کیونکہ یہ سب کچھ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر یہ نہ ہونے والی بات پہلی بار نہیں ہوئی تھی اس سے پہلے بھی لومڑی نے کئی ایسے کارنامے انجام دیئے تھے جو ناقابل یقین تھے۔

آخر شہزادہ اٹھا اور خوشی خوشی بادشاہ کے پاس گیا اور باادب ہو کر عرض کی۔

''حضور! میں نے آپ کی شرط پوری کر دی ہے، اب شہزادی مجھے عطا کر دی جائے۔۔۔!''

اس کی بات سن کر بادشاہ کو بھی یقین نہیں آیا تھا لیکن خادموں نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی اور خود بادشاہ نے بھی کھڑکی میں سے دیکھ لیا کہ پہاڑی غائب ہو چکی ہے اور اس کی بجائے ہموار زمین نظر آ رہی ہے واقعی پہاڑی ختم ہو چکی تھی یہ دیکھ کر بادشاہ بہت خوش ہوا اس نے شہزادے کو شاباش دیتے ہوئے کہا۔

''اے نوجوان! ہم تمہاری ہمت سے بہت خوش ہوئے تم نے اپنی شرط پوری کر دی اور اب ہم بھی اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے شہزادی تمہارے سپرد کرتے ہیں۔''

چنانچہ شہزادے کو شہزادی مل گئی اور وہ اسے لے کر وہاں سے چل دیا ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ اس کے سامنے لومڑی آئی اور شہزادے کو کہنے لگی۔

''تم نے اچھا کیا'' شہزادی کو لے آئے مگر یہ بات یاد رکھنا کہ سونے کا گھوڑا صرف شہزادی کے ساتھ ہی جا سکے گا اس کے بغیر اس کو لے جانا ممکن نہ ہو گا۔

لومڑی کی یہ بات سن کر شہزادے نے پوچھا

''یہ تو اور بھی اچھا ہے لیکن یہ سب کیسے ہو سکے گا۔۔۔؟''

''اگر تم میری بات غور سے سنو اور اس پر عمل بھی کرو تو یہ بھی بہت جلد ہو جائے گا۔''

''وہ کیسے۔۔۔۔؟'' مجھے بتاؤ، اب میں تمہاری ہر بات پر عمل کروں گا؟

شہزادہ بے تابی سے بولا جس کے جواب میں لومڑی نے کہا

''جب تم اس بادشاہ کے پاس جاؤ جس کے پاس سونے کا گھوڑا ہے اور جس نے تمہیں سونے کے محل سے شہزادی لانے کے لیے بھیجا تھا، تو وہ تم سے پوچھے گا کیا تم شہزادی لے آئے ہو؟ جواب میں تم کہنا۔۔۔۔ ہاں، یہ رہی شہزادی وہ جب شہزادی کو اپنے سامنے دیکھے گا تو بہت خوش ہو گا اور اسی وقت سونے کا گھوڑا منگوائے گا تاکہ تمہیں تحفے میں دے جب گھوڑا آ جائے تو تم اس پر سوار ہو جانا اور گھوڑے کی پشت پر بیٹھے بیٹھے رخصتی کے لیے لوگوں سے ہاتھ ملانا۔ دوسروں سے ہاتھ ملانے کے بعد سب سے آخر میں شہزادی سے بھی اس طرح ہاتھ ملانا جیسے تم اسے خدا حافظ کہہ رہے ہو۔ جونہی شہزادی تم سے ہاتھ ملائے، انتہائی پھرتی سے شہزادی کو اٹھا کر اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کر لینا اور پھر گھوڑے کو جس قدر تیز دوڑا سکو، دوڑاتے ہوئے وہاں سے ہوا ہو جانا۔ اس طرح اگر وہ تمہارا پیچھا بھی کریں گے تو تمہیں پکڑ نہ پائیں گے کیونکہ سونے کا گھوڑا آندھی سے بھی زیادہ تیز دوڑتا ہے اور کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

’’تمہارے مشورے کا شکریہ۔۔۔۔۔۔ میں ایسا ہی کروں گا‘‘

شہزادے نے لومڑی کا شکریہ ادا کیا اور شہزادی کو لے کر اس بادشاہ کی طرف روانہ ہوگیا جس کے پاس سونے کا گھوڑا تھا اور جس نے اسے شہزادی لانے کے لیے بھیجا تھا۔

اور پھر۔۔۔۔۔ جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس نے چھوٹتے ہی دریافت کیا۔

’’اے نوجوان! کیا تم سونے کے محل سے شہزادی لے آئے؟‘‘

جواب میں شہزادہ بولا

’’حضور والا! شہزادی حاضر ہے‘‘

یہ کہہ کر اس نے شہزادی کو پیش کر دیا جیسے ہی بادشاہ نے شہزادی کو دیکھا اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کہنے لگا

’’اے نوجوان ہم تمہاری بہادری سے بہت خوش ہیں۔‘‘

اور اس کے ساتھ ہی اس نے خادموں کو حکم دیا

’’سونے کا گھوڑا لا کر اسی وقت نوجوان کے سپرد کر دیا جائے۔‘‘

حکم کی دیر تھی کہ اسی وقت سونے کا گھوڑا حاضر تھا جیسے ہی گھوڑا لا کر شہزادے کے سپرد کیا گیا اس نے جھک کر بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور لپک کر اس پر سوار ہوگیا۔ پھر وہ گھوڑے کی پشت پر بیٹھے ہی بیٹھے لوگوں سے رخصتی کے لیے ہاتھ ملانے لگا سب سے آخر میں اس نے قریب کھڑی شہزادی کی طرف یوں ہاتھ بڑھایا جیسے اس سے

بھی رخصت ہو رہا ہو۔۔۔۔ دوسری طرف شہزادی بھی اپنی جگہ تیار کھڑی تھی چنانچہ جونہی شہزادے نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اس نے بڑی تیزی سے اٹھا کر گھوڑے پر سوار کر لیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑا دوڑاتا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ یہ سب کچھ شہزادے نے پلک جھپکتے میں اس تیزی سے کیا کہ تمام لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اور شہزادہ شہزادی کو لے کر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

جس طرح لومڑی نے کہا تھا ویسے ہی شہزادے نے کیا تھا اور اب وہ شہزادی کو سونے کے گھوڑے پر بٹھائے سرپٹ چلا جا رہا تھا راستے میں ایک جگہ اسے لومڑی ملی اور اس سے کہنے لگی۔

''تم نے سب کام ٹھیک کیا ہے۔۔۔۔ لیکن ابھی تمہارا کام ختم نہیں ہوا ہے۔۔۔۔''

''میں جانتا ہوں، ابھی مجھے سونے کا پرندہ لانا ہے؟''

شہزادہ جواب میں بولا جس پر لومڑی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

''جب تم اس محل میں جاؤ گے جہاں سونے کا پرندہ ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ میں اور شہزادی دونوں محل کے دروازے پر ٹھہر جائیں گے اور تم گھوڑے پر سوار اندر چلے جانا اندر جا کر بادشاہ سے کہنا ہے میں سونے کا گھوڑا لے آیا ہوں جب وہ یہ دیکھ لے گا کہ گھوڑا اصلی ہے تو وہ سونے کا پرندہ منگوائے گا تا کہ تمہیں دے جب پرندہ تمہارے ہاتھ میں آ جائے تو تم جس قدر جلد ہو سکے گھوڑے پر سوار ہو جانا اور گولی کی سی تیزی سے ہم تک پہنچ جانا اور پھر شہزادی کو ساتھ لے کر وہاں سے نکل

جانا۔''

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔میں ایسے ہی کروں گا''

شہزادے نے لومڑی کو جواب دیا اور تینوں اس محل کے دروازے پر پہنچ گئے جہاں سونے کا پرندہ تھا اور جہاں کے بادشاہ نے اسے سونے کا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ محل کے پاس پہنچے تو لومڑی اور شہزادی دونوں محل کے دروازے پر ٹھہر گئیں اور شہزادہ گھوڑے پر سوار محل کے اندر چلا گیا۔ اندر جا کر وہ گھوڑے سے اترا اور بادشاہ کو آداب بجالا کر بولا۔

''عالی جاہ! آپ کے حکم کے مطابق سونے کا گھوڑا حاضر ہے۔۔۔۔!''

بادشاہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو واقعی سونے کا گھوڑا اس کے سامنے کھڑا تھا یہ دیکھ کر اسے حیرانی بھی ہوئی اور خوشی بھی۔

''اے نوجوان! مابدولت تمہاری بہادری پر بہت خوش ہوئے ہیں''

بادشاہ نے انتہائی طور پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی تعریف کی اور اس کے ساتھ ہی شاہی خادموں کو حکم دیا۔

''سونے کا پرندہ فوراً حاضر کیا جائے!''

اور جیسے ہی خادم سونے کا پرندہ لائے اس نے شہزادے کے سپرد کرتے ہوئے کہا۔

''بہادر نوجوان! تم نے ہماری شرط پوری کر دی ہے وعدے کے مطابق ہم تمہیں سونے کا پرندہ دیتے ہیں۔''

بادشاہ تو سونے کا گھوڑا دیکھ کر پھولا نہ سمارہا تھا مگر شہزادہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا جیسے ہی اسے سونے کا پرندہ دیا گیا، اس نے اسے قابو میں کیا اور پلک جھپکتے میں سونے کے گھوڑے پر دوبارہ سوار ہو کر اسے دوڑاتا ہوا چل نکلا۔ آگے محل کے دروازے پر لومڑی اور شہزادی تیار کھڑی تھیں، اس نے وہاں پہنچ کر دونوں کو ساتھ لیا اور گھوڑا آندھی کی طرح دوڑنے لگا اس نے بادشاہ اور اس کے خادموں کو سوچنے سمجھنے کی اتنی مہلت ہی نہ دی تھی کہ وہ اس کا پیچھا کر سکتے۔ اس طرح وہ شہزادی کے ساتھ سونے کا گھوڑا اور سونے کا پرندہ بھی لے آیا۔ ابھی شہزادہ اپنے شہر سے بہت دور ہی تھا کہ لومڑی نے اس سے کہا۔

''تم جس مہم پر گئے تھے اس میں کامیاب ہو کر لوٹے ہو۔ تمہاری جو تمنا تھی وہ پوری ہوگئی۔''

''یہ سب تمہاری مدد سے ہوا ہے۔۔۔۔ میں ہمیشہ تمہارا شکر گزار رہوں گا''

شہزادے نے ممنون ہوتے ہوئے کہا۔۔۔۔ اس پر لومڑی بولی

''اب میں اسی مدد کے صلے میں تم سے اپنا انعام چاہتی ہوں۔۔۔۔۔؟''

''میں حاضر ہوں۔۔۔۔ تم خود ہی مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیا انعام چاہیے۔۔۔۔؟''

شہزادے نے اس سے دریافت کیا جس پر لومڑی نے جواب دیا

''میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ تم اس صلے میں مجھے قتل کر دو اور اس کے بعد میرا سر اور دم دونوں کاٹ کر الگ کر دینا۔۔۔۔ یہی میرا انعام

ہے۔۔۔۔؟!‘‘

’’کیا کہا۔۔۔۔۔؟تمہیں قتل کر دوں۔۔۔۔۔؟‘‘

شہزادہ لومڑی کی یہ عجیب وغریب بات سن کر حیران رہ گیا اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کس قسم کا انعام ہے اور لومڑی کیسی درخواست کر رہی ہے۔۔۔۔؟ اس نے قدم قدم پر میری مدد کی اور مجھے مشکلات میں سے نکال کر میری جان بچائی اور اب میں اسے قتل کر دوں۔۔۔۔؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔؟ اس کے احسان کا بدلہ چکانے کا یہ کونسا طریقہ ہے۔۔۔۔؟ یہی کچھ سوچتے ہوئے وہ تعجب سے لومڑی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

’’یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔؟ تم نے مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں اور میں تمہارے ساتھ یہ سلوک کروں۔۔۔۔؟ نہیں، ہرگز نہیں۔۔۔۔۔میں یہ کبھی نہیں کر سکتا۔‘‘

’’مگر میری خواہش یہی ہے کہ تم مجھے قتل کر کے میرا سر اور دم کاٹ کر الگ کر دو۔ میں تم سے ایک بار پھر التجا کرتی ہوں کہ میری تمنا پوری کر دو۔۔۔۔۔؟‘‘

لومڑی نے منت کی لہجے میں کہا لیکن شہزادے نے ایسا کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ کہنے لگا۔

’’میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں‘‘

’’اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں‘‘

لومڑی یہ کہہ کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی اور پھر کہنے لگی

''بہر صورت میں جاتے جاتے تمہیں ایک اور اچھا مشورہ دیتی ہوں میری بات غور سے سننا ورنہ ایک بار پھر پچھتاؤ گے!''

''میں تمہاری نصیحت پر ضرور عمل کروں گا''

شہزادہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا جواب میں لومڑی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔پہلی یہ کہ کسی کو پھانسی کے پھندے سے کبھی نہ بچانا اور دوسری یہ کہ کبھی کسی کنوئیں کے کنارے پر نہ بیٹھنا۔۔۔!''

لومڑی نے یہ کہا اور وہاں سے بھاگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔

عجیب وغریب جانور ہے۔۔۔۔کیسی باتیں کہہ گئی ہے۔۔۔۔

شہزادے نے شہزادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہ پھر سے اپنے سفر پر چل دیئے۔

اس وقت شہزادے کے ساتھ شہزادی تھی، وہ سونے کے گھوڑے پر سوار تھا اور ساتھ ہی سونے کا پرندہ بھی تھا دل ہی دل میں خوش بھی ہو رہا تھا کہ اس کا باپ سونے کا پرندہ دیکھے گا تو بہت خوش ہوگا۔۔۔اس کے ساتھ سونے کا گھوڑا اور شہزادی دیکھ کر تو وہ نہال ہو جائے گا یہی کچھ سوچتا ہوا وہ اپنے شہر کی طرف چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ اسی گاؤں میں پہنچ گیا جہاں اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو چھوڑا تھا جب وہ اس گاؤں میں داخل ہوئے تو دیکھا، ایک جگہ بہت بڑا ہجوم تھا ار لوگ شورو

غوغا کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر شہزادے کو بڑا تعجب ہوا اس نے لوگوں سے دریافت کیا۔

''کیا معاملہ ہے۔۔۔۔۔؟ یہ اس قدر لوگ کیوں جمع ہیں اور یہ شور کیسا ہے۔۔۔؟''

جواب میں بعض لوگوں نے اسے بتایا کہ

''دو بدمعاشوں کو پھانسی دی جانے والی ہے اس لیے یہ لوگ جمع ہیں''

پھر جیسے ہی وہ لوگوں کو ادھر ادھر کرتا ہوا ان کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ جن دو بدمعاشوں کو پھانسی دی جانے والی تھی، وہ اس کے بھائی تھے جو اس دوران میں رہزن بن گئے تھے اس نے لوگوں سے دریافت کیا۔

''کیا کوئی ایسی سبیل ہے جو ان کو موت سے بچایا جا سکے؟''

جواب میں لوگ کہنے لگے

''ان کو موت سے بچانے کے لیے ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تمہارے پاس جس قدر دولت ہے ان دو بدمعاشوں پر خرچ کر دو اور ان کی آزادی خرید لو۔۔۔!''

یہ سن کر شہزادے کو امید وہ گئی

''مگر تم ان بدمعاشوں اور ڈاکوؤں پر اپنی دولت کیوں خرچ کرنا چاہتے ہو۔۔۔؟''

کسی نے اس سے سوال کیا لیکن اس کے پاس اس سوال کا جواب دینے کا وقت

نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس وقت کچھ سوچنا چاہتا تھا اس نے بغیر کسی تاخیر کے اپنی وہ تمام دولت ڈھیر کر دی جو اس کے پاس تھی اور کہا۔

''لو میری ساری دولت حاضر ہے اب انہیں رہا کر دو۔۔۔۔۔!''

چنانچہ اس کے دونوں بھائیوں کو رہا کر دیا گیا اور اس طرح وہ دونوں موت کے منہ میں جانے سے بچ گئے دونوں بھائیوں نے احسان مند نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا

''بھائی ہم تمہارے بڑے شکر گزار ہیں۔۔۔۔۔تم نے ہماری جان بچا دی''

''اس میں شکریہ کی کیا بات ہے یہ تو میرا فرض تھا میری دولت تمہاری جان سے زیادہ قیمتی نہیں ہے''

اس نے دونوں بھائیوں کو ساتھ لیا اور سب اپنے شہر کی طرف چل دیئے۔

سفر کرتے کرتے آخر وہ اسی جنگل میں پہنچ گئے جہاں انہیں لومڑی ملی تھی اس وقت موسم بہت گرم تھا اور وہ سفر کرتے کرتے تھک بھی چکے تھے اس لیے جب وہ وہاں پہنچے تو درختوں کے سائے میں انہیں بڑا سکون حاصل ہوا اس جگہ قریب ہی ایک کنواں تھا شہزادے کے بھائی کہنے لگے۔

''بہت تھک چکے ہیں یہاں کچھ دیر کے لیے رک جاؤ۔۔۔۔کچھ کھا پی لیتے ہیں اور ستا بھی لیں گے؟''

''ہاں۔۔۔۔ٹھیک ہے''

شہزادے نے بھی تائید کی اس وقت وہ یہ بالکل بھول چکا تھا کہ لومڑی نے اسے

کیا نصیحت کی تھی وہ سب گھوڑوں سے اترے اور درختوں کے سائے میں بیٹھ گئے شہزادے نے پاس ہی کنواں دیکھا تو ٹھنڈی فضا دیکھ کر اس کے کنارے پر بیٹھ گیا اور اس طرح سب وہاں بیٹھ کر سستانے لگے۔

شہزادہ اپنے دھیان میں بیٹھا ہوا تھا اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ لومڑی نے اسے کیا نصیحت کی تھی وہ نہ جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اتنے میں اس کے دونوں بھائی آہستہ سے اٹھے اور انہوں نے پلک جھپکتے میں شہزادے کو دھکا دے کر کنوئیں میں گرا دیا اس کے بعد انہوں نے جلدی جلدی اپنے اپنے گھوڑوں کو تیار کیا اور شہزادی، سونے کا پرندہ اور سونے کا گھوڑا لے کر اپنے شہر کی طرف چل دیئے جواب زیادہ دور نہیں تھا۔

جب وہ اپنے محل میں پہنچے تو ان کا باپ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا انہوں نے بادشاہ کو بتایا کہ۔

''سونے کا پرندہ، سونے کا گھوڑا اور شہزادی کو وہ اپنی بہادری سے حاصل کر کے لائے ہیں۔۔۔یہ سب کچھ ان کی کوشش کا نتیجہ ہے۔''

بادشاہ نے جب یہ سنا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اس نے شہر میں جشن منانے کا اعلان کر دیا اس کے ساتھ ہی دونوں شہزادوں کی خیریت اور کامیابی کے ساتھ واپسی کی خوشی میں ایک شاندار شاہی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔

ایک طرف تو اس طرح خوشیاں منائی جا رہی تھیں اور دوسری جانب ہوا یہ کہ سونے کے گھوڑے نے کچھ کھانے پینے سے انکار کر دیا، سونے کے پرندے نے

بولنا اور گانا بند کر دیا اور شہزادی محل میں اپنے کمرے میں بند ہو گئی اس نے کسی سے بات چیت تک نہ کی اور رو رو کر اپنا برا حال کر لیا۔ پہلے تو بادشاہ نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی لیکن بعد میں وہ بڑا حیران ہوا کہ۔

''سونے کا گھوڑا کچھ کھاتا پیتا کیوں نہیں۔۔۔۔۔؟!''

''سونے کا پرندہ بولتا اور گاتا کیوں نہیں۔۔۔۔؟!''

اور یہ کہ

''شہزادی اس طرح مسلسل رو کیوں رہی ہے۔۔۔۔؟!''

وہ جوں جوں سوچتا اور الجھ جاتا۔۔۔ اپنی جگہ حیران بھی ہو رہا تھا اور پریشان بھی تھا اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔

دوسری جانب چھوٹا شہزادہ جس کو اس کے دونوں بھائی کنوئیں میں پھینک آئے تھے وہ مرا نہیں تھا خوش قسمتی سے کنوئیں میں پانی بہت کم تھا جس کی وجہ سے شہزادہ کائی میں گرا اور اس طرح اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا لیکن کنوئیں سے باہر آنے کی کوئی سبیل بھی نظر نہ آئی اس نے بہت کوشش کی مگر اسے کامیابی نہ ہو سکی جب وہ اپنی کوشش کے باوجود کنوئیں سے باہر نہ نکل سکا تو مایوس ہو کر اپنے آپ کو اپنے مقدر پر چھوڑ دیا تاہم وہ بالکل ہی مایوس نہ ہوا تھا بلکہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ۔۔۔

''اب کیا کروں۔۔۔۔؟ کیسے کنوئیں سے باہر نکلوں۔۔۔۔؟''

بیٹھا ہوا اسی شش و پنج میں گرفتار تھا کہ اچانک اس نے اوپر دیکھا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔۔۔۔ اوپر کنوئیں کے کنارے پر اسکی پرانی دوست لومڑی

کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جب شہزادے نے اس کی طرف دیکھا تو وہ اسے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

''تم نے ایک بار پھر میری نصیحت پر عمل نہیں کیا اور اس حال کو پہنچے ہو۔۔۔۔۔؟''

جواب میں شہزادے نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھی لومڑی۔۔۔۔۔۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ کاش! میں تمہاری ہدایت پر عمل کرتا۔''

''تم بہت بیوقوف ہو۔۔۔۔ مگر میں تمہیں اس حالت میں چھوڑ بھی نہیں سکتی۔''

لومڑی نے اتنا کہہ کر بڑے افسوس سے شہزادے کی طرف دیکھا اور پھر چند لمحوں بعد بولی۔

''لو، میں اپنی دم کنوئیں میں لٹکاتی ہوں، تم اسے مضبوطی سے پکڑ لو''

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی دم کنوئیں میں لٹکا دی جسے شہزادی نے مضبوطی سے تھام لیا اس کے بعد لومڑی نے اپنی پوری طاقت صرف کر کے شہزادے کو کنوئیں سے باہر کھینچ لیا جب وہ کنوئیں سے باہر آ گیا تو لومڑی کہنے لگی۔

''یاد رکھو، ابھی تم خطرے سے باہر نہیں ہو۔۔۔۔۔۔ تمہاری جان خطرے میں ہے۔''

پھر وہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولی

''تمہارے بھائیوں کو اس بات کا یقین ہے کہ تم مرے نہیں بلکہ زندہ ہو اس لیے انہوں نے اپنے سپاہیوں سے جنگل کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے انہوں نے اپنے سپاہیوں کو یہ حکم دے رکھا ہے کہ جیسے ہی تمہیں دیکھیں، ہلاک کر دیں۔''

''پھر مجھے کیا کرنا چاہیے۔۔۔؟''

اس نے لومڑی سے دریافت کیا جس پر لومڑی نے کہا

''تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم بھیس بدل کر جاؤ۔۔۔اس طرح تمہیں کوئی پہچان نہ سکے گا۔''

''تمہارا مشورہ صحیح ہے۔۔۔۔میں ایسا ہی کروں گا''

چنانچہ لومڑی کے جانے کے بعد شہزادہ شہر کی طرف چل دیا۔ راستے میں اس نے ایک غریب آدمی کو دیکھا تو اسے اپنا قیمتی لباس دے کر اس سے اس کے پھٹے پرانے کپڑے لے لیے اس طرح اس نے پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑے پہن کر اور اپنے بال بکھیر کر اپنا حلیہ بدل لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے راستے میں کوئی بھی پہچان نہ سکا اور وہ شہر پہنچ گیا۔ شہر میں بھی کوئی اندازہ نہ کر سکا کہ وہ چھوٹا شہزادہ ہے اور وہ شاہی محل میں جا پہنچا۔۔۔۔جیسے ہی وہ محل کے دروازے میں داخل ہوا عین اس وقت سونے کے گھوڑے نے چارہ کھانا شروع کر دیا، سونے کا پرندہ گانے لگا اور شہزادی نے رونا بند کر دیا۔۔۔۔۔ادھر جب بادشاہ کو پتا چلا کہ گھوڑے نے چارہ کھانا شروع کر دیا ہے، پرندہ گانے لگا ہے اور شہزادی رونے کی بجائے مسکرانے لگی ہے تو اسے بڑا تعجب ہوا وہ شہزادی کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا۔

''اس کا کیا مقصد ہے۔۔۔۔؟ تم نے یکا یک رونا بند کر کے مسکرانا شروع کر دیا ہے؟''

جواب میں شہزادی بولی

''پتا نہیں مجھے کیا ہوا ہے کہاں تو میں اس قدر اداس اور غمگین تھی اور کہاں میں انتہائی مسرت محسوس کر رہی ہوں۔۔۔۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرا سچا پیار آ گیا ہے۔''

یہ سن کر بادشاہ اور بھی حیران ہوا اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

'' تمہاری یہ بات سمجھ میں بالکل نہیں آئی صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔۔؟''

جواب میں شہزادی نے بادشاہ کو پوری داستان سنائی اور بتایا کہ کس طرح چھوٹا شہزادہ اسے، پرندے کو اور گھوڑے کو لایا۔ اس نے کس طرح اپنے بھائیوں کی جان بچائی اور کس طرح دونوں بھائیوں نے اسے کنوئیں میں پھینک دیا وہ اسے ساتھ لے آئے اور اپنی بہادری کے جھوٹے قصے بیان کیے۔۔۔۔

''مگر تم نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی۔۔۔؟''

بادشاہ نے شہزادی سے پوچھا

''حضور! دونوں بڑے بھائیوں نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے یہ راز کسی کو بتا دیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔۔۔!''

یہ سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ

''اس وقت محل میں جتنے لوگ ہیں ان سب کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔۔۔۔۔!''

جونہی بادشاہ نے یہ حکم دیا اس کے ساتھ ہی محل میں موجود تمام لوگوں کو حاضر کر دیا گیا ان میں پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس چھوٹا شہزادہ بھی تھا جسے کوئی نہ پہچان سکا مگر شہزادی اسے دیکھتے ہی پہچان گئی تھی وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گئی یہ دیکھ کر دربار میں ہر شخص حیران رہ گیا لیکن جب انہیں اصل بات کا علم ہوا تو سب کو چھوٹے شہزادے پر بہت رحم آیا۔بادشاہ کو بھی اپنے چھوٹے بیٹے کی حالت دیکھ کر افسوس ہو رہا تھا وہ غصے میں بولا۔

''دونوں بڑے شہزادوں نے جو ظلم کیا ہے، اس کی سزا موت ہے''

لہٰذا حکم کے مطابق دونوں کو پھانسی دے دی گئی اور چھوٹے شہزادے کی شہزادی سے شادی کر دی گئی اور اسے تخت کا وارث بنا دیا گیا۔

''لیکن اس لومڑی کا کیا ہوا۔۔۔۔۔؟''

شہزادے کو محل میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا ایک روز اتفاق سے شہزادہ شکار کے لیے گیا شہزادی بھی اس کے ساتھ تھی وہ شکار کی تلاش میں اسی جنگل میں گھوم رہے تھے کہ اسے اس کی پرانی دوست اور محسن لومڑی مل گئی لومڑی نے شہزادے سے کہا۔

''شہزادے! تمہاری ساری تمنائیں پوری ہو گئی ہیں تم جو چاہتے تھے تمہیں مل گیا مگر میری بدقسمتی اسی طرح میرے ساتھ رہے۔۔۔۔۔!''

''میں تمہارا احسان مند ہوں مجھے بتاؤ میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں۔۔۔۔۔؟''

شہزادے نے دریافت کیا جس پر لومڑی نے کہا

''یہ صرف تمہاری طاقت میں ہے کہ مجھے میری بدقسمتی سے نجات دلا سکتے ہو۔۔۔''

''مگر وہ کیسے۔۔۔۔؟''

شہزادے نے سوال کیا جواب میں لومڑی آنسو بہاتے ہوئے بولی

''اس کی صرف ایک ہی صورت ہے۔۔۔۔۔تم مجھ پر مہربانی کرو، میری دم اور سر کاٹ کر تن سے جدا کر دو۔۔۔۔!''

شہزادے نے پہلے کی طرح اس بار بھی ایسا کرنے سے انکار کر دیا مگر لومڑی نے بڑی منت سماجت کی اور آخر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا۔۔۔اس نے تلوار نکالی اور اپنی مرضی کے خلاف لومڑی کا سر اور دم تن سے جدا کر دیئے۔۔۔۔۔

''لیکن یہ کیا۔۔۔۔؟''

جیسے ہی اس نے لومڑی کی دم اور سر جدا کیا وہ حیرت زدہ ہو کر رہ گیا اس نے دیکھا یکایک لومڑی آدمی کے روپ میں بدل گئی اس کے سامنے ایک حسین و جوان شہزادہ کھڑا مسکرا رہا تھا جیسے ہی اس نوجوان کو شہزادی نے دیکھا وہ دیوانہ وار بھاگتی ہوئی اس سے جا لپٹی

''میرے بھائی!''

یہ نوجوان شہزادی کا بھائی تھا جو برسوں پہلے غائب ہو گیا تھا ایک بد طینت پری نے اس پر جادو کر کے اسے لومڑی بنا دیا تھا وہ جادو کے اثر سے صرف اسی صورت میں آزاد ہو سکتا تھا جب کوئی ایسا شخص اس کی دم اور سر کاٹتا جو سونے کا پرندہ لانے میں کامیاب ہوتا۔۔۔۔شہزادہ وہ پرندہ لے آیا تھا اس لیے اس پر جادو کا اثر ختم ہو گیا تھا اور وہ پھر سے اپنے اصل روپ میں آ کر اپنی بہن سے مل گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

چار ہنر مند

(The Four Craftsman)

کسی جگہ ایک آدمی رہتا تھا جو بہت غریب تھا اور مشکل ہی سے اس کی گزر بسر ہوتی تھی اس آدمی کے چار بیٹے تھے اور چاروں جوان تھے مگر وہ سب کے سب بیکار تھے کوئی کام کاج کرنے کی بجائے صرف ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے تھے اس طرح وہ اپنے باپ کے لیے بوجھ بنے ہوئے تھے جب ان کا باپ ان کی مسلسل بیکاری سے تنگ آ گیا تو ایک روز چاروں کو اپنے پاس بلا کر کہنے لگا۔

''میرے بیٹو! مجھ میں جب تک ہمت تھی میں محنت مزدوری کرتا رہا اور تمہارا پیٹ پالتا رہا لیکن اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری ہمت جواب دے چکی ہے۔۔۔۔''

چاروں بیٹے خاموشی سے اپنے باپ کی بات سن رہے تھے اور بوڑھا کہہ رہا تھا۔

''تمہیں دینے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ خدا کی وسیع دنیا میں جاؤ اور اپنی قسمت آزمائی کرو۔''

اتنا کہہ کر اس نے باری باری چاروں بیٹوں کی طرف دیکھا جو اس وقت سر جھکائے چپ چاپ بیٹھے تھے۔اس نے انہیں نصیحت کے انداز میں کہا۔

''میرا خیال ہے تم لوگوں کو کوئی ہنر سیکھنا چاہیے۔ چاروں جاؤ اور الگ الگ کوئی ایسا ہنر سیکھو جس سے تم دنیا میں ترقی کر سکو۔۔۔ جاؤ اور اب اپنی دنیا خود بناؤ۔۔۔!''

چاروں بیٹوں نے باپ کی بات سنی اور کچھ سوچ میں پڑ گئے پھر وہ ایک ساتھ بولے

''ابا جان۔۔۔ہم آپ کی نصیحت پر عمل کریں گے''

یہ کہہ کر چاروں بھائیوں نے اپنا اپنا مختصر سامان باندھا پھر اپنی اپنی گٹھری کندھے پر رکھی اور چھڑی ہاتھ میں لے کر چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔

''خدا حافظ! ابا جان خدا حافظ!''

اس طرح چاروں بھائی گھر سے رخصت ہو کر اپنی اپنی قسمت آزمائی کرلیے چل نکلے اور چاروں ایک ساتھ سفر پر چلے جا رہے تھے انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں جانا ہے اور کدھر جانا چاہیے۔۔۔۔؟ لیکن وہ پھر بھی اپنے سفر پر رواں دواں تھے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں راستہ چار مختلف راہوں میں بدل گیا تھا۔ یہ چاروں راہیں الگ الگ ملکوں کی سمت جاتی تھیں۔ وہاں پہنچ کر چاروں بھائی رک گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

''چار راستے ہیں اور ہم چار بھائی ہیں ہمیں ایک ایک راستے کا انتخاب کرنا چاہیے۔''

وہ تھوڑی دیر تک وہاں کھڑے سوچتے رہے۔۔۔۔۔آخر بڑا بھائی بولا۔

''اب ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہیے۔۔۔شاید ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔۔ہمارے لیے یہی بہتر ہوگا''

دوسرے تینوں بھائیوں نے بھی اس کی تائید کی۔۔۔۔۔۔۔۔یہ دیکھ کر بڑے بھائی نے کہا

''ایک بات یاد رکھو۔۔۔آج سے ٹھیک چار سال بعد ہم سب کو اسی چوراہے پر آ کر ملنا ہے اس دوران میں ہم میں سے ہر کوئی اپنی قسمت آزمائے اور کوئی نہ کوئی ہنر سیکھے۔مگر وہ چاہے کہیں بھی ہو،ٹھیک چار سال کے بعد اسی جگہ پہنچ جائے اسی طرح ہم چاروں پھر سے مل جائیں گے۔''

بڑے بھائی کی یہ تجویز سب بھائیوں کو پسند آئی اور وہ کہنے لگے

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔اس طرح ہم سب ایک ساتھ واپس گھر جا سکیں گے ہم ایک ساتھ گھر سے آئے ہیں اور ہمیں اکٹھے ہی واپس جانا چاہیے ہمیں ایک ساتھ دیکھ کر باپ کو زیادہ خوشی ہوگی۔''

اس کے بعد چاروں بھائی آپس میں گلے ملے،ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور پھر ان میں سے ہر ایک الگ راستے پر چل دیا۔

سب سے پہلے بڑے بھائی کی سنئے وہ بڑی تیزی سے اپنے راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اسے ایک آدمی ملا جو اس سے پوچھنے لگا۔

''تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟ اس قدر تیزی سے جانے کا کیا

متقصد ہے۔۔۔۔۔؟"

جواب میں نوجوان نے بتایا

"میں دنیا میں اپنی قسمت آزمانے کے لیے جارہا ہوں۔۔۔۔!"

"اس سے تمہارا کیا متقصد ہے۔۔۔۔۔؟"

اس آدمی نے دریافت کیا جس پر نوجوان نے جواب دیا

"میں کوئی ہنر یا تجارت سیکھ کر اپنی قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہوں"

"اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔ میں تمہیں ایک ہنر سکھاؤں گا"

"مگر وہ ہنر ہے کیا۔۔۔؟"

نوجوان کے اس سوال پر آدمی بڑے اطمینان سے بولا

"میں تمہیں یہ سکھاؤں گا کہ ایک ماہر اور چالاک چور کیسے بنا جاتا ہے۔۔۔۔ میں تمہیں چوری کا ایسا ہنر سکھادوں گا جو آج تک کسی چور نے نہ سیکھا ہوگا۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں یہ ہنر نہیں سیکھنا چاہتا۔۔۔۔"

نوجوان جلدی سے بول پڑا

"چوری اچھا ہنر نہیں ہے اس کا نتیجہ آخر کار پھانسی کا پھندا ہوتا ہے میں چوری کا ہنر سیکھ کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

"اوہ نہیں۔۔۔۔۔ تمہیں موت کا خطرہ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میں تو تمہیں صرف یہ دکھاؤں گا کہ کسی چیز کو اس طرح چرایا جائے کہ دوسروں کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے۔"

آدمی نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا

''میں تمہیں مجبور نہیں کرتا لیکن یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہیں ایسا ماہر چور بنا دوں گا جس کی مثال نہ ہوگی نہ ماضی میں اتنا ماہر چور گزرا ہوگا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ تمہیں چوری کرتے ہوئے کبھی کوئی پکڑ نہ سکے گا۔''

جب اس آدمی نے نوجوان کو یقین دلایا تو وہ چوری کا ہنر سیکھنے پر راضی ہو یا چنانچہ وہ آدمی اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اس نے بہت ہی تھوڑے عرصے میں نوجوان کو چوری کرنے میں اس قدر ماہر بنا دیا کہ کوئی دوسرا اس کی گرد کو نہ پہنچ سکتا تھا۔

دوسرا بھائی اپنے راستے پر چلا جا رہا تھا کہ اسے بھی ایک آدمی ملا جو اس سے پوچھنے لگا۔

''اے نوجوان! تم کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔؟''

جواب میں اس نے بتایا

''میں کوئی ہنر سیکھنے جا رہا ہوں۔۔۔۔اس طرح میں اپنی قسمت آزمائی کروں گا''

''تم کس قسم کا ہنر سیکھنا چاہتے ہو۔۔۔؟''

اس آدمی نے دریافت کیا جس پر نوجوان سر ہلاتے ہوئے بولا

''یہ تو ابھی مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔لیکن میں کوئی انوکھا ہنر سیکھنا چاہتا ہوں''

''اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔میں تمہیں ایک ہنر سکھاؤں گا''

''کونسا ہنر۔۔۔۔۔۔؟ پہلے مجھے بتاؤ۔۔۔؟''

نوجوان کے اس سوال پر آدمی نے کہا

''میں تمہیں نجومی بناؤں گا۔۔۔۔۔ستارہ شناسی ایک اعلی درجے کا ہنر ہے اگرا س میں کوئی مہارت حاصل کر لے تو پھر اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔۔۔۔ جب تم ایک ماہر نجومی بن جاؤ گے تو تم سے بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی۔''

نوجوان ستارہ شناسی کا ہنر سیکھنے پر خوشی خوشی راضی ہو گیا اور وہ آدمی اسے اپنے ساتھ لے گیا اس نے نوجوان کو علم نجوم سکھانا شروع کر دیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں اس میں ماہر کر دیا۔اسی طرح وہ کچھ عرصہ وہاں رہا اور پھر ایک دن کہنے لگا۔

''آپ نے مجھے علم نجوم میں ماہر کر دیا ہے،اس کے لیے میں انتہائی شکر گزار ہوں مگر اب میں آپ سے رخصت چاہتا ہوں۔۔۔۔؟''

''اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو میں تمہیں روک نہیں سکتا۔۔۔۔''

''یہ آئینہ اپنے پاس رکھو۔۔۔زمین اور آسمان پر جو کچھ ہو رہا ہے،تم وہ اس آئینے میں دیکھ سکو گے اور اس طرح کوئی چیز تمہاری نظروں سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔''

نوجوان نے شکریہ کے ساتھ وہ آئینہ لے لیا اور رخصت ہو کر چل دیا۔

اب تیسرے بھائی کا حال سنئے وہ اپنے راستے پر سفر کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اسے ایک شکاری مل گیا اس نے جب نوجوان کو جلدی جلدی جاتے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

''اے نوجوان !تم س طرح جلدی جلدی کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔؟''

’’میں کوئی ہنر سیکھنے کے لیے گھر سے نکلا ہوں تاکہ اپنی قسمت آزمائی کرسکوں‘‘

نوجوان نے جواب دیا جس پر شکاری بولا۔۔۔۔۔۔

’’اگر تم ہنر سیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔۔‘‘

’’تم مجھے کیا ہنر سکھاؤ گے۔۔۔۔‘‘

نوجوان نے اس سے پوچھا

’’میں تمہیں شکار کرنا سکھاؤں گا اور ایسا ماہر شکاری بنادوں گا کہ تمہارا نشانہ کبھی خطا نہیں جائے گا تم جس کا شکار کرنا چاہو گے وہ تم سے بچ کر نہ جا سکے گا۔‘‘

نوجوان کو اس کی تجویز پسند آئی اور وہ شکار کا ہنر سیکھنے کے لیے تیار ہو گیا چنانچہ شکاری اسے اپنے ساتھ لے گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسے شکار میں اس قدر ماہر بنادیا کہ گھنے سے گھنے جنگل میں بھی اس کا نشانہ خطا نہ جاتا تھا نوجوان کچھ عرصہ تک شکاری کے پاس رہا اور پھر اس سے رخصت چاہتے ہوئے بولا۔

’’میں آپ کا انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایک ماہر شکاری بنادیا ہے مگر اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔۔۔۔؟‘‘

شکاری نے خوشی خوشی اسے رخصت کی اجازت دے دی اور جب وہ چلنے لگا تو اسے ایک کمان دے کر بولا

’’یہ کمان اپنے پاس رکھو۔۔ جب بھی تم اس کمان سے تیر چلاؤ گے تمہارا نشانہ خطا نہیں ہوگا ہمیشہ ٹھیک ٹھیک شکار کو لگے گا‘‘

نوجوان نے شکریہ کے ساتھ وہ کمان لے لی اور شکاری کو خدا حافظ کہہ کے وہاں

سے چل دیا۔

سب سے چھوٹا بھائی بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح اپنے سفر پر چلا جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک شخص ملا اس نے نوجوان کو اس طرح بھاگم بھاگ جاتے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

''اے نوجوان! تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔؟''

''میں اپنے گھر سے کوئی ہنر سیکھنے کے لیے نکلا ہوں تاکہ اپنی قسمت آزمائی کر سکوں۔''

''نوجوان نے جواب دیا۔۔۔اس پر وہ آدمی بولا''

''اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔ میں تمہیں ہنر سکھاؤں گا۔۔۔۔!''

''تم مجھے کونسا ہنر سکھاؤ گے۔۔۔۔؟ پہلے مجھے بتاؤ۔۔۔۔؟''

نوجوان کے اس سوال پر اس آدمی نے بتایا

''میں تمہیں درزی کا ہنر سکھاؤں گا۔۔۔۔تمہیں درزی بناؤں گا''

''مجھے درزی بناؤ گے۔۔۔۔۔؟''

نوجوان قدرے چونک کر حیرانی سے بولا

''نہیں نہیں۔۔۔۔۔میں درزی نہیں بنوں گا۔۔۔۔۔بھلا یہ بھی کوئی ہنر ہے سارا دن آلتی پالتی مار کر بیٹھے رہو، صبح سے شام تک سوئی اور استری لیے آگے پیچھے ہلتے رہو۔۔۔نہیں، یہ کام مجھے پسند نہیں ہے۔۔۔۔''

نوجوان ایک ہی سانس میں کہتا چلا جا رہا تھا کہ اس اجنبی آدمی نے اسے ٹوک دیا۔

''میری بات سنو۔۔۔۔میں تمہیں عام قسم کا درزی نہیں بناؤں گا''

''پھر کس قسم کا درزی بناؤ گے۔۔۔؟''

''بےفکر رہو۔۔۔۔میں تمہیں درزی کا ایسا ہنر سکھاؤں گا جو آج تک کسی کو نہ آیا ہو۔''

جب اس شخص نے یہ کہا تو نوجوان کچھ سوچ میں پڑ گیا اگرچہ ابھی تک اسے یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ اسے کس طرح کا درزی بنائے گا لیکن پھر بھی وہ راضی ہو گیا اور اس شخص کے ساتھ چل دیا پھر اس نے واقعی نوجوان کو ایک ایسا ماہر درزی بنا دیا جس کی مثال نہ تھی اس طرح وہ کچھ عرصہ اس کے پاس رہا اور آخر ایک روز اس سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا۔

''آپ نے واقعی مجھے ایک انوکھا ہنر سکھایا ہے جس کے لیے میں آپ کا انتہائی شکرگزار ہوں۔۔۔لیکن اب میں آپ سے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔''

اس آدمی نے جو نوجوان کا استاد بھی تھا، خوشی سے اجازت دے دی اور ایک سوئی دیتے ہوئے کہا۔

''یہ سوئی اپنے پاس رکھو۔تم اس سے ہر چیز سی سکو گے خواہ وہ انڈے کی طرح نازک ہو یا لوہے کی طرح سخت ہو۔۔۔۔۔اس سے سینا تمہارے لیے ممکن ہو گا اور پھر یہ بھی ہے، اس سوئی سے سی ہوئی چیز کا جوڑ اس طرح آپس میں مل جائے گا

کہ کسی کو پتا نہ چل سکے گا۔"

نوجوان نے شکریہ کے ساتھ سوئی لے لی اور خدا حافظ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

وقت گزرتا رہا۔۔۔۔۔۔اور آخر کار چاروں بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا ہوئے چار سال پورے ہو گئے چنانچہ مقررہ دن پر وہ سب کے سب اسی چوراہے پر آ گئے جہاں سے چار سال پہلے مختلف راستوں پر گئے تھے۔۔۔۔۔ چاروں آپس میں مل کے بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرے کا حال احوال پوچھنے لگے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی داستان سنائی اور یہ بتایا کہ اس نے کونسا ہنر سیکھا ہے اس طرح وہ چاروں اکٹھے ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کہنے لگے۔

"ہمیں جلد اپنے گھر پہنچنا چاہیے۔۔۔۔۔ ہمارا باپ ہمارے انتظار میں ہو گا۔"

اور پھر۔۔۔جب وہ گھر پہنچے تو ان کا باپ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے باری باری سب کو گلے لگایا اور پیار کیا چاروں بیٹوں نے باپ کو اپنے اپنے حالات بتائے اور اپنے سیکھے ہوئے ہنر کے بارے میں تفصیل بیان کی اس طرح ایک بار پھر سے وہ سب ایک ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

ایک روز کا ذکر ہے چاروں بیٹے اپنے باپ کے ساتھ گھر کے باہر ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ان کا باپ کہنے لگا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم سب کا امتحان لوں اور دیکھوں کہ کیا تم اسی طرح اپنے اپنے ہنر میں ماہر ہو جیسے تم نے مجھے بتایا ہے"

''ہم یہ بات ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں''

چاروں بیٹے ایک ساتھ بول پڑے جیسے ہی باپ نے بیٹوں کو امتحان کے لیے تیار پایا، اس نے نظریں اٹھا کر اوپر درخت کی طرف دیکھا اور دوسرے بیٹے سے کہا۔

''اس درخت کی چوٹی پر چڑیا کا گھونسلا ہے، کیا تم بتا سکتے ہو اس میں کتنے انڈے ہیں۔۔۔؟''

''ابھی بتاتا ہوں!''

بیٹے نے یہ کہہ کر جلدی سے اپنا آئینہ نکالا اور اس میں دیکھتے ہوئے بولا

''گھونسلے میں پانچ انڈے ہیں''

یہ سن کر باپ نے سب سے بڑے بیٹے کی جانب دیکھا اور کہنے لگا

''اس وقت ان انڈوں پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہے اور انہیں سیہہ رہی ہے کیا تم درخت پر چڑھ کے یہ انڈے چڑیا کے نیچے سے نکال کے لا سکتے ہو۔۔۔؟''

''یقیناً لا سکتا ہوں''

بڑے بیٹے نے جواب دیا

'' مگر انڈے اس طرح صفائی سے لانا کہ چڑیا کو پتا تک نہ چل سکے۔۔۔۔؟''

بالکل ایسے ہی ہوگا۔

یہ کہہ کر بڑا بیٹا اسی وقت اٹھا اور جلدی جلدی درخت پر چڑھ گیا چند لمحے بھی نہیں

گزرے تھے کہ وہ پانچوں انڈے لے کر نیچے آ گیا اور باپ سے کہنے لگا۔

''میں نے اس مہارت سے چڑیا کے نیچے سے انڈے نکالے ہیں کہ اسے پتا بھی نہیں چلا وہ ابھی تک یہی سمجھ رہی ہے کہ انڈوں پر بیٹھی انہیں سیہہ رہی ہے۔''

باپ نے اس سے پانچوں انڈے لے کر ایک میز پر اس طرح رکھ دیئے کہ چار میز کے کونوں پر تھے اور پانچوں عین درمیان میں رکھا ہوا تھا اس کے بعد وہ شکاری بیٹے سے بولا۔

''کیا تم ان پانچوں انڈوں کو ایک ہی نشانے میں کاٹ سکتے ہو۔۔۔۔۔؟''

''کیوں نہیں۔۔!''

مگر نشانہ ایسے لگنا چاہیے کہ ہر انڈے کے دو دو ٹکڑے ہوں، اس سے زیادہ نہیں اور پانچوں انڈے ایک ہی نشانے میں دولخت ہوں۔۔۔۔؟

''آپ بے فکر رہیں۔۔۔۔ایسے ہی ہوگا''

یہ کہہ کر اس نے اپنی کمان سنبھالی اور چلے پر تیر چڑھا کر ایسا نشانہ باندھا کہ واقعی ایک ہی تیر سے پانچوں انڈے دو دو حصوں میں کٹ گئے یہ دیکھ کر باپ بہت خوش ہوا۔

''بہت خوب۔۔۔۔۔۔۔تم بھی اپنے امتحان میں پورے اترے ہو۔۔۔''

اب اس نے چوتھے بیٹے کی طرف دیکھا جو ماہر درزی تھا۔

''بیٹے! تمہارے بھائی تو اپنے اپنے امتحان میں کامیاب رہے اور اب تمہاری باری ہے۔''

''میں بھی حاضر ہوں۔۔۔۔۔۔آپ میرا امتحان بھی لے سکتے ہیں''

چوتھے بیٹے نے جواب دیا جس پر اس کا باپ کہنے لگا

''ان انڈوں کو اس طرح سی دو کہ ان کے اندر جو ننھے بچے ہیں ان کے جسم بھی جڑ جائیں اور انہیں کوئی نقصان بھی نہ پہنچے انڈوں کے خول دیکھنے سے یہ پتا نہ چلے کہ انہیں سیا گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے!''

نوجوان نے اسی وقت سوئی دھاگا لیا اور بڑی مہارت سے تمام انڈوں کو سی دیا۔ اس نے انڈوں کو اس کاریگری سے سیا تھا کہ کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا، یہ انڈے دولخت کر کے دوبارہ جوڑے گئے ہیں باپ نے جب یہ دیکھا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہنے لگا۔

''واقعی تم چاروں اپنے اپنے فن میں ماہر ہو''

پھر اس نے چوری میں ماہر بیٹے سے کہا

''اب تم انڈوں کو پھر سے چڑیا کے نیچے اس طرح صفائی سے رکھ آؤ کہ اسے خبر تک نہ ہو۔''

''میں ابھی رکھ آتا ہوں''

چنانچہ چند ہی لمحوں میں اس نے یہ کام بھی کر دکھایا اور چڑیا کو احساس تک نہ ہو سکا کہ وہ جن انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہے، وہ اس کے نیچے سے نکال کر دوبارہ رکھ دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔۔وہ اسی طرح بیٹھی انہیں سیتی رہی۔ یہاں تک کہ بچے نکلنے کا وقت

آ گیا۔ جب بچے پیدا ہوئے تو ان کی گردنوں پر ایک سرخ دھاری تھی جو انڈوں کو دوبارہ سینے کی وجہ سے نشان کے طور پر رہ گئی تھی۔

نوجوانوں کا باپ اپنے بیٹوں کے ہنر اور ان میں ان کی مہارت سے انتہائی خوش تھا۔ اسنے چاروں کو شاباش دیتے ہوئے کہا

''تم چاروں نے میرا دل خوش کر دیا ہے مجھے امید نہیں تھی کہ تم اپنے اپنے فن میں اس قدر مہارت حاصل کر لو گے تم نے وقت کا بہت اچھا استعمال کیا ہے۔''

اتنا کہہ کر اس نے بیٹوں کے کاندھوں کو تھپتھپایا اور بولا۔۔۔

''مجھے نہیں معلوم، تم میں سے کس کو انعام ملنا چاہیے مگر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ ایسا وقت ضرور آئے گا جب تم لوگ اپنے ہنر کی مہارت سے کچھ حاصل کر سکو گے۔ ایسا وقت یقیناً آئے گا۔۔۔ کسی شخص کا سیکھا ہوا ہنر کبھی ضائع نہیں جاتا۔''

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔۔۔۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ بیتا تھا کہ **ملک** میں ہر طرف ایک شور سا برپا ہو گیا پتا چلا کہ شہزادی کو ایک اژدہا اٹھا کر لے گیا ہے۔ بادشاہ اپنی بیٹی کی جدائی میں بے حال ہو گیا اور اس نے اعلان کر دیا کہ۔۔۔۔

''جو شخص شہزادی کو اژدہے سے چھڑا کر لائے گا، اس سے شہزادی کی شادی کر دی جائے گی۔''

جیسے ہی یہ اعلان ان چاروں بھائیوں نے سنا وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے

''ہمارے لیے اپنا اپنا ہنر آزمانے کا یہ بہترین موقع ہے چلو، سب کوشش کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔۔۔۔؟''

''ٹھیک ہے۔۔۔تمہارے لیے بہترین موقع ہے۔''

ان کے باپ نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی اور اس طرح وہ شہزادی کو اژدہے کے چنگل سے واپس لانے کے لیے تیار ہو گئے نجوم کا ماہر نوجوان کہنے لگا۔

''میں بہت جلد معلوم کر لوں گا کہ شہزادی کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟''

یہ کہہ کر اس نے جلدی سے اپنا آئینہ نکالا اور تھوڑی دیر تک اس میں دیکھنے کے بعد ایک دم چیخ پڑا۔

''میں نے شہزادی کو تلاش کر لیا۔۔۔میں نے شہزادی کو تلاش کر لیا!''

''کہاں ہے شہزادی۔۔۔۔کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔۔۔۔۔؟''

دوسرے بھائیوں نے بے تاب ہو کر پوچھا جس کے جواب میں اس نے بتایا

''شہزادی اس وقت سمندر میں ایک چٹان پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے قریب اژدہا بیٹھا پہرا دے رہا ہے۔''

''ہمیں فوراً روانہ ہونا چاہیے''

سب نے کہا اور وہ چاروں بادشاہ کے دربار میں پیش ہو گئے۔انہوں نے پہلے جھک کر سلام کیا اور پھر عرض کیا۔

'' حضور ! ہم شہزادی کو اژدہے سے چھڑا کر لائیں گے۔۔۔لیکن۔۔۔۔!''

''لیکن کیا۔۔؟ کہو تمہیں کیا چاہیے۔۔۔؟''

بادشاہ نے ان کی بات کاٹ کر جلدی سے پوچھا وہ بیچارہ تو بیٹی کے غم میں

نڈھال ہو رہا تھا اور چاہتا تھا کہ کوئی بھی ہو کسی طرح شہزادی کو واپس لے آئے وہ اپنی بیٹی کی خاطر بڑے سے بڑا انعام دینے کے لیے تیار تھا۔

''تم جو انعام مانگو گے ہم دیں گے۔۔۔۔صرف ہماری بیٹی واپس لے آؤ۔۔۔۔۔۔!''

جب بادشاہ نے یہ کہا تو چاروں نوجوانوں نے درخواست کی

''حضور ہمیں ایک بحری جہاز کی ضرورت ہے کیونکہ شہزادی اس وقت سمندر میں ہے اور وہاں تک جانا آسان نہیں ہے۔۔۔۔؟''

''تمہیں جہاز ابھی فراہم کر دیا جاتا ہے''

بادشاہ نے اتنا کہتے ہی حکم دیا کہ

''ان نوجوانوں کو بغیر کسی تاخیر کے اسی وقت ایک بحری جہاز دیا جائے تاکہ یہ شہزادی کو بچانے کے لیے سفر پر جا سکیں۔''

بادشاہ کے حکم کی دیر تھی، اسی وقت چاروں بھائیوں کو بحری جہاز فراہم کر دیا گیا اور وہ سب اس میں سوار ہو کر سفر پر چل دیئے اسی طرح سفر کرتے کرتے آخر وہ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں شہزادی تھی انہوں نے دیکھا، وہ ایک چٹان پر بیٹھی تھی اور اژدہا اس کی گود میں سر رکھے ہوئے گہری نیند سویا ہوا تھا۔

''مجھے اس پر تیر نہیں چلانا چاہیے، کہیں شہزادی کو نقصان نہ پہنچے''

شکاری بھائی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''تو پھر مجھے اپنا ہنر آزمانا چاہیے۔۔۔۔!''

چوری کا ماہر بھائی بولا

''ہاں ٹھیک ہے۔۔۔۔اس وقت تمہارا ہنر ہی کام آ سکتا ہے۔''

دوسرے بھائیوں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور وہ ایک چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر سمندر میں آگے بڑھتا ہوا اس چٹان تک پہنچ گیا جس پر شہزادی بیٹھی ہوئی تھی جب وہ قریب پہنچا تو اس نے اشارے سے شہزادی کو خاموش رہنے کے لیے کہا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس چلا گیا۔اس نے دیکھا، اژدہا اس کی گود میں سر رکھے ہوئے گہری نیند سویا ہوا تھا اور شہزادی سہمی ہوئی بیٹھی تھی نوجوان نے اپنے ہنر کی مہارت دکھائی اور شہزادی کو بڑی آہستگی سے اژدہے کے سر کے نیچے سے اس طرح نکال لیا کہ اسے خبر تک نہ ہو سکی وہ ابھی تک اسی طرح سویا ہوا تھا۔۔۔نوجوان شہزادی کو لے کر جلدی جلدی کشتی تک پہنچا ہی تھا کہ پیچھے سے آواز آئی جیسے بادل گرج رہے ہوں اس دوران میں اژدہا نیند سے بیدار ہو گیا تھا اور بڑی تیزی سے ان کی طرف آ رہا تھا اس وقت وہ اس قدر زور زور سے چنگھاڑ رہا تھا کہ شہزادی کے اوسان خطا ہوئے جا رہے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کشتی کے قریب پہنچ گیا مگر پیشتر اس کے کہ وہ کشتی پر جھپٹتا دور جہاز پر کھڑے شکاری بھائی نے نشانہ باندھ کر تیر چلایا جو سیدھا جا کر اس کے دل پر لگا تھوڑی دیر تک اژدہا تڑپتا رہا اور پھر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا لیکن اژدہا کے ختم ہو جانے سے خطرہ کم نہیں ہوا تھا کیونکہ تڑپنے کے دوران وہ کشتی سے کئی بار ٹکرایا تھا وہ اتنا قوی ہیکل سمندری جانور تھا کہ اس کے ٹکرانے سے کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی۔اس طرح اب نوجوان شہزادی

کو ایک تختے پر بٹھا کر تیر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا وہ بھائی جو ماہر درزی تھا، تیرتا ہوا ان کے پاس آیا اور اس نے تیرتے ہوئے جلدی جلدی ٹوٹی ہوئی کشتی کے تختے جمع کیے اس کے بعد اس نے اپنی سوئی نکالی اور بڑے بڑے بخیے لگا کر پھر سے کشتی کو جوڑ دیا یہ کام اس نے اتنی جلدی کیا تھا کہ شہزادی اس کی مہارت سے حیران رہ گئی جیسے ہی کشتی دوبارہ بن گئی انہوں نے شہزادی کو اس میں بٹھایا اور کشتی کھیتے ہوئے جہاز تک پہنچ گئے جہاں ان کے دوسرے بھائی منتظر تھے۔۔۔۔۔انہوں نے جہاز میں کھینچ لیا اور پھر سب خوشی خوشی واپس چل دیئے۔

جب چاروں بھائی شہزادی کو زندہ سلامت لے کر بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ وہ دیوانہ وار اپنی بیٹی سے لپٹ گیا اور اسے پیار کرنے لگا اس نے چاروں نوجوانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا

''تم نے شہزادی کی جان بچا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ہمیں تمہاری بہادری پر فخر ہے۔''

جواب میں چاروں بھائیوں نے سر جھکا لیا۔ وہ اس وقت اپنے دل میں خوش ہو رہے تھے کہ ان کا سیکھا ہوا ہنر کام آ گیا ہے۔ان کی چار سال کی محنت ضائع نہیں گئی وہ خاموش کھڑے تھے کہ بادشاہ بولا۔

''ہم نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص شہزادی کی جان بچائے گا وہی اس کا شوہر بنے گا۔۔۔۔مگر اب ہم حیران ہیں۔۔۔!''

اس نے اتنا کہہ کر باری باری چاروں نوجوانوں کو دیکھا اور پھر اپنی بات جاری

رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم چاروں نے شہزادی کی جان بچائی ہے اور اب ہماری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ تم میں سے کس کی شادی شہزادی سے کی جائے۔۔۔؟''

دربار کے امیر وزیر بھی حیران تھے کیونکہ شہزادی چاروں کی مشترکہ کوششوں سے زندہ واپس آئی تھی وہ سب آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے کہ اتنے میں بادشاہ نے کہا۔

''یہ بات ہم تم پر چھوڑتے ہیں۔۔۔۔تم خود ہی آپس میں فیصلہ کرلو کہ شہزادی کی شادی کس سے کی جائے۔۔۔؟''

جیسے ہی بادشاہ نے یہ کہا چاروں بھائی آپس میں جھگڑنے لگے نجوم کا ماہر کہنے لگا۔

''اگر میں اپنے علم سے یہ معلوم نہ کرتا کہ شہزادی کہاں ہے تو وہ واپس نہیں آسکتی تھی اس لیے شہزادی پر میرا حق ہے۔''

اس پر چوری میں ماہر بھائی بولا

''اگر میں اژدہے کے سر کے نیچے سے شہزادی کو نکال کر نہ لاتا تو تمہارا علم بیکار تھا لہذا شہزادی پر میرا حق بنتا ہے۔''

شکار میں ماہر نوجوان نے کہا

''اگر میں اژدہے کو ہلاک نہ کرتا تو تم اور شہزادی دونوں موت کے منہ میں چلے جاتے اس لیے شہزادی سے شادی میں کروں گا''

اور۔۔۔۔جو بھائی درزی کے فن میں ماہر تھا وہ کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔

''اگر میں ٹوٹی ہوئی کشتی کو جوڑ کر دوبارہ نہ بناتا تو شہزادی کا زندہ آنا ممکن ہی نہیں تھا۔۔۔۔لہٰذا اس سے میری شادی ہونی چاہیے۔''

اس طرح وہ چاروں دلیلیں دینے لگے اور شہزادی پر اپنا اپنا حق جتانے کے لیے آپس میں جھگڑ رہے تھے یہ دیکھ کر بادشاہ نے سوچا، ان کا فیصلہ ہونا مشکل ہے۔اس نے چاروں کو خاموش کرایا اور کہا۔

''اس طرح تو تمہارا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔بہتر یہ ہے کہ تم چاروں شہزادی سے شادی کرنے کے حق سے دستبردار ہو جاؤ۔۔۔۔یہی ایک طریقہ ہے''

پھر اس نے بتایا

''حقیقت یہ ہے کہ شہزادی ایک دوسرے نوجوان سے پیار کرتی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے اگر تم لوگ اس حق سے دستبردار ہو جاؤ تو ہم تم چاروں کو اپنی آدھی سلطنت دے دیں گے یہ تم سب کے ہنر کا صلہ ہوگا۔۔۔؟''

بادشاہ کی یہ بات سن کر چاروں بھائی سوچ میں پڑ گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے

''بادشاہ سلامت کی تجویز درست ہے۔۔۔اس طرح ہم سب خوشحالی سے زندگی بسر کریں گے اور اپنے باپ کو بھی آرام پہنچائیں گے۔۔۔۔بھلا ایسی لڑکی سے شادی کرنے سے کیا فائدہ جو کسی دوسرے سے محبت کرتی ہو۔۔۔۔۔!''

اس کے بعد چاروں نے سر جھکا کر عرض کیا۔

’’حضور! ہمیں آپ کی تجویز منظور ہے!‘‘

چنانچہ بادشاہ نے چاروں بھائیوں کو اپنی آدھی سلطنت بخش دی اور وہ باقی زندگی اپنے باپ کے ساتھ خوشحالی اور دولت میں بسر کرنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سفید سانپ

(The White Snake)

پرانے زمانے میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا یہ بادشاہ بڑا ذہین اور عقلمند تھا اور اس کی ذہانت اور عقلمندی پورے ملک میں مشہور تھی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کے بارے میں وہ جانتا نہ ہو۔ یہاں تک کہ انتہائی خفیہ باتوں سے بھی پوری طرح آگاہ ہوتا تھا اسے یہ بھی معلوم تھا کہ فضا میں کیا ہو رہا ہے اور پرندے آپس میں کیا باتیں کرتے ہیں۔

اس بادشاہ کی ایک عجیب وغریب عادت تھی اور وہ یہ کہ ہر دوپہر جب وہ کھانا کھا چکتا اور ہر شخص وہاں سے چلا جاتا تو اس کا ایک بااعتماد ملازم ایک قاب لے کر آتا جو اوپر سے اچھی طرح ڈھکی ہوتی تھی ملازم ایک عرصہ سے روزانہ یہ قاب لے کر آتا تھا لیکن وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ اس میں کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ اسے بادشاہ کا حکم تھا کہ ڈھکنا اٹھا کر نہ دیکھے۔ اس لیے اسے بھی دوسروں کی طرح قاب کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ باورچی خانے سے قاب لائے اور بادشاہ کے لیے میز پر رکھ کر چلا جائے اور یہی کچھ وہ کرتا تھا جب وہ قاب رکھ کر چلا جاتا اور کمرے میں بادشاہ اکیلا رہ جاتا تو وہ اسے کھولتا اور یہی وہ بات تھی جو ملازم کے تجسس کا باعث بنی ہوئی تھی وہ ایک عرصہ سے یہی سوچ رہا تھا۔

''آخر اس قاب میں کیا ہوتا ہے۔۔۔۔؟''

''بادشاہ اسے کسی کے سامنے کیوں نہیں کھولتا۔۔۔۔؟''

''اس میں کیا راز ہے۔۔۔؟''

ملازم جوں جوں اس سلسلے میں سوچتا اس کا اشتیاق اور بڑھتا چلا جاتا۔ اس نے کئی بار قاب کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھنا بھی چاہا مگر سزا کے خوف سے ایسا نہ کر سکا۔ تاہم وہ زیادہ دنوں تک اپنے آپ پر جبر بھی نہ کر سکا اور آخر کار ایک روز اس نے ہمت کر کے ڈھکنا اٹھانے کا ارادہ کر ہی لیا قاب کا ڈھکنا اٹھانے سے پہلے اس نے بڑی احتیاط سے ادھر ادھر دیکھا اور جب آس پاس کسی کو نہ پایا تو ڈرتے ڈرتے آہستہ سے قاب کا ڈھکنا اٹھا دیا۔

''اف! یہ کیا۔۔۔؟''

خوف اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس قاب میں ایک سفید سانپ پکا ہوا رکھا تھا۔ وہ تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ سوچ رہا تھا۔۔۔۔

''شاید بادشاہ کی ذہانت سانپ کھانے کی وجہ سے ہے۔۔۔۔!''

اگر چہ اس وقت پکا ہوا سانپ دیکھ کر وہ کچھ خوفزدہ بھی ہو رہا تھا مگر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور اس نے پکے ہوئے سفید سانپ کا ایک ٹکڑا اٹھا کر کھا لیا جیسے ہی اس نے نوالہ زبان پر رکھا اس کے ساتھ ہی ایک عجیب وغریب ابت ہوئی اس نے سنا تو کھڑکی سے باہر کی جانب مہین اور دہیمی آوازوں میں کوئی سرگوشی کر رہا تھا۔

''کون ہوسکتا ہے۔۔۔۔؟''

اس نے سہمے سہمے انداز میں سوچا اور پھر آہستہ سے قدم اٹھاتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔وہاں جا کر سنا تو چڑیاں آپس میں باتیں کر رہی تھیں جن کی باتیں ملازم بخوبی سمجھ رہا تھا اس وقت چڑیاں جو گفتگو کر رہی تھیں وہ یہ تھیں کہ کھیتوں اور جنگل میں کیا ہو رہا ہے وہ اپنی ساتھیوں اور دوسرے جانوروں کے بارے میں ایک دوسری کو بتا رہی تھیں۔پکے ہوئے سفید سانپ کا نوالہ کھانے سے ملازم میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی تھی کہ وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے لگا تھا۔

اتفاق یہ ہوا کہ ایک روز ملکہ کی انتہائی نادر اور بیش قیمت انگشتری کھوگئی اور ہزار تلاش کرنے کے باوجود اس کا پتا نہ چل سکا کہ کہاں گئی ہے یہ ملازم چونکہ بادشاہ کا پسندیدہ اور با اعتماد تھا اس لیے وہ شاہی محل میں ہر جگہ آ جا سکتا تھا اس کے برعکس دوسرے ملازموں کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ محل میں ہر جگہ جائیں یہی وجہ تھی کہ اسی ملازم پر چوری کا شک کیا گیا ملکہ کہنے لگی۔

''ہو نہ ہو یہ اسی ملازم کا کام ہے کیونکہ وہی تنہا ایسا ہے جو محل میں ہر جگہ جا سکتا ہے۔''

بادشاہ نے یہ سنا تو اسے بہت غصہ آیا اس نے دل میں سوچا، میں نے اس پر اتنا اعتماد کیا ہے اور اس نے چوری جیسا جرم کیا ہے اس نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے چنانچہ اس نے اسی وقت حکم دیا۔

''ملازم کو فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔''

اور جب ملازم ڈرتا ڈرتا حاضر ہوا تو بادشاہ نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا ملکہ کی انگشتری تم نے چرائی ہے۔۔۔۔؟''

''حضور! میری یہ جرات کیسے ہوسکتی ہے میں آپ کا پرانا نمک خوار ہوں پھر میں یہ جرم کیسے کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔! میں بالکل بے گناہ ہوں''

ملازم نے کوف سے کانپتے ہوئے دست بستہ عرض کیا لیکن بادشاہ کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا تھا اسی لیے گرج کر کہنے لگا۔

''اگر ملکہ کی انگشتری تم نے نہیں چرائی تو اس آدمی کا نام بتاؤ جس نے چوری کی ہے اگر کل تک چور کا نام نہ بتایا گیا تو ہم یہی سمجھیں گے کہ انگشتری تم نے چوری کی ہے۔''

ملازم بیچارہ تھر تھر کانپ رہا تھا اور اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''عالم پناہ! میں بالکل بے قصور ہوں میں نے انگشتری دیکھی تک نہیں مجھ پر رحم کیا جائے۔!''

لیکن اس کی منت سماجت اور صفائی پیش کرنے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بادشاہ کا غصہ اسی طرح تھا اس نے حکم دیا۔

''اگر کل تک انگشتری نہ ملی یا تم نے چور کا نام نہ بتایا تو تمہیں موت کی سزا دی جائے گی۔''

یہ سن کر تو بیچارے ملازم کے اوسان جاتے رہے۔ بادشاہ کا فیصلہ تھا، بھلا کس کی مجال تھی جو چوں چرا کرتا۔۔۔؟ اب وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے مزید اصرار بھی نہیں کر سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ مایوس ہو کر محل کے احاطے میں آ گیا اور ایک چشمے کے کنارے بیٹھ کر سوچنے لگا۔

''میں اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کروں۔۔۔۔۔؟ اگر کل تک انگشتری نہ مل سکی تو میری موت یقینی ہے۔''

کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ وہ جس چشمے کے کنارے بیٹھا شش و پنج میں گرفتار تھا اس میں چند بطخیں تیر رہی تھیں اس وقت وہ پر پھڑ پھڑاتے ہوئے اور پانی میں غوطے لگاتے ہوئے آپس میں باتیں کر رہی تھیں جیسے ہی ان کی باتوں کی آواز ملازم کے کان میں پڑی اس نے سوچنا بند کر دیا اور بڑی توجہ سے ان کی باتیں سننے لگا۔ ان بطخوں کی گفتگو کا موضوع ایک شادی کی تقریب تھی جس میں وہ صبح شریک ہوئی تھیں اور اب ایک دوسری کو بتا رہی تھیں کہ انہوں نے وہاں کیا کیا کھایا اور وہ کیسا تھا۔۔۔؟ اتنے میں ان میں سے ایک بطخ بڑی رازداری سے بولی۔

''آج ایک عجیب بات ہوئی۔۔۔۔۔''

''کیا ہوا۔۔۔؟ ہمیں بھی بتاؤ۔۔۔؟''

دوسری بطخوں نے جلدی سے پوچھا جس پر پہلی نے کہا

''آج صبح میں ملکہ کے محل میں کھڑکی کے نیچے سے گزر رہی تھی کہ اوپر سے ایک انگشتری گری جسے میں نے نگل لیا اور اب میرے پیٹ میں بڑی تکلیف ہو رہی

ہے۔''

''تم نے اسے نگلا کیوں تھا۔۔۔؟''

ایک دوسرے بطخ نے اس سے کہا

''دراصل میں جلدی میں بھاگی چلی آ رہی تھی جیسے ہی انگشتری گری میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے نگل لیا اور اب پچھتا رہی ہوں''

جونہی بطخ نے یہ جملہ کہا ملازم خوشی سے اچھل پڑا

''اچھا۔۔۔۔تو یہ بات ہے چور پکڑا گیا۔۔۔۔!''

اس نے اپنا آپ سے کہا اور لپک کر بطخ کو دبوچ لیا پھر وہ اسے پکڑے ہوئے جلدی جلدی باورچی خانے میں پہنچا اور شاہی باورچی سے کہنے لگا

''اس کو ابھی کاٹو اور اس کا پیٹ چاک کرو۔۔۔۔۔!''

جواب میں باورچی نے قدرے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور پھر بطخ کو ہاتھوں میں تولتے ہوئے بولا

''اس کو کاٹوں اور پیٹ چاک کروں۔۔۔۔؟ مگر کیوں۔۔۔۔؟ اس نے کیا قصور کیا ہے۔۔۔؟''

اس پر ملازم جلدی سے بولا

''اس کو کاٹنا اس لیے ضروری ہے کہ اس کا وزن بڑھ گیا ہے اور زیادہ وزن ہونے کی وجہ سے یہ مصیبت میں گرفتار ہے۔''

باورچی نے اسی وقت بطخ کی گردن الگ کر دی اور پھر جب انہوں نے اس کا

پیٹ چاک کر کے پوٹا نکالا تو اس میں سے ملکہ کی انگشتری نکل آئی یہ دیکھ کر ملازم کی جان میں جان آئی وہ اسی وقت انگشتری اور کٹی ہوئی بطخ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور دونوں ہاتھ باندھ کر عرض کی۔

''حضور والا! چور حاضر ہے۔۔۔۔!''

''چور۔۔۔؟ کہاں ہے چور۔۔۔؟''

بادشاہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا جس کے جواب میں ملازم نے انگشتری پیش کرتے ہوئے کٹی ہوئی بطخ کی طرف اشارہ کر کے کہا

''جہاں پناہ! یہ رہی ملکہ کی انگشتری اور یہ رہا چور''

اس کے بعد اس نے بتایا کہ کس طرح بطخ ملکہ کے محل کے نیچے سے گزر رہی تھی، اتنے میں محل کی کھڑکی میں سے انگشتری نیچے گری جسے اس نے نگل لیا تھا اور اب اس کا پیٹ چاک کر کے انگشتری نکالی گئی ہے۔ اس طرح ملازم نے اپنی بے گناہی ثابت کر دی تھی بادشاہ نے جب یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا کہنے لگا۔

''ہم تمہاری ذہانت سے بہت خوش ہوئے ہیں واقعی تم بے قصور تھے''

پھر بادشاہ نے اس کو بہت سا انعام و اکرام دے کر کہا۔

''اس صلے میں ہم تمہیں دربار میں کوئی اعلیٰ عہدہ دینا چاہتے ہیں تم اپنی پسند کے عہدے کا نام لو، ہم تمہیں وہی دیدیں گے؟''

مگر ملازم بادشاہ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا

''جہاں پناہ! اس غلام پر آپ کی پہلے ہی بہت عنایات ہیں''

''نہیں ۔۔۔۔ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں مزید انعام سے نوازیں اس لیے ہمیں اپنی خواہش بتاؤ؟''

بادشاہ نے اصرار کیا جس پر ملازم نے ہمت کر کے عرض کیا۔

''حضور! میری خواہش ہے کہ مجھے دربار میں کوئی عہدہ دینے کی بجائے سفر کی اجازت دی جائے کیونکہ میں دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔ میں ابھی نوجوان ہوں اور مجھے سیر و سفر کا شوق ہے۔''

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔''

جب بادشاہ نے اسے اجازت دے دی تو نوجوان ملازم بولا

''بادشاہ سلامت! مجھے اس سلسلے میں ایک گھوڑا اور سفر خرچ کی ضرورت ہے تاکہ میں دنیا کی سیر کر کے اپنی دیرینہ تمنا پوری کر سکوں۔۔۔۔؟''

''ہمیں تمہاری یہ درخواست بھی منظور ہے!''

اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے حکم دیا

''اس نوجوان کو شاہی اصطبل سے ایک شاندار گھوڑا دے دیا جائے اور سفر خرچ کے لیے یہ جتنی دولت چاہتا ہے وہ بھی دے دی جائے۔''

اور پھر تھوڑی ہی دیر میں یہ چیزیں نوجوان کو حاصل ہو چکی تھیں اس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔

وہ گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا راستے میں ایک تالاب آیا تو وہاں تھوڑی دیر کے

لیے سستانے کی خاطر رک گیا۔ جب گھوڑے سے نیچے اترا تو اس نے دیکھا کہ تالاب کے کنارے سے باہر تین مچھلیاں پڑی تڑپ رہی تھیں نہ جانے وہ بیچاری کس طرح پانی سے باہر آ گری تھیں اور اب تالاب میں واپس جانے کے لیے تڑپ رہی تھیں ساتھ ہی ساتھ آہ وزاری بھی کر رہی تھیں نوجوان ان کی باتیں بخوبی سمجھ رہا تھا وہ آپس میں کہہ رہی تھیں۔

''اب ہم یہیں تڑپ تڑپ کر مر جائیں گی۔۔۔۔۔کاش ہم دوبارہ پانی میں جا سکیں''

نوجوان سے ان کی یہ گریہ وزاری اور بے کسی دیکھی نہ گئی وہ آگے بڑھا اور اس نے تینوں مچھلیوں کو اٹھا کر تالاب میں پھینک دیا

''جاؤ تمہیں پانی ہی میں رہنا چاہیے''

جیسے ہی مچھلیوں کو اٹھا کر تالاب میں پھینکا وہ خوشی اور مسرت سے پانی میں غوطے لگانے اور تیرنے لگیں پھر ان تینوں نے اپنے سر پانی سے نکالے اور بلند آواز میں بولیں۔

''ہم تمہیں ہمیشہ یاد رکھیں گی تم نے ہم پر مہربانی کی ہے اور ہماری جان بچائی ہے۔ہم تمہیں کبھی نہ کبھی اس کا صلہ ضرور دیں گی۔''

انھوں نے یہ کہا اور پانی میں غائب ہو گئیں اور نوجوان دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر سفر پر چل دیا۔

وہ گھوڑے پر سوار اپنے دھیان میں چلا جا رہا تھا راستہ ریتلا تھا جس پر گھوڑا چل

رہا تھا اچانک نوجوان کے کانوں میں مہین سی آواز آئی جسے سن کر وہ رک گیا اس نے قدرے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا مگر اسے وہاں کوئی نظر نہ آیا اس نے کان لگا کر غور سے آواز سنی تو اندازہ ہوا کہ کوئی گھوڑے کے پاؤں کے پاس سے بول رہا ہے یہ چیونٹیوں کے بادشاہ کی آواز تھی جو شکایت کے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''کیا ہی اچھا ہو جو لوگ اپنے بڑے بڑے جانوروں سے ہمیں بچاتے ہوئے گزریں بیوقوف اور ظالم گھوڑا اپنے بھاری سموں سے ہمیں روندتا ہوا جا رہا ہے۔ اس نے کئی چیونٹیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔''

جیسے ہی نوجوان نے چیونٹیوں کے بادشاہ کی یہ بات سنی اس نے جلدی سے اپنے گھوڑے کو اس راستے سے ہٹا کر دوسری طرف کر لیا اور اس طرح وہ چیونٹیوں کو بچا کر چلنے لگا اتنے میں چیونٹیوں کا بادشاہ بولا۔

''ہم تمہیں یاد رکھیں گے اور تمہاری اس مہربانی کا کبھی نہ کبھی صلہ ضرور دیں گے۔''

نوجوان نے یہ بات سنی اور پھر آگے کی طرف چل دیا۔ اسی طرح چلتے چلتے وہ ایک جنگل میں پہنچ گیا اور اب اس جنگل میں سے گزر رہا تھا ایک جگہ اس کی نظر پڑی تو اس نے دیکھا کہ پہاڑی کووں کا ایک جوڑا اپنے گھونسلے کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اپنے بچوں کو گھونسلے میں سے نکال نکال کر پھینک رہا تھا بچے بیچارے چیخ چلا رہے تھے مگر کووں کا جوڑا ان کے رونے دھونے پر توجہ دینے کی بجائے کہہ رہا تھا۔

''نکلو یہاں سے۔۔۔ تمہارے لیے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ہے۔''

مادہ کوا اور نر کوا دونوں ہی بڑی بے رحمی اور بے دردی سے انہیں اپنے گھونسلے سے نکال کر زبردستی زمین پر پھینک رہے تھے اس وقت انہیں اپنے بچوں پر ذرا بھی ترس نہیں آ رہا تھا ادھر بچے تھے کہ زمین پر پڑے پر پھڑ پھڑاتے ہوئے رو رہے تھے۔

''ہم بے بس ہیں ہم تو اڑ بھی نہیں سکتے پھر اپنے کھانے کا بندوبست کیسے کریں گے۔۔۔۔۔؟''

ان کی آہ و زاری دل ہلا دینے والی تھی واقعی وہ بے بس تھے بیچارے روتے اور بلکتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''اب اس کے سوا ہمارے لیے کچھ نہیں رہا کہ ہم بھوک سے تڑپ تڑپ کر یہیں دم توڑ دیں!''

نوجوان کو ان بچوں پر بہت رحم آیا وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور کھڑے ہو کر سوچنے لگا پھر اس نے اپنی تلوار نکالی اور گھوڑے کے ٹکڑے کر کے ان کے کھانے کے لیے ڈال دیئے، بچے تو پہلے ہی بھوک سے بری طرح بلک رہے تھے، جونہی انہوں نے گوشت دیکھا وہ چونچوں سے نوچنے لگے تا کہ اپنا پیٹ بھریں۔ جب نوجوان وہاں سے چلنے لگا تو انہوں نے ممنون نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور بولے۔

''ہم تمہیں یاد رکھیں گے تم نے ہماری جان بچائی ہے کبھی نہ کبھی ہم اس کا صلہ ضرور دیں گے۔''

نوجوان نے اپنا گھوڑا تو ہلاک کر دیا تھا لہٰذا اب وہ پیدل سفر پر چل دیا۔۔۔۔۔

اور چلتا چلاتا ایک بڑے شہر میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا تو بازاروں میں بڑا ہجوم تھا اور شور ہو رہا تھا وہ بڑا حیران ہوا اور آگے بڑھ کر لوگوں سے پوچھنے لگا۔

''یہاں لوگ کیوں جمع ہیں۔۔۔۔۔اور یہ اس قدر شور کیوں ہے؟''

جواب میں بعض نے اسے بڑے تعجب سے دیکھا اور پوچھنے لگے

''کیا تمہیں نہیں معلوم۔۔۔۔۔۔؟ کیا تم اجنبی ہو۔۔۔؟''

''ہاں۔۔۔۔میں ایک مسافر ہوں اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ لوگ یہاں کیوں جمع ہیں؟''

اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اس پر لوگوں نے بتایا

''شہزادی اپنے شوہر کا انتخاب کرنے والی ہے جو نوجوان شہزادی کی شرائط پوری کرے گا، اس سے اس کی شادی ہو جائے گا اور اس طرح وہ تخت کا وارث بھی بن جائے گا۔''

نوجوان نے جب یہ بات سنی تو اس کو دلچسپی پیدا ہوئی اور وہ بھی اس ہجوم میں ایک طرف کھڑا ہو گیا اتنے میں آدمیوں کے ریلے کو ہٹاتے ہوئے چند شاہی خادم آئے اور انہوں نے اعلان کیا۔

''سنو اور غور سے سنو۔۔۔۔۔شہزادی اپنے لیے شوہر کا انتخاب کرنے والی ہے۔''

یہ سنتے ہی تمام لوگ شاہی اعلان کرنے والے گھڑسواروں کی طرف متوجہ ہو گئے اور بڑے اشتیاق سے اعلان سننے لگے مجمع میں جو وجیہہ اور خوبصورت نوجوان

تھے ان کی دلچسپی کہیں زیادہ تھی ہر نوجوان کی تمنا تھی کہ شہزادی اس کا انتخاب کرے اس لیے نوجوان آگے بڑھ بڑھ کر اعلان سننے کی کوشش کر رہے تھے سب لوگ منتظر تھے کہ شاہی اعلانچی کیا کہتے ہیں کہ اتنے میں انہوں نے اعلان کیا۔

''شہزادی کو وہ نوجوان حاصل کر سکے گا جو ایک مشکل امتحان میں کامیاب ہوگا اور اگر وہ اس امتحان میں ناکام رہا تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔''

جیسے ہی یہ اعلان ہوا لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔

''وہ امتحان کیا ہے جس میں کامیابی شرط ہے؟''

مگر کسی کو اس بارے میں علم نہ تھا اس کے باوجود کئی نوجوان شہزادی کو حاصل کرنے کے شوق میں مشکل سے مشکل امتحان سے گزرنے کے لیے تیار تھے۔۔۔۔

اور پھر اسی کوشش میں کئی لوگ اپنی جان گنوا بیٹھے۔ جو بھی جاتا پھر واپس نہ آتا۔ گویا شہزادی کو حاصل کرنا موت کے منہ میں جانا تھا یہ دیکھ کر بہت سے لوگوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا سیاحت کے لیے آنے والے نوجوان کا ارادہ بھی بدل رہا تھا مگر جب اس نے شہزادی کا حسن دیکھا تو اس میں ہمت پیدا ہوگئی شہزادی اس قدر حسین وجمیل تھی کہ آج تک اس نے ایسی خوبصورت لڑکی نہ دیکھی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس قدر فریفتہ ہوگیا کہ ہر امتحان سے گزرنے کے لیے تیار ہوگیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس کے دل میں موت کا جو خوف پیدا ہوگیا تھا اس نے اس کی بھی پروا نہ کی اور بادشاہ کے حضور میں پیش ہوگیا جہاں شہزادی بھی موجود تھی۔

''جہاں پناہ! میں شہزادی کا امیدوار ہوں۔۔۔۔!''

اس نے سر جھکا کر عرض کیا بادشاہ نے اسے ایک نظر سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر کہا۔۔۔۔

''لیکن اس کے لیے تمہیں ایک مشکل امتحان سے گزرنا ہوگا۔۔۔۔؟''

''حضور والا! میں تیار ہوں''

''تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تم سے پہلے کئی نوجوان اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔۔۔۔؟''

''مجھے اس کا علم ہے حضور!''

''اے نوجوان! اچھی طرح سوچ سمجھ لو ابھی وقت ہے؟''

بادشاہ کو اس کی جوانی پر ترس آرہا تھا اور شہزادی بھی اسے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ ناحق موت کے منہ میں جارہا ہے لیکن اس نے اصرار کرتے ہوئے عرض کیا۔

''عالی جاہ! میں سوچ سمجھ کر حاضر ہوا ہوں۔ میں ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔''

جب اس نے یہ کہا تو بادشاہ نے شاہی خادموں کو حکم دیا۔

''اس نوجوان کو امتحان کے لیے لے جایا جائے''

بادشاہ کے حکم کے ساتھ ہی شاہی خادم نوجوان کو ساتھ لے کر چل دیئے خود بادشاہ اور شہزادی بھی ساتھ تھے وہ سب اسے سمندر کے کنارے لیے گئے۔ وہاں پہنچ کر بادشاہ نے ایک انگشتری نکالی اور اسے گہرے سمندر میں پھینکتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یہ انگشتری تلاش کرکے لانی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے یہ بھی کہا۔

''یاد رکھو۔۔۔۔ اگر تم انگشتری کے بغیر سمندر سے باہر آئے تو تمہیں دوبارہ سمندر میں پھینک دیا جائے گا اور اسی طرح بار بار پھینکا جاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ تم ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاؤ گے۔''

یہ کہہ کر بادشاہ اور دوسرے لوگ پیچھے ہٹ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ دیکھیں نوجوان کی قسمت میں کیا لکھا ہے ادھر نوجوان کنارے پر کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا کروں۔۔۔؟ اتنے گہرے پانی میں انگشتری کیسے تلاش کروں۔۔۔؟ اتنے میں اچانک اس نے دیکھا کہ پانی میں تین مچھلیاں تیرتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھیں اس نے دیکھا کہ ان تینوں میں سے درمیان والی مچھلی نے اپنے منہ میں ایک کھلے منہ کی سیپی پکڑ رکھی تھی۔ وہ انہیں حیرت سے دیکھتا ہوا اتھلے پانی میں چلا گیا اس نے دیکھا کہ تینوں مچھلیاں اس کے قریب آئیں اور درمیان والی مچھلی نے اس کے پاؤں کے قریب آ کر وہ سیپی رکھ دی۔ پھر اس سے کہنے لگیں۔

''ہم وہی مچھلیاں ہیں، جن کو تم نے دوبارہ تالاب میں پھینک کر ہماری جان بچائی تھی۔''

اس نوجوان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ تعجب سے ان چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو دیکھ رہا تھا۔

''خدا حافظ!''

ان تینوں نے یہ کہا اور پھر سے پانی میں غائب ہو گئیں اس نے جھک کر وہ سیپی اٹھائی اور اسے کھول کر دیکھا تو اس میں وہ انگشتری موجود تھی جو بادشاہ نے سمندر میں پھینکی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ نہال ہو گیا اور خوشی خوشی بادشاہ کے پاس آ کر انگشتری پیش کرتے ہوئے بولا۔

''عالی جاہ! انگشتری حاضر ہے۔۔۔۔۔!''

بادشاہ نے انگشتری دیکھی اسے پہچانا تو واقعی وہی تھی جو اس نے خود پھینکی تھی۔۔۔۔ اسے بڑا تعجب ہوا اپنے دل میں سوچنے لگا۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔؟''

مگر اس وقت تو یہ ممکن ہو چکا تھا اور انگشتری اس کے ہاتھ میں تھی بادشاہ کچھ سوچ میں تھا کہ نوجوان نے جھک کر عرض کیا۔

''بادشاہ سلامت! میں نے شرط پوری کر دی ہے۔ میں امتحان میں کامیاب ہو چکا ہوں اس لیے اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔۔۔۔۔؟''

بادشاہ اپنے وعدے پر قائم تھا اور اسے پورا بھی کرنا چاہتا تھا لیکن جب شہزادی کو نوجوان کی حیثیت کا علم ہوا اور پتا چلا کہ وہ اس کی طرح کسی شاہی خاندان کا نہیں ہے تو وہ اپنے عہد سے پھرنے لگی اس نے کہا۔

''اگر یہ نوجوان مجھے حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے ایک اور امتحان میں بھی کامیاب ہونا پڑے گا۔''

شہزادی کو یقین تھا کہ نوجوان دوسری شرط پوری نہیں کر سکے گا۔ دوسرے لوگوں

کا بھی یہی خیال تھا کہ ایک مشکل امتحان میں تو وہ کامیاب ہو گیا ہے لیکن دوسرے میں اس کی موت یقینی ہے یہی کچھ سوچ کر وہ اس کی جوانی پر افسوس کر رہے تھے مگر نوجوان نے اسی طرح سر جھکا کر ادب سے عرض کیا۔

''میں اس کے لیے بھی تیار ہوں!''

چنانچہ شہزادی اسے اپنے باغ میں لے گئی۔ اس نے باجرے سے بھرے ہوئی دس تھیلے منگوائے اور انہیں باغ میں اگی ہوئی گھاس پر ادھر ادھر بکھیر دیا۔ پھر کہنے لگی۔

''کل طلوع آفتاب سے پہلے پہلے تمہیں باجرے کا ایک ایک دانہ چن کر دوبارہ ان تھیلوں میں بھرنا ہوگا۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے تاکید کی۔

''یاد رکھو۔۔۔۔۔ ایک دانہ بھی کہیں باقی نہیں رہنا چاہیے۔۔۔ اگر ایسا ہوا تو تمہیں موت کی سزا دے دی جائے گی۔''

یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور نوجوان حیران و پریشان کھڑا سوچتا رہ گیا۔ اس وقت شام ہو چکی تھی اور اندھیرا اچھل رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے، میں صبح تک باجرے کا ایک ایک دانہ چن کر تھیلوں میں ڈال دوں؟ مگر اس کے سوا اب اس کے لیے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ انکار کرتا تو جب بھی موت تھی۔ اسی شش و پنج میں وہ اداس ہو کر سر پکڑ کے بیٹھ گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''پہلے تو مجھے مچھلیوں نے بچا دیا تھا لیکن اب موت یقینی ہے''

وہ اسی ادھیڑ بن میں سر پکڑے اداس بیٹھا تھا۔۔۔۔۔۔یہاں تک کہ رات گزر گئی اور صبح کی کرنیں پھیلنے لگیں۔ جیسے ہی روشنی پھیلی نوجوان نے بڑی حیرانی سے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔وہ دیکھ رہا تھا کہ دس کے دس تھیلے باجرے سے بھرے ہوئے تھے اور دور و نزدیک گھاس میں ایک دانہ بھی باقی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔حیرت زدہ ہو کر سوچنے لگا۔

''یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔۔۔۔؟''

شاید وہ اسی طرح کچھ دیر اور حیران بیٹھا رہتا کہ اتنے میں قریب ہی سے مہین سی آواز آئی۔

''ہمیں پتا چلا تھا کہ تم مصیبت میں گرفتار ہو اس لیے رات ہزاروں کی تعداد میں چیونٹیاں آئیں اور باجرے کا ایک ایک دانہ اٹھا کر تھیلوں میں بھر دیا۔۔۔۔ اب ایک دانہ بھی ادھر ادھر باقی نہیں بچا۔''

اس نے دیکھا تو وہ چیونٹیوں کا بادشاہ تھا جن کی جان بچانے کے لیے اس نے گھوڑے کا راستہ بدل لیا تھا۔

''تم نے ہماری جان بچائی تھی، اب تمہاری مدد کرنا ہمارا فرض تھا''

چیونٹیوں کے بادشاہ نے مزید کہا اور پیشتر اس کے کہ وہ اس کا شکریہ ادا کرتا وہ جلدی سے بولا۔

''خدا حافظ!''

اور گھاس میں غائب ہو گیا

دوسری طرف جب صبح ہوئی تو شہزادی اور بادشاہ یہ دیکھنے کے لیے آئے کہ نوجوان امتحان میں پورا اترا ہے یا نہیں ۔۔۔؟ وہ دونوں اپنی جگہ مطمئن تھے کہ یہ کام نوجوان کے بس کا نہیں ہے لیکن وہ باغ میں پہنچے تو حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''یہ کیا۔۔۔۔۔۔ یہ سب کیسے ہوگیا۔۔۔۔؟''

شہزادی تعجب سے بولی۔

''تعجب ہے۔۔۔ اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔''

بادشاہ بھی حیران کھڑا تھا۔ دونوں کے سامنے دس کے دس تھیلے باجرے کے بھرے ہوئے رکھے تھے اور ایک دانہ بھی ادھر ادھر کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔ انہوں نے چاروں طرف نظریں دوڑا کے دیکھا مگر انہیں ایک دانہ بھی کہیں نہ مل سکا۔ بادشاہ نے تعجب سے نوجوان کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

''بادشاہ سلامت! میں نے شرط پوری کر دی ہے۔ میں اس امتحان میں بھی کامیاب ہوگیا ہوں۔ اس لیے اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں؟''

اب تو بادشاہ واقعی اپنا عہد پورا کرنے پر بالکل تیار تھا مگر شہزادی پھر اپنے وعدے سے پھر گئی اور کہنے لگی۔

''اگرچہ نوجوان نے میری دونوں شرطیں پوری کر دی ہیں، وہ دونوں امتحانوں میں کامیاب رہا لیکن۔۔۔۔۔''

''لیکن کیا۔۔۔؟''

بادشاہ نے شہزادی کی بات کاٹ کر پوچھا۔۔۔۔۔

''لیکن یہ کہ میں اس وقت تک اس سے شادی نہیں کروں گی جب تک یہ میری تیسری شرط پوری نہیں کرتا''

''شہزادی! وہ شرط کیا ہے۔۔۔۔؟''

نوجوان نے سوال کیا اس پر شہزادی کہنے لگی

''جب تک تم میرے لیے زندگی کے درخت سے سونے کا ایک سیب توڑ کر نہیں لاؤ گے اس وقت تک میں تم سے شادی نہیں کروں گی۔''

''میں یہ شرط بھی پوری کرنے کے لیے تیار ہوں''

نوجوان نے بغیر سوچے سمجھے جواب دیا حالانکہ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ زندگی کا درخت کہاں ہے اور وہاں تک جانے کا کون سا راستہ ہے۔۔۔؟

''ٹھیک ہے۔۔۔۔''

شہزادی بولی

''اگر تم زندگی کے درخت سے ایک سیب توڑ کے لے آئے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے شادی کر لوں گی۔ اور اگر تم اس میں ناکام ہو گئے تو اپنی زندگی کی امید نہ رکھنا۔۔۔!''

''مجھے منظور ہے''

نوجوان نے یہ کہا اور وہاں سے چل دیا۔۔۔ لیکن وہ جاتا کہاں۔۔۔۔؟ اسے تو کچھ بھی نہیں معلوم تھا کہ زندگی کا درخت کہاں ہے۔۔۔؟ پھر وہ کہاں

جائے ۔۔۔؟ بہر صورت وہ چلتا رہا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک **ملک** سے دوسرے **ملک**۔ اسی طرح سفر کرتا ہوا وہ تین ملکوں کی خاک چھان چکا تھا اور اب بالکل مایوس ہو چکا تھا زندگی کا درخت ملنے کی امید دم توڑ رہی تھی۔ وہ اسی مایوسی کے عالم میں سفر کرتا کراتا ایک جنگل میں پہنچ گیا اس وقت وہ سفر کرتے کرتے نڈھال ہو چکا تھا۔ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''اب زندہ بچنا ناممکن ہے۔۔۔۔۔''

چنانچہ وہ تھک ہار کے ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا اور لیٹتے ہی گہری نیند سو گیا۔ اس طرح وہ بے خبر سو رہا تھا کہ اچانک درخت پر ٹہنیوں کے ہلنے کی زور زور کی آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک سونے کا سیب اس پر گرا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ دیکھا تو سونے کا سیب اس کے پاس ہی پڑا تھا۔ اتنے میں درخت سے تین پہاڑی کوے اڑ کر نیچے آئے اور اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے پھر کہنے لگے۔

''ہم وہی تینوں کوے ہیں جن کی تم نے جان بچائی تھی اب ہم بڑے ہو چکے ہیں''

نوجوان حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں انہیں دیکھ رہا تھا کہ وہ بولے۔

''ہمیں پتا چلا تھا کہ تم مصیبت میں ہو اور تمہیں زندگی کے درخت سے سونے کے سیب کی ضرورت ہے چنانچہ ہم اڑتے ہوئے سمندر کی دوسری طرف دنیا کے آخری کنارے تک گئے جہاں زندگی کے درخت اگتے ہیں اور پھر تمہارے لیے سونے کا یہ سیب توڑ کر لے آئے۔''

نوجوان نے یہ سنا تو اس کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا اس نے ممنون نظروں سے

تینوں پہاڑی کووں کی طرف دیکھا اور بولا

''تمہارا شکریہ تم نے میری جان بچا دی''

''تم نے بھی تو ہماری جان بچائی تھی''

انہوں نے جواب دیا اور پھر۔۔۔۔

''خدا حافظ!''

کہہ کر اڑ گئے نوجوان نے جلدی سے سونے کا سیب سنبھالا اور واپس شہزادی کی طرف روانہ ہو گیا اس طرح ہفتوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرتا ہوا وہ واپس پہنچ گیا۔ وہاں جا کر سیدھا بادشاہ کے حضور پیش ہوا اور سیب پیش کرتے ہوئے بولا۔

''حضور! یہ رہا زندگی کے درخت کا سونے کا سیب۔۔۔۔۔!''

بادشاہ نے سیب دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ وہ نوجوان کی ہمت اور جوانمردی سے بہت خوش تھا۔ دوسری طرف شہزادی نے سیب دیکھا تو وہ بھی بہت خوش ہوئی۔ نوجوان نے اس کی تین مشکل ترین شرطیں پوری کر دی تھیں اور ہر امتحان میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ دیکھ کر شہزادی کا دل بھی پسیج گیا تھا۔ اب وہ اسے مزید امتحان میں ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔ دراصل زندگی کے درخت کے سیب نے اس کے دل میں نوجوان کے لیے ہمدردی اور محبت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کی بڑی دھوم دھام سے شادی ہو گئی اور وہ زندگی کے آخری لمحوں تک ہنسی خوشی زندہ رہے۔

☆☆☆☆☆☆

بارہ شکاری

(The Twelve Huntsmen)

پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کا ایک بیٹا تھا شہزادے بڑے نازونعم میں پلا تھا اور بادشاہ اسے بہت چاہتا تھا۔ جب وہ جوان ہوا تو ایک دوسرے ملک کی شہزادی پر عاشق ہو گیا۔ یہ شہزادی شہزادے کو اس قدر پسند آئی تھی کہ وہ ہر وقت اسی کے خیال میں کھویا رہتا تھا اور اکثر دوسرے ملک اسے ملنے جاتا تھا۔

ایک روز کا ذکر ہے، شہزادہ شہزادی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ دونوں دنیا جہان سے بے نیاز آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک شہزادے کو ایک بری خبر ملی اس کا باپ شدید بیمار تھا اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ شاہی خادموں نے شہزادے کو بتایا کہ

''بادشاہ سلامت کی بڑی تمنا ہے کہ وہ مرنے سے پہلے ایک بار شہزادے کو ضرور دیکھ لیں۔''

جیسے ہی شہزادے نے یہ سنا وہ اسی وقت جانے کے لیے تیار ہو گیا اور شہزادی سے کہنے لگا۔

''مجھے فوری طور پر جانا چاہیے میں تم سے کچھ عرصہ کے لیے جدا ہو رہا ہوں''

جب شہزادہ جانے لگا تو شہزادی اداس ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

شہزادے نے اسے تسلی دی اور ایک انگشتری دیتے ہوئے کہا۔

''یہ انگشتری اپنے پاس رکھنا تمہیں یہ میری یاد دلائے گی تم سے میرا وعدہ ہے کہ جب میں بادشاہ بنوں گا تو تمہیں ملکہ کی حیثیت سے اپنے پاس بلا لوں گا۔''

اس نے اتنا کہا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔ جس وقت وہ شاہی محل میں پہنچا تو واقعی بادشاہ آخری دموں پر تھا اور تمام لوگ اس کے گرد جمع تھے وہ بھی باپ کی مسہری کے پاس گیا اور غمناک نظروں سے اسے دیکھنے لگا جب بادشاہ کو بتایا گیا کہ شہزادہ آ گیا ہے تو اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور پھر نحیف آواز میں بولا۔

''پیارے بیٹے! میں مرنے سے پہلے تمہیں ایک بار ضرور دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔ اچھا کیا تم آ گئے۔''

شہزادہ سر جھکائے کھڑا اپنے باپ کی بات سن رہا تھا بادشاہ نے اسے پیار کی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! میرا آخری وقت ہے میری ایک تمنا ہے، مجھ سے وعدہ کرو کہ تم پوری کرو گے؟''

''آپ فرمائیں۔۔۔۔۔ میں اسے ضرور پوری کروں گا''

شہزادے نے بڑے ادب اور فرماں برداری سے جواب دیا اس پر اس کا باپ کمزور آواز میں بولا۔

''مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اسی لڑکی سے شادی کرو گے جس کے بارے میں تمہیں میں کہوں گا۔۔۔۔۔؟''

اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اور بادشاہ کی بیٹی کا نام لیا اور کہا

"تمہیں اسی سے شادی کرنی چاہیے۔۔۔۔۔یہی میری تمنا ہے اور یہی میری وصیت!"

جیسے ہی شہزادے نے یہ سنا وہ اداس ہو گیا اور سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مرتے ہوئے باپ کو کیا جواب دے۔۔۔؟ اگر وہ انکار کرتا تو باپ کی آخری خواہش پوری نہ ہو سکتی تھی جس کو پورا کرنے کا اس نے وعدہ کیا تھا اور اگر وہ ہاں کر دے تو اس کی اپنی تمناؤں کا خون ہوتا تھا۔ اس نے اپنی پسند کی شہزادی سے جو وعدے کیے تھے وہ سب جھوٹے ہوتے تھے وہ بڑا پریشان تھا اور دوسری طرف بادشاہ کا آخری وقت آ گیا تھا۔ اس وقت گو اس کا دل نہیں چاہتا تھا لیکن وہ مجبور تھا آخر اس نے باپ کی خواہش پر اپنا پیار قربان کر دیا اور دھڑکتے دل سے کہا۔

"ابا جان! جیسے آپ کی تمنا ہے ویسے ہی ہو گا۔ میں اسی لڑکی سے شادی کروں گا جس کے بارے میں آپ نے کہا ہے۔"

شہزادے کی یہ بات سن کر بادشاہ کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔

بادشاہ کی وفات کے بعد شہزادے کی تاجپوشی کی گئی اور اس طرح اب وہ تخت کا مالک تھا چند روز تک بادشاہ کی موت کا سوگ منایا گیا اور جب سوگ کے دن پورے ہو گئے تو نیا بادشاہ اپنے وزیروں، امیروں سے کہنے لگا۔

"اب وعدے کے مطابق مجھے اپنے باپ کی آخری تمنا پوری کرنی چاہیے۔"

چنانچہ اسی وقت اس بادشاہ کے پاس ایلچی بھیج دیئے گئے جس کی بیٹی سے اس کی شادی ہونی تھی۔ جب ایلچی رشتے کا پیغام لے کر شہزادی اور اس کے باپ کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً اسے منظور کر لیا۔ اس طرح چند ہی روز میں بڑی دھوم دھام سے منگنی ہو گئی اور شادی کا دن طے کر دیا گیا۔

دوسری طرف جب یہ خبر اس شہزادی کو پہنچی جو شہزادے سے محبت کرتی تھی اور جسے کبھی شہزادہ بھی دل و جان سے چاہتا تھا تو وہ غم سے نڈھال ہو گئی۔ اس کی بری حالت ہو گئی اور اس نے اس دکھ میں کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اس کے باپ نے جب اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی اداس ہو گیا مگر وہ بادشاہ ہونے کے باوجود اس سلسلے میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے شہزادی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''پیاری بیٹی! تم اس قدر اداس کیوں ہو۔ اپنی حالت سنبھالو، ہونے والی بات تو ہو گئی اب پچھتانے سے کیا حاصل.....!''

پھر وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا

''تمہیں اللہ نے ہر چیز دی ہے تمہاری جو بھی تمنا ہے مجھ سے کہو، میں اسے ہر صورت میں پورا کروں گا؟''

جواب میں شہزادی نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہنے لگی

''ابا جان! مجھے گیارہ ایسی لڑکیاں چاہئیں جو شکل و صورت، رنگ ڈھنگ اور قد و قامت میں بالکل مجھ سے مشابہ ہوں.....ان میں اور مجھ میں بال برابر فرق نہیں ہونا چاہیے...اگر میں ان میں مل جاؤں تو مجھے کوئی پہچان نہ سکے۔''

بادشاہ نے یہ سنا تو کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ دل میں سوچنے لگا، بیٹی نے بہت مشکل کام بتایا ہے تاہم وہ اپنی بیٹی کی ہر خواہش پوری کرنے کے لیے تیار تھا۔ اسی لیے کہنے لگا۔

''اگرچہ تمہاری یہ تمنا پوری کرنا بہت مشکل ہے، اس کے باوجود میں تمہاری خواہش پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ خواہ کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے میں ایسی گیارہ لڑکیاں ضرور تلاش کروں گا۔''

اس طرح وہ شہزادی کو تسلی دے کر چلا گیا اور اس نے اسی وقت حکم دیا کہ۔۔۔۔

''پورے ملک میں شاہی خادم بھیجے جائیں اور ایسی گیارہ لڑکیاں تلاش کی جائیں جو ہو بہو شہزادی کی ہم شکل ہوں۔ قد و قامت میں ان میں اور شہزادی میں کوئی فرق نہ ہو۔ اور ان کا رنگ ڈھنگ بھی بالکل شہزادی کی طرح ہو۔''

حکم کی دیر تھی اسی وقت پورے ملک میں آدمی بھیج دیئے گئے اور اس طرح شہزادی کی ہم شکل گیارہ لڑکیوں کی تلاش شروع ہوگئی۔ اسی طرح کئی روز گزر گئے اور آخر کار ایسی لڑکیاں مل گئیں جو ہو بہو شہزادی کی طرح تھیں۔ ان کی شکل و صورت، رنگ ڈھنگ اور قد و قامت میں بال برابر فرق نہیں تھا۔ اگر ان کو شہزادی کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا تھا تو کوئی پہچان نہ سکتا تھا۔ کہ ان میں شہزادی کون سی ہے؟ جب بادشاہ کو اس بات کی خبر دی گئی تو وہ بے انتہا خوش ہوا اسے جس بات کی توقع نہیں تھی وہ پوری ہوگئی تھی۔ وہ خوش ہو کر بولا۔

''لڑکیوں کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے ہم خود دیکھیں گے کہ ان میں اور

شہزادی میں کوئی فرق تو نہیں ۔۔۔۔۔!''

جونہی بادشاہ نے لڑکیوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، اس کے ساتھ ہی گیارہ لڑکیاں دربار میں پیش کر دی گئیں جنہیں دیکھ کر بادشاہ بھی حیران رہ گیا۔۔۔واقعی ان میں اور شہزادی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اسے ہر لڑکی اپنی بیٹی دکھائی دے رہی تھی۔ وہی شکل وصورت، وہی قد وقامت، وہی رنگ ڈھنگ اور وہی چال ڈھال اس نے اسی وقت شہزادی کو طلب کیا اور کہا۔

''لو بیٹی، تمہاری تمنا پوری کر دی گئی ہے گیارہ لڑکیاں حاضر ہیں جو ہر بات میں بالکل تمہاری طرح ہیں۔ اگر تم ان کے ساتھ کھڑی ہو جاؤ تو تمہیں کوئی پہچان نہ سکے گا۔''

شہزادی نے دیکھا تو وہ بھی حیران رہ گئی۔ حقیقت میں خود اسے بھی اس کا یقین نہیں تھا کہ ایسی لڑکیاں مل جائیں گی۔ اور اب جبکہ وہ مل گئی تھیں تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا تھا۔ اس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور لڑکیوں کو ساتھ لے کر اپنے محل میں چلی گئی۔

شہزادی نے اسی وقت شاہی درزی کو طلب کیا اور جب وہ آ گیا اس سے کہنے لگی۔

''شکاریوں کے بارہ مردانہ لباس تیار کرو۔ یہ لباس بالکل ایک رنگ اور ایک ہی طرح کے ہوں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔''

جواب میں درزی سر جھکا کر بولا

''شہزادی صاحبہ! آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''

اور پھر۔۔۔۔ جب درزی نے شکاریوں کے بارہ لباس تیار کر دیئے تو شہزادی نے گیارہ لڑکیوں کے ساتھ خود بھی وہی لباس پہن لیا ایک تو ان سب کی شکل و صورت ہو بہو ایک سی تھی، پھر قد و قامت میں بھی کوئی فرق نہیں تھا، اس پر انہوں نے ایک ہی رنگ کے ایک ہی سے لباس پہن لیے تھے اس لیے اب ان میں ناموں کے سوا کوئی فرق نہیں رہا تھا۔ جب وہ تمام شکاریوں کا مردانہ لباس پہن چکیں تو شہزادی تمام لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئی بادشاہ نے جب انہیں ایک دیکھا تو واقعی وہ اپنی بیٹی کو نہ پہچان سکا۔ شہزادی نے جب بادشاہ کی حیرانی دیکھی تو خود ہی آگے بڑھ کر سلام کر کے بولی۔

'' آپ نے میری ایک تمنا پوری کر دی۔۔۔ اب دوسری تمنا بھی پوری کیجئے۔۔۔!''

''وہ کیا ہے۔۔۔۔۔؟ ہمیں بتاؤ ہم ضرور پورا کریں گے۔۔۔۔؟''

بادشاہ نے بیٹی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابا جان! ہمیں چند روز کے لیے اجازت دیجئے ہم شکار کے لیے جانا چاہتی ہیں۔۔۔۔؟''

شہزادی نے اجازت طلب کی جس پر بادشاہ بولا

''شکار کے لیے ضرور جاؤ مگر اپنی حفاظت کے لیے خادم ساتھ لے جاؤ''

''نہیں ابا حضور۔۔۔۔ ہمیں خادموں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنی حفاظت

خود کر سکتی ہیں۔‘‘

شہزادی نے عرض کیا جو اس وقت مردانہ شکاری لباس پہن کر بالکل ایک خوبصورت نوجوان نظر آ رہی تھی۔ بادشاہ نے ایک نظر تمام لڑکیوں پر ڈالی اس نے دیکھا، اس وقت بارہ لڑکیاں نوجوانوں کے روپ میں کھڑی تھیں۔ انہیں کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ وہ لڑکیاں ہیں۔

’’ابا جان آپ بے فکر رہیں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔‘‘

شہزادی نے بادشاہ کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔۔۔۔بادشاہ کا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ انہیں خادموں کے بغیر جانے کی اجازت دے لیکن جب شہزادی نے زیادہ اصرار کیا تو وہ مجبور ہو گیا۔۔۔۔کہنے لگا۔

’’ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے مگر اپنی حفاظت سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہونا۔‘‘

اس طرح جب بادشاہ نے انہیں اجازت دے دی تو شہزادی لڑکیوں کو ساتھ لے کر چل دی۔ انہوں نے گھوڑے تیار کیے اور سوار ہو کر اس شہزادے کی طرف روانہ ہو گئیں جو اب بادشاہ بن چکا تھا۔ جو کبھی شہزادی پر دل و جان سے فدا تھا اور جسے شہزادی اب بھی بے انتہا چاہتی تھی۔

بارہ لڑکیاں جب بارہ ہم شکل نوجوانوں کے روپ میں اس شہر میں پہنچے تو جو بھی انہیں دیکھتا حیران رہ جاتا۔

’’بارہ کے بارہ نوجوان ہم شکل۔۔۔۔ذرا سا فرق بھی تو نہیں!‘‘

ہر شخص حیرت سے انہیں دیکھتا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارے شہر میں ان کا چرچا ہونے لگا کسی طرح یہ خبر بادشاہ کے دربار میں بھی پہنچ گئی۔ بادشاہ نے سنا تو تعجب سے بولا۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔۔؟'' بارہ نوجوان ہم شکل کیونکر ہو سکتے ہیں؟

اس پر خادموں نے دست بستہ عرض کیا۔

''حضور! یہ حقیقت ہے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

اس نے حکم دیا

''ان نوجوانوں کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔''

حکم کا ہونا تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں بارہ ہم شکل اور ہم قد خوبصورت نوجوان دربار میں کھڑے تھے اور دربار میں موجود ہر شخص حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا خود بادشاہ بھی حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا۔ بارہ کے بارہ نوجوان اسی طرح مشابہت رکھتے تھے کہ ایک کو دوسروں سے الگ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ حسین نوجوان اس وقت شکاریوں کا لباس پہنے ہوئے تھے اور لباس بھی ایک سا تھا۔ بادشاہ کی حیرت قدرے کم ہوئی تو اس نے خوش ہوتے ہوئے دریافت کیا۔

''اے حسین نوجوانو! ہم تمہیں دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں ہماری کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے تو بلا تکلف کہو۔۔۔۔؟!''

جیسے ہی اس نے یہ کہا شہزادی فوراً بولی

''حضور! ہم شکاری ہیں اور چاہتے ہیں کہ حضور کے خدمت گاروں میں شامل

ہو جائیں۔''

بادشاہ نے یہ سنا تو اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی۔وہ تو پہلے ہی یہ سوچ رہا تھا کہ ایسے منفرد اور انوکھے نوجوانوں کو اس کے دربار سے وابستہ ہونا چاہیے۔اس وقت یہ بات اس کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ یہ نوجوان مرد نہیں لڑکیاں ہیں اور ان میں وہ شہزادی بھی شامل ہے جس کے لیے کبھی وہ دن رات بے قرار رہتا تھا وہ تو یہی دیکھ رہا تھا کہ بارہ ہم شکل شکاری نوجوان اس کے سامنے کھڑے ہیں اس نے اسی وقت حکم دیا۔

''آج سے یہ بارہ نوجوان شاہی شکاری ہوں گے''

اور اس طرح شہزادی اور دوسری گیارہ لڑکیاں شاہی شکاریوں کی حیثیت سے دربار سے وابستہ ہو گئیں۔

اس بادشاہ کے پاس ایک شیر تھا جو بوڑھا ہو چکا تھا لیکن وہ بڑا ذہین اور عقلمند تھا عقلمند ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہر اس چیز سے واقف تھا جو عام لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل تھی وہ پوشیدہ رازوں سے بھی باخبر تھا یہی وجہ تھی کہ بادشاہ کا وہ پسندیدہ جانور تھا ایک شام ہوا یہ کہ بادشاہ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں اچانک شیر پوچھنے لگا۔

''آپ نے بارہ ہم شکل ملازم رکھے ہیں۔۔۔۔۔؟''

''ہاں۔۔۔۔رکھے ہیں۔۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔۔؟''

بادشاہ نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا اس پر شیر بولا

''کیا آپ کے خیال میں یہ بارہ نوجوان مرد ہیں۔۔۔۔۔؟''

''کیوں نہیں۔۔۔۔!''

بادشاہ نے اور بھی حیران ہوتے ہوئے کہا

''یہ بارہ نوجوان مرد ہیں اور شکاری ہیں''

''نہیں۔۔۔۔۔آپ غلطی پر ہیں''

شیر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اس پر بادشاہ نے تعجب سے شیر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا وہ مرد نہیں۔۔۔۔۔۔۔؟تم کیسے کہہ سکتے ہو۔۔۔؟''

''بادشاہ سلامت! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے یہ نوجوان مرد نہیں ہیں بلکہ لڑکیاں ہیں''

''نہیں۔۔۔۔ہمیں تمہاری بات پر یقین نہیں ہے تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے۔۔۔؟''

جب بادشاہ نے یہ کہا تو جواب میں شیر کہنے لگا

''آپ اپنے محل کے پہلے کمرے میں مٹر کے دانے بکھیر دیں تو آپ کو اس کا ثبوت مل جائے گا۔''

''وہ کیسے۔۔۔۔؟''

بادشاہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا اس پر شیر نے کہا

''مرد جب چلتا ہے تو اس کے پاؤں مضبوطی سے فرش پر جمتے ہیں اس لیے جب وہ مٹر کے ان دانوں پر سے گزریں گے تو کوئی دانہ اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا

لیکن لڑکیاں چلتے وقت بے پروائی سے چلتی ہیں ان کے پاؤں فرش پر نزاکت سے گھسٹتے ہوئے پڑیں گے اور مٹر کے دانے پھسل کر ادھر ادھر ہوتے جائیں گے۔''

بادشاہ شیر کی بات سن کر بہت خوش ہوا۔اسے یہ مشورہ پسند آیا دل میں سوچنے لگا، اس طرح شیر کی بات جھوٹ یا سچ ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے محل کے پہلے کمرے میں مٹر کے دانے بکھیر دیئے تا کہ دوسرے روز جب شکاری نوجوان آئیں اور بکھرے ہوئے دانوں پر سے گزریں تو ان کے اصل روپ کا پتا چل جائے۔

اتفاق کی بات یہ کہ بادشاہ کے خادموں میں سے ایک شخص ان شکاریوں کا بڑا ہمدرد تھا۔ جب اس بات کا پتا چلا کہ کل شکاریوں کو ایک امتحان سے گزرنا پڑے گا تو وہ بھاگا بھاگا ان کے پاس گیا اور کہنے لگا۔

''کل تم لوگوں کو ایک مشکل امتحان سے گزرنا ہوگا''

'' کیسا امتحان۔۔۔؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ صاف صاف بتاؤ۔۔۔۔۔۔؟''

شہزادی نے اس سے رازداری سے دریافت کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ شخص ہمارا بہت ہمدرد اور مددگار ہے جواب میں وہ آدمی کہنے لگا

''بادشاہ کا وفادار شیر یہ چاہتا ہے کہ وہ تم لوگوں کو ایک امتحان سے گزارے اور بادشاہ کو دکھائے کہ تم مرد نہیں لڑکیاں ہو''

اتنا کہنے کے بعد اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا

''شیر کے کہنے پر بادشاہ نے محل کے پہلے کمرے میں مٹر کے دانے بکھیر دیئے ہیں اور اب کل صبح تم لوگوں کو بلایا جائے گا جب تم مٹر کے دانوں پر سے گزرو گے تو بادشاہ اس بات کا اندازہ کرے گا کہ تم لڑکیاں ہو یا مرد؟''

یہ بتانے کے ساتھ ہی وہ تاکید کرتے ہوئے بولا

''کل تم سب کو بڑی ہوشیاری سے اس کمرے میں سے گزرنا ہو گا''

''تم بے فکر رہو۔۔۔۔۔۔اچھا کیا تم نے ہمیں بتا دیا۔۔۔۔ہم تمہارے بہت ممنون ہیں۔''

شہزادی نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا پھر جب وہ شخص چلا گیا تو شہزادی نے ساری لڑکیوں کو جمع کر کے انہیں اس بات سے مطلع کیا اور ساتھ ہی تاکید کی۔

''کل تم سب کو بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ جب تم اس کمرے میں سے گزرو تو اپنے پاؤں مضبوطی سے فرش پر رکھنا تاکہ مٹر کے دانے ادھر ادھر پھسلنے نہ پائیں اور بادشاہ کا شک دور ہو جائے۔''

''شہزادی! آپ اطمینان رکھیں ہم میں سے ہر ایک چوکس رہے گا اور پوری احتیاط سے چلے گا۔''

لڑکیوں نے شہزادی کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا اور شہزادی مطمئن ہو کر دوسری صبح کا انتظار کرنے لگی۔ پھر جیسے ہی صبح ہوئی شاہی خادموں نے آ کر انہیں بتایا کہ۔

''آپ لوگوں کو بادشاہ نے طلب کیا ہے''

وہ تو پہلے ہی سے تیار تھیں لہذا جیسے ہی انہیں پیغام ملا وہ اسی وقت بادشاہ کے محل

میں پہنچ گئیں۔جب وہ پہلے کمرے میں سے گزرنے لگیں تو انہوں نے دیکھا واقعی وہاں مٹر کے دانے بکھرے ہوئے تھے بہر صورت وہ تو اس کے لیے پہلے سے تیار تھیں۔۔۔وہ سب باری باری کمرے میں سے گزریں۔انہوں نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا اور اپنے پاؤں اس مضبوطی سے فرش پر رکھتے ہوئے اس طرح گزریں کہ مٹر کا ایک دانہ بھی ادھر سے ادھر نہ پھسلا اور وہ سب کمرے سے نکل گئیں یہ دیکھ کر بادشاہ دل میں اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''شیر نے غلط کہا ہے۔۔۔یہ تو سب مرد ہیں''

چنانچہ جب وہ شیر کے پاس گیا تو اس سے کہنے لگا

''تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ لڑکیاں ہیں۔۔۔وہ تو سب مرد ہیں اور مٹر کے دانوں پر سے مردوں کی طرح گزرے ہیں۔؟''

اس پر شیر بولا

''بادشاہ سلامت! اس نے جھوٹ نہیں کہا تھا شکاری واقعی لڑکیاں ہیں اور مردوں کا بھیس بدلے ہوئے ہیں۔''

''پھر وہ اس امتحان سے کیسے نکل گئیں۔۔۔؟''

بادشاہ نے سوال کیا جس پر شیر نے کہا

''وہ امتحان میں اس لیے پوری اتریں کہ وہ جانتی تھیں، ان کا امتحان لیا جا رہا ہے۔۔۔انہیں اس بات کا پہلے سے علم ہو گیا تھا۔''

اتنا کہنے کے بعد شیر بولا

''اگر آپ کو میری بات کا یقین نہیں ہے تو اب آپ کمرے میں چند چرخے رکھوا دیں۔۔۔۔''

''اس سے کیا ہو گا۔۔۔۔۔۔؟ اس سے کیسے پتا چلے گا کہ وہ عورتیں ہیں؟''

بادشاہ نے شیر کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا اس پر شیر نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''آدمی چرخوں پر کوئی توجہ نہیں دیتا لیکن عورتوں کو ان میں خاص دلچسپی ہوتی ہے لہذا جب وہ کمرے میں سے گزریں گی تو بڑی دلچسپی اور توجہ سے ان کی طرف دیکھیں گی اس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ وہ لڑکیاں ہیں یا مرد''

بادشاہ کو شیر کی یہ تجویز پسند آئی وہ کہنے لگا

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔کل ایسے ہی کریں گے''

اس کے بعد بادشاہ کے حکم سے محل کے پہلے کمرے میں ایک طرف چند چرخے رکھوا دیئے گئے شیر کو اس بار پورا پورا یقین تھا کہ اب ان کی پول کھل جائے گی اور وہ اپنے اصل روپ میں سامنے آجائے گی مگر اس دفعہ بھی لڑکیوں کا ہمدرد شخص ان کے کام آیا۔ جیسے ہی اس کو پتہ چلا کہ اب شیر کے کہنے سے انہیں اس نئے امتحان سے گزرنا ہے تو وہ پھر بھاگا بھاگا ان کے پاس گیا اور کہا۔

''کل تمہیں پھر بلایا جائے گا شیر کے کہنے سے محل کے اسی کمرے میں چند چرخے رکھوا گئے ہیں۔ تمہیں پھر بڑی ہوشیاری سے گزرنا ہوگا ورنہ شیر اپنی ترکیب میں کامیاب ہو جائے گا۔''

''تم فکر نہ کرو۔۔۔ہم ہر طرح سے ہوشیار ہیں۔۔۔تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے پہلے سے ہمیں باخبر کر دیا ہے۔''

شہزادی نے اس آدمی کا شکریہ ادا کیا اور پھر تمام لڑکیوں کو تاکید کرتے ہوئے بولی

''یاد رکھو کل پھر ہمیں امتحان سے گزرنا ہے۔تم میں سے کوئی بھی چرخوں کی طرف ایک نظر بھی نہ دیکھے۔۔۔بس سب سیدھی چلتی جائیں''

''شہزادی! آپ بالکل مطمئن رہیں۔۔۔ہم چرخوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گی اور کسی کو شک تک نہ ہو سکے گا۔''

لڑکیوں نے شہزادی کو یقین دلاتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ سب دوسری صبح کا انتظار کرنے لگیں۔

جیسے ہی دوسری صبح ہوئی ایک شاہی خادم نے آکر اطلاع دی کہ تمام شکاریوں کو بادشاہ نے طلب کیا ہے وہ تو پہلے ہی سے اس پیغام کی منتظر تھیں اس لیے جونہی انہیں یہ اطلاع کی گئی وہ فوراً تیار ہو کر بادشاہ کے محل میں پہنچ گئیں محل کے پہلے کمرے میں جہاں چرخے رکھے ہوئے تھے، جب وہ اس میں سے گزریں تو ان میں سے کسی ایک نے بھی چرخوں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا اور سیدھی گزر گئیں۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ شیر نے جھوٹ بولا ہے۔اسے اس بات پر غصہ اور افسوس بھی تھا کہ بیچارے شکاریوں پر ناحق شک کیا گیا ہے یہی وجہ تھی کہ جب وہ شیر کے پاس گیا تو غصے میں کہنے لگا۔

''تم میرے پرانے وفادار ہو اور پھر بھی تم نے مجھ سے جھوٹ بولا۔۔۔۔!''

''بادشاہ سلامت! میں نے جھوٹ نہیں بولا یہ بات سچ ہے''

شیر نے جواب دیا

''مگر ان میں سے تو کسی ایک نے بھی چرخوں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔۔۔وہ سب کے سب مردوں کی طرح سیدھے گزر گئے۔۔۔؟ پھر میں تمہاری بات کیسے مان لوں۔۔؟''

اس پر شیر نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

''میں اب بھی یہ کہوں گا کہ وہ مرد نہیں لڑکیاں ہیں دراصل انہیں پہلے سے علم ہو چکا تھا کہ آج اس امتحان سے گزرنا ہے اس لیے وہ اپنی جگہ ہوشیار ہو گئی تھیں''

''نہیں تم جھوٹ بولتے ہو۔۔۔۔تمہاری بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا''

بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا اور اس طرح اپنے پرانے وفادار شیر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا۔

دن گزرتے گئے اور اس طرح کافی عرصہ گزر گیا بادشاہ جب بھی شکار کے لیے جاتا تو بارہ کے بارہ ہم شکل شکاری اس کے ساتھ ہوتے بادشاہ ان کو ہمیشہ اپنے ہمراہ لے کر جاتا تھا اور اس طرح اب وہ انہیں اور زیادہ چاہنے لگا تھا۔ ایک بادشاہ ہی کیا دربار کا ہر شخص ان کی بڑی عزت کرتا تھا اس لیے بھی کہ وہ بادشاہ کے خاص مصاحبوں میں سے تھے۔

ایک بار ہوا یہ کہ بادشاہ اپنے ان پسندیدہ شکاریوں کے ہمراہ شکار پر گیا ہوا تھا

سب جنگل میں شکار میں مصروف تھے، اتنے میں اطلاع ملی کہ بادشاہ کی منگیتر شہزادی آ رہی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی بادشاہ نے شکار بند کر دیا اور بولا۔

''واپسی کی تیاری کی جائے ہماری منگیتر آ رہی ہے ہمیں اس کا استقبال کرنا ہے۔''

جونہی اس بات کا علم شکاری لباس میں ملبوس شہزادی کو ہوا اس کا دل دھک سے رہ گیا اسے اس خبر سے اس قدر دکھ ہوا کہ نڈھال ہو کر چکرا سی گئی اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی بادشاہ نے اسے اس طرح اچانک زمین پر گرتے دیکھا تو سمجھا کہ میرا شکاری کسی حادثہ سے دوچار ہو گیا ہے وہ جلدی سے اپنے گھوڑے سے اترا اور زمین پر گری ہوئی شہزادی کو سہارا دینے کے لیے آگے بڑھا شہزادی اس وقت بیہوش تھی بادشاہ نے اسے اس طرح اچانک زمین پر گرتے دیکھا تو سمجھا کہ میرا شکاری کسی حادثہ سے دوچار ہو گیا ہے۔ وہ جلدی سے اپنے گھوڑے سے اترا اور زمین پر گری ہوئی شہزادی کو سہارا دینے کے لیے آگے بڑھا۔ شہزادی اس وقت بیہوش تھی۔ بادشاہ نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش میں اس کے دستانے اتار دیے تاکہ ہاتھوں کو ہوا لگے۔

''مگر یہ کیا۔۔۔۔؟''

جیسے ہی اس نے اس کے دستانے اتارے وہ حیرت زدہ رہ گیا شہزادی کی انگلی میں پہنی ہوئی انگشتری نے اسے بہت کچھ یاد دلایا تھا۔ وہ اپنی دی ہوئی انگشتری کو ہکا بکا ہو کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔ اس نے غور سے شہزادی

کے چہرے کی طرف دیکھا تو اسے پہچان گیا۔

''میں اسے پہلے کیوں نہ پہچان سکا۔۔۔؟''

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا اس وقت اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور اپنا عہد پورا نہ کرنے پر شرمندہ بھی ہو رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی شہزادی کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اور جب تھوڑی دیر بعد شہزادی نے آنکھیں کھولیں تو وہ ندامت سے بولا۔

''پیاری شہزادی! میں تم سے شرمندہ ہوں کہ میں نے تم سے کیا ہوا وعدہ فراموش کر دیا تھا۔''

جواب میں شہزادی نے مسکرا کے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اسے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا۔

''اب تم میری ہو اور میں تمہارا ہوں۔۔۔۔۔ ہمیشہ کے لیے اب ہم دونوں کو کوئی ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے گا۔''

اس کے بعد اس نے فوری طور پر ایک شاہی ہرکارے کو آنے والی شہزادی کی طرف روانہ کیا اور پیغام دیا۔۔۔۔۔

''شہزادی! تم اپنے ملک واپس چلی جاؤ کیونکہ پہلے ہی سے میری ایک بیوی موجود ہے۔ جس آدمی کو پرانی چابی مل جائے اسے نئی چابی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔''

اور پھر۔۔۔۔۔ چند ہی روز میں بڑی دھوم دھام سے بادشاہ کی شہزادی سے

شادی ہوگئی جس کا ملک بھر میں جشن منایا گیا۔۔۔۔بادشاہ نے اپنے پرانے وفادار شیر کو بھی پھر سے اسی طرح اعتماد میں لے لیا تھا جیسے وہ پہلے تھا۔

واقعی شیر سچ کہتا تھا!

☆☆☆☆☆☆☆

لومڑی اور خرگوش

(The Fox and the Hare)

جنگلی جانوروں میں خرگوش ایک ایسا جانور ہے جو ہر موسم میں اپنے کھانے پینے کا بندوبست کر لیتا ہے۔ سردی ہو یا گرمی، دن ہو یا رات، اسے اپنی خوراک تلاش کرنے میں زیادہ وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہاں تک کہ شدید جاڑوں کے زمانے میں بھی وہ پودوں اور جھاڑیوں کی کونپلیں کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے اور پھر ہری ہری اور نرم گھاس کی پتیاں تو اسے مل ہی جاتی ہیں جو اس کی مرغوب غذا ہے۔

یہ شدید جاڑوں کا زمانہ تھا جب ایک خرگوش اور لومڑی کی ملاقات ہو گئی لومڑی نے دیکھا تو خرگوش موٹا تازہ اور بڑا ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ لومڑی کو بڑا تعجب ہوا دل میں سوچنے لگی۔

''اس قیامت کی سردی میں مجھے تو پیٹ بھرنے کو کچھ نہیں مل رہا۔ میں بھوک سے مری جا رہی ہوں، پھر یہ خرگوش کہاں سے خوراک حاصل کرتا ہے؟ اس کی صحت بھی اچھی ہے اور خوش بھی نظر آ رہا ہے مگر ایک میں ہوں کہ جینے کے لالے پڑے ہیں ۔۔۔۔۔۔!''

اس نے خرگوش کو بڑی حسرت سے دیکھا اور حیرانی سے پوچھنے لگی

''تم کس قدر صحت مند دکھائی دے رہے ہو حالانکہ اس شدید سردی میں تو کچھ

کھانے تک کو نہیں مل رہا۔ پھر تم ان دنوں کس قسم کی خوراک پر زندہ ہو؟''

ابھی خرگوش کوئی جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ وہ بڑی اداسی سے بولی۔۔۔۔۔

''مجھے ان دنوں کھانے کو کچھ نہیں مل رہا۔۔۔۔ میں بھوک سے نڈھال ہو رہی ہوں''

خرگوش نے لومڑی کی یہ بات سنی تو اور بھی تن کر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔ فخر سے کہنے لگا۔

''میں تو عرصہ سے روز انڈے کھا رہا ہوں''

''انڈے کھا رہے ہو۔۔۔۔؟''

تعجب سے لومڑی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔۔۔ اسے جیسے خرگوش کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا اس نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''اس شدید سردی میں تم انڈے کیسے حاصل کر لیتے ہو۔۔۔۔؟''

''یہ ٹھیک ہے کہ اس شدید سردی میں انڈے حاصل کرنا بہت مشکل ہے مگر میں حاصل کر لیتا ہوں۔''

خرگوش نے بڑے اطمینان سے جواب دیا

''مجھے تو یقین نہیں آتا۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔؟''

لومڑی ابھی تک حیران کھڑی خرگوش کو بڑے رشک سے دیکھ رہی تھی اس پر خوگوش کہنے لگا۔

''لو'' میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں انڈے کیسے اور کہاں سے حاصل کرتا ہوں

اتنا کہہ کر اس نے لومڑی کے مرجھائے ہوئے چہرے کا جائزہ لیا اور پھر بولا

''شہر کے قریب عورتیں انڈوں سے بھری ہوئی ٹوکریاں لے کر مارکیٹ میں بیچنے کے لیے جاتی ہیں میں جب کسی عورت کو انڈوں کی ٹوکری اٹھائے ہوئے جاتا دیکھتا ہوں تو اس کے راستے میں اس طرح لیٹ جاتا ہوں جیسے کسی شکاری کی گولی سے زخمی ہو گیا ہوں۔ مجھے زخمی جان کر عورت کا دل للچا جاتا ہے اور وہ مجھے پکڑنے کے لیے آگے بڑھتی ہے تاکہ مجھے بھی بیچنے کے لیے مارکیٹ لے جائے۔ جب وہ میرے قریب آجاتی ہے تو میں دس قدم اور آگے بڑھ جاتا ہوں اور پھر زمین پر گر جاتا ہوں۔۔۔۔ اس سے عورت یہی سمجھتی ہے کہ میں زخمی ہونے کی وجہ سے چل نہیں سکتا۔ وہ مجھے پکڑنے کے لیے اور آگے بڑھ آتی ہے۔۔۔۔ اس طرح میں کئی بار دس دس قدم آتے بڑھ کر گرتا رہتا ہوں۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ میں اور وہ عورت انڈوں کی ٹوکری سے بہت دور ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔''

خرگوش یہ کہانی سنا رہا تھا اور لومڑی بڑی حسرت سے سن رہی تھی۔

''پھر کیا ہوتا ہے۔۔۔۔؟''

اس نے بڑی بے تابی سے سوال کیا در اصل وہ جلد سے جلد کہانی کے اس مقام تک پہنچ جانا چاہتی تھی جہاں خرگوش انڈے حاصل کرنے کی ترکیب بتا دے اور اسے بھی انڈے مل سکیں۔

''جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ ہم انڈوں کی ٹوکری سے بہت دور آ گئے ہیں۔۔۔۔!''

خرگوش نے پھر بتانا شروع کیا۔۔۔۔

''تو اس موقع پر میں گولی کی سی تیزی سے دوڑ کر انڈوں کی ٹوکری کے پاس پہنچ جاتا ہوں اور ٹوکری اٹھا کر جنگل میں لے جاتا ہوں۔۔۔۔۔ اس طرح بہت سارے انڈے میرے لیے ہفتہ بھر کی خوراک کے لیے کافی ہوتے ہیں۔''

جونہی خرگوش نے اپنی بات ختم کی لومڑی کے منہ میں پانی بھر آیا۔

''اچھا۔۔۔تو یہ بات ہے۔۔۔۔!''

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی اور پھر خرگوش کی منت کرتے ہوئے بولی

''اچھے خرگوش! کیا تم اس مشکل وقت میں میری مدد نہیں کرو گے۔۔۔۔؟ چند انڈے حاصل کرنے میں میری امداد کرو تاکہ میں بھی اپنی بھوک مٹا سکوں۔۔۔؟''

''میں تمہاری مدد کرنے میں خوشی محسوس کروں گا''

خرگوش نے جواب دیا اور پھر لومڑی کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا

''لیکن اس کے لیے تمہیں مجھ سے تعاون کرنا پڑے گا اور انڈوں میں میرا حصہ بھی ہوگا۔۔۔؟''

''مجھے منظور ہے۔۔۔۔ میں انڈوں میں سے تمہیں بھی برابر کا حصہ دوں گی''

لومڑی نے جلدی سے جواب دیا۔۔۔۔۔۔ وہ تو بھوک سے اس قدر پریشان تھی کہ اس وقت خرگوش اگر کوئی سخت سے سخت شرط بھی پیش کرتا تو اسے فوراً منظور کر لیتی۔ وہ اس سے کہنے لگی۔

''چلو۔۔۔۔اب مجھے ساتھ لے چلو اور ترکیب بتاؤ۔۔۔؟''

خرگوش نے جب یہ دیکھا کہ لومڑی اس کی شرط مان گئی ہے اور انڈوں میں اس کا برابر کا حصہ ہوگا تو وہ اسے اپنے ساتھ لے کر ایک جگہ آ گیا دونوں سڑک کے کنارے ایک بڑی سی جھاڑی کی اوٹ میں چھپ گئے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے دیکھا کہ دور سے ایک عورت آ رہی تھی اس کے سر پر ایک ٹوکری تھی جس میں انڈے بھرے ہوئے تھے اور وہ اپنے دھیان میں چلی آ رہی تھی اسے دیکھتے ہی خرگوش لومڑی سے کہنے لگا۔

''چلو اب جلدی کرو۔۔۔۔ میں نے تمہیں جو ترکیب بتائی ہے اس پر عمل کرو۔۔۔!''

جیسے ہی خرگوش نے یہ کہا لومڑی جھاڑی کی اوٹ سے نکلی اور سڑک پر آ کر اس طرح لیٹ گئی جیسے وہ زخمی ہو ادھر عورت جب اس جگہ پہنچی تو لومڑی کو اس طرح پڑے دیکھ کر سوچنے لگی۔

''اگر اسے بھی اٹھا کر مارکیٹ لے جاؤں تو اس کی کھال کے پیسے مل جائیں گے''

یہ سوچتے ہی اس نے جلدی سے انڈوں کی ٹوکری سر سے اتار کر ایک طرف رکھی اور خود لومڑی کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھی جیسے ہی وہ لومڑی کے قریب گئی لومڑی اٹھ کر دس قدم آگے بڑھ کر جا گری عورت نے خیال کیا کہ یہ زخمی ہے اور چل نہیں سکتی اس لیے اسے پکڑ لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے چنانچہ وہ اور آگے

بڑھی۔۔۔۔اب عالم یہ تھا کہ لومڑی دس دس قدم آگے بڑھتی جارہی تھی اور عورت لالچ میں اس کا پیچھا کررہی تھی۔۔۔۔ادھر لومڑی نے جب یہ دیکھا کہ انڈوں کی ٹوکری بہت دور رہ گئی ہے تو وہ جلدی سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی ٹوکری کے پاس جا پہنچی اس نے بڑی تیزی سے انڈوں کی ٹوکری اٹھائی اور پلک جھپکتے میں جنگل کی طرف بھاگ گئی۔

دوسری طرف دور جھاڑی کی اوٹ میں چھپا خرگوش یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس نے جب یہ دیکھا کہ لومڑی انڈوں کی ٹوکری لے جانے میں کامیاب ہوگئی ہے تو خود بھی اس کے پیچھے بھاگا تاکہ اس سے اپنے حصے کے انڈے حاصل کر سکے وہ دونوں جنگل میں پہنچ کر ایک جگہ رک گئے۔

''لاؤ میرے حصے کے انڈے مجھے دے دو۔۔۔؟''

خرگوش نے لومڑی سے کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ لومڑی بڑی چالاک ہوتی ہے۔۔۔ وہ اس سے جلد سے جلد اپنا حصہ لے لینا چاہتا تھا تاکہ کسی دھوکے میں نہ آئے۔۔۔

''ٹھہرو۔۔۔۔۔میں انڈوں کے حصے کرتی ہوں!''

لومڑی نے یہ کہا اور ٹوکری میں سے انڈے نکال نکال کر اس کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں بنانے لگی۔ دراصل اس وقت لومڑی کی مکاری اور خودغرضی ابھر آئی تھی۔۔۔اس نے اپنے دل میں سوچا۔

''کسی ترکیب سے میں یہ سارے انڈے خود ہی لے لوں تو اچھا ہے۔۔۔۔ خرگوش کو ان میں سے ایک انڈا بھی نہیں دینا چاہیے۔۔۔بھلا وہ میرا کیا بگاڑ لے

گا۔۔۔؟اس طرح میں ہفتہ بھر کی خوراک سے بے فکر ہو جاؤں گی۔''

یہی سوچ کر وہ انڈوں کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں بنا رہی تھی۔۔۔ادھر خرگوش کو بڑا تعجب ہو رہا تھا کہ ہم تو صرف دو ہیں اور لومڑی نے کئی ڈھیریاں بنا دی ہیں؟ اس نے بڑی حیرانی سے دریافت کیا۔۔۔۔۔

''تم انڈوں کے اتنے زیادہ حصے کیوں بنا رہی ہو۔۔۔۔۔ہم تو صرف دو حصہ دار ہیں۔۔۔؟''

جواب میں لومڑی نے بڑی مکاری سے اس کی طرف دیکھا اور پھر باری باری مختلف ڈھیریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ ڈھیری میری ماں کے لیے ہے''

''یہ ڈھیری میرے باپ کے لیے ہیں''

''یہ ڈھیری میری بہن کے لیے ہے''

''اور یہ آخری ڈھیری میری ہے''

یہ سن کر خرگوش تعجب سے پوچھنے لگا

''مگر میری ڈھیری کہاں ہے۔۔۔؟''

جواب میں لومڑی نے مکاری سے کام لیتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا

''تمہارے لیے کوئی ڈھیری نہیں بچی۔۔۔۔۔اب تمہیں کچھ نہیں مل سکتا۔۔۔!''

خرگوش بڑا ناراض ہوا لیکن کیا کر سکتا تھا۔۔۔؟ اتنا طاقتور بھی نہ تھا کہ لومڑی کی

پٹائی کرتا یا اس سے زبردستی انڈے چھین لیتا بیچارہ دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا کر رہ گیا۔ اگر وہ زیادہ کچھ کہتا تو یہ بھی ڈر تھا کہ لومڑی کہیں اس کی پٹائی نہ کر دے۔۔۔۔ لہٰذا وہ غصے میں وہاں سے چلا گیا مگر اس نے دل ہی دل میں طے کر لیا تھا کہ اگر کبھی لومڑی اس کے جال میں آ گئی تو وہ اس سے انتقام ضرور لے گا۔ اسے اس کی بے ایمانی کا مزا ضرور چکھائے گا۔

وقت گزرتا رہا۔۔۔۔ اور ایک وقت پھر ایسا آیا جب خرگوش اور لومڑی کی ملاقات ہوگئی اتفاق کی بات کہ یہ بھی شدید جاڑوں کا زمانہ تھا تمام زمین برف سے ڈھکی ہوئی تھی اور ٹھنڈی ہوائیں جسم کو چھید رہی تھیں جونہی ان دونوں کی ملاقات ہوئی تو لومڑی نے پھر دیکھا کہ خرگوش خوب موٹا تازہ اور خوش نظر آ رہا تھا اس کے برعکس لومڑی کا بھوک سے برا حال ہو رہا تھا اس قیامت کی سردی میں خوراک حاصل کرنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا اور وہ اسی کھوج میں ماری ماری پھر رہی تھی۔ خرگوش کو اس قدر صحت مند دیکھ کر وہ اپنے دل میں سوچنے لگی۔

''میری تو بھوک سے جان نکلی جا رہی ہے اور خرگوش ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ تندرست دکھائی دے رہا ہے کیوں نہ اسے ایک بار پھر بیوقوف بنا کر خوراک حاصل کی جائے۔۔۔۔؟''

وہ خرگوش سے پوچھنے لگی۔۔۔۔۔

''آجکل خوراک تو مل نہیں رہی پھر تم کس پر گزر بسر کر رہے ہو۔۔۔؟''

خرگوش جواب میں تن کر بولا

''میرا تو مچھلیوں پر گزر بسر ہو رہا ہے!''

''مچھلیوں پر۔۔۔؟''

''مچھلیوں کا نام سنتے ہی لومڑی کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس کی بھوک اور زیادہ چمک اٹھی۔''

''ہاں۔۔۔۔مچھلیاں۔۔۔آجکل میں مچھلیاں کھاتا ہوں''

خرگوش نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا وہ ایک بار لومڑی کے فریب میں آ چکا تھا اور اس کی مکاری سے اچھی طرح باخبر تھا لومڑی نے اس کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور منت کے لہجے میں بولی۔

''اچھے خرگوش! کیا تم مصیبت کے وقت میں میری مدد نہیں کرو گے۔۔۔؟'' چند مچھلیاں حاصل کرنے میں میری مدد کرو تاکہ میں بھی اپنی بھوک مٹا سکوں۔۔۔؟

جواب میں خرگوش نے چند لمحوں کے لیے سوچا اور پھر بولا۔۔۔۔

''اگرچہ تم پہلے مجھ سے دھوکا کر چکی ہو لیکن میں ایک موقع اور تمہیں دیتا ہوں''

''خدا کے لیے۔۔۔۔اچھے خرگوش۔۔۔۔میری مدد کرو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں اب دھوکا نہیں کروں گی۔۔۔؟''

لومڑی گڑگڑا کر اس کی منت سماجت کرنے لگی۔۔۔اس پر خرگوش بولا

''دیکھو، میں تمہیں بتاتا ہوں۔۔۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک محل ہے اور اس محل میں مچھلیوں سے بھرا ہوا ایک تالاب ہے اس محل میں رہنے والوں نے

اس تالاب پر جمی ہوئی برف میں ایک سوراخ بنا رکھا ہے جس میں سے وہ مچھلیاں پکڑتے ہیں''

''مجھے جلدی بتاؤ کہ تم وہاں سے کیسے مچھلیاں پکڑتے ہو۔۔۔۔۔۔؟''

لومڑی نے بے صبری سے پوچھا۔۔۔۔

''صبر کرو۔۔میں سب کچھ بتاتا ہوں۔۔۔۔''

خرگوش نے پھر کہنا شروع کیا۔

''جب شام ہوتی ہے تو میں وہاں چلا جاتا ہوں۔۔۔۔میں خود برف پر کھڑا رہتا ہوں اور اپنی چھوٹی سی دم اس سوراخ میں ڈال دیتا ہوں جو مچھلیاں پکڑنے کے لیے بنا ہوا ہے میں تھوڑی دیر تک دم پانی میں ڈالے رکھتا ہوں اور جب دم باہر نکالتا ہوں تو اس کے ساتھ بہت سی مچھلیاں لٹکی ہوتی ہیں اور پھر میں مزے سے کھاتا ہوں''

''بہت خوب!''

لومڑی خرگوش کی بات سن کر خوشی سے اچھل پڑی۔

یہ ترکیب بہت اچھی ہے۔۔میں اپنی لمبی دم کی وجہ سے تم سے کہیں زیادہ مچھلیاں پکڑ لوں گی اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔۔۔؟

''آج رات تم مچھلیوں کے تالاب پر پہنچ جانا۔۔۔۔۔میں تمہیں وہیں ملوں گا''

خرگوش نے لومڑی سے یہ کہا اور وہاں سے چلا گیا

پھر جب رات ہوئی تو وہ دونوں مقررہ جگہ پر مل گئے خرگوش لومڑی سے کہنے لگا

''جس طرح میں کہوں ویسے ہی کرنا۔۔۔۔اس طرح تم مچھلیاں حاصل

کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔''

''بے فکر رہو۔۔۔میں تمہاری ہدایت پر پورا پورا عمل کروں گی''

لومڑی نے جیسے اسے اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔۔۔۔اس پر خرگوش بولا

''تالاب پر جمی ہوئی برف پر اس جگہ بیٹھ جاؤ جہاں سوراخ بنا ہوا ہے۔اس سوراخ میں سے پانی میں اپنی دم ڈال دو اور اس وقت تک وہاں بیٹھی رہو جب تک میں واپس آ کر تم سے نہ کہوں۔''

اس نے لومڑی کو تاکید کرتے ہوئے کہا۔

''میں تھوڑی دیر کے لیے باغ میں جا رہا ہوں تا کہ تھوڑا کرم کلا کھا لوں۔۔۔۔۔۔مگر تم میرے آنے تک پانی میں سے اپنی دم نہ نکالنا۔۔۔۔!''

''اچھا۔۔۔۔۔ایسا ہی کروں گی''

خرگوش تو یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور لومڑی تالاب پر جمی ہوئی برف کے سوراخ میں دم ڈال کر بیٹھ گئی تا کہ اس کی دم سے مچھلیاں لٹک جائیں اور وہ انہیں باہر نکال لے۔

لومڑی سوراخ میں دم ڈالے بیٹھی تھی اور دل ہی دل میں بڑی خوش ہو رہی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ ابھی تھوڑی دیر بعد اس کی بھوک کا بندوبست ہو جائے گا اور وہ مزے سے پیٹ بھر کے مچھلیاں کھائے گی وہ کافی دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی۔۔۔۔اس نے محسوس کیا کہ اس کی دم بہت وزنی ہو رہی ہے دم باہر نکالنے کی کوشش کی تو وہ واقعی بڑی بوجھل تھی یہ جان کر لومڑی اور بھی خوش ہوئی کہ میری دم

سے بہت زیادہ مچھلیاں لٹکی ہوئی ہیں۔۔۔ان میں سے خرگوش کو ایک بھی نہیں دوں گی اور ساری خود کھاؤں گی۔۔۔۔وہ یہ سب کچھ سوچ تو رہی تھی لیکن اس نے خرگوش کی ہدایت کے مطابق اپنی دم پانی سے باہر نہ نکالی اور اسی طرح برف پر بیٹھی اس کے آنے کا انتظار کرتی رہی۔

دوسری طرف خرگوش کافی دیر بعد واپس آیا اس نے دیکھا تو لومڑی ابھی تک اسی حالت میں برف پر بیٹھی ہوئی تھی یہ دیکھ کر اس نے پوچھا

''کیا حال ہے۔۔۔۔۔؟ کہاں تک کامیابی ہوئی۔۔۔۔۔؟''

جواب میں لومڑی بولی

''تم نے آنے میں بہت دیر لگا دی۔۔۔۔میری دم بہت زیادہ بوجھل ہوگئی ہے میں نے ایک بار سوراخ سے دم باہر نکالنے کی کوشش کی تھی مگر یہ تو اس قدر بھاری ہو گئی ہے کہ تمہاری مدد کے بغیر باہر نہیں نکل سکتی اب جلدی سے میری مدد کرو اور دم کو باہر نکالنے میں میرا ساتھ دو۔۔۔۔''

اس پر خرگوش نے کہا

''زور لگا کر دم باہر نکالنے کی کوشش کرو۔۔۔!''

لومڑی نے پورا زور صرف کر کے دم باہر نکالنے کی کوشش کی مگر دم تو جیسے جم گئی تھی وہ جس قدر بھی طاقت صرف کر سکتی تھی اس نے کی اور دم باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن دم برف میں جم کر پتھر کی طرح ہوگئی تھی اور اب اسے باہر نکالنا لومڑی کے بس کی بات نہ تھی یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرائی اور خرگوش کی منت کرتے ہوئے بولی۔

''اچھے خرگوش۔۔۔۔خدا کے لیے میری مدد کرو کسی طرح میری دم برف سے نکال دو۔۔۔۔۔؟''

مگر خرگوش نے اس کی دم باہر نکالنے کی بجائے قریب ہی پڑی ہوئی ایک چھتری پکڑی اور زور سے لومڑی کے سر پر مارتے ہوئے کہنے لگا

''یہ میرے باپ کی طرف سے ہے!''

اس کے بعد اس نے اور زیادہ زور سے چھتری رسید کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا

''یہ میری ماں کی طرف سے ہے۔۔۔۔۔!''

لومڑی چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی لیکن وہ تلے اوپر زور زور سے چھتریاں مارتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''یہ میرے بھائی کی طرف سے ہے۔۔۔۔۔!''

''یہ میری بہن کی طرف سے ہے۔۔۔!''

''اور یہ آخری۔۔۔۔۔میری طرف سے ہے۔۔۔۔!''

اس طرح اس نے لومڑی کے سر پر دائیں بائیں جانب سے تابڑ توڑ چھتریاں برسانا شروع کر دیں لومڑی بڑی چیخی چلائی، روئی پیٹی، منت سماجت کی مگر خرگوش نے اس کی ایک نہ سنی اور مسلسل چھتریاں مارتا رہا۔۔۔۔یہاں تک کہ لومڑی چوٹوں اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے دم ہو گئی۔۔۔۔وہ بیہوش ہو کر گر پڑی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

لومڑی اور گھوڑا

(The Fox and the Horse)

کسی جگہ ایک کسان رہتا تھا اس کے پاس ایک بہت اچھا اور نہایت وفادار گھوڑا تھا جس سے وہ کھیتی باڑی میں کام لیتا تھا مگر اب یہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور کام اور محنت کرنے کے قابل نہ رہا تھا یہی وجہ تھی کہ کسان اب اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا تھا۔ وہ اسے تھوڑا بہت چارا کھلا دیتا اور بس۔ اس طرح گھوڑا محض بندھا رہتا تھا۔ حالانکہ ایک زمانہ وہ تھا جب کسان اس کی بڑی خدمت کرتا تھا، ہر طرح سے اس کے آرام کا خیال رکھتا تھا، اور اس کے کھانے پینے پر خاص طور پر توجہ دیتا تھا اس وقت یہ اس کا پسندیدہ گھوڑا ہوتا تھا لیکن اب حالات بالکل بدل گئے تھے گھوڑے بیچارے پر بڑھاپا کیا آیا، گویا اس کی دنیا ہی بدل گئی۔۔۔۔۔ اب کسان اس کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتا تھا۔ وہ اسے چارا بھی بڑی بددلی سے یوں دیتا تھا جیسے گھوڑا اس پر بوجھ بن گیا ہو۔ یہاں تک کہ ایک روز وہ گھوڑے سے کہنے لگا۔

''اب تم میرے لیے کسی کام کے نہیں رہے اس لیے میں تمہیں اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم میرے اصطبل سے چلے جاؤ اور جہاں جی چاہے زندگی گزارو۔''

کسان کی یہ بات سن کر گھوڑا بڑا پریشان ہوا۔ وہ کسان کی منت سماجت کرنے

لگا اور اپنی وفاداری اور گزشتہ خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے بولا۔

''میں نے زندگی بھر تمہارے خدمت کی ہے۔ ہمیشہ تمہارا وفادار رہا ہوں۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو کم از کم پرانی خدمات ہی کے صلے میں مجھے اپنے پاس رہنے دو۔۔۔۔۔ آخر میں اس بڑھاپے میں کہاں جاؤں گا۔۔۔۔۔؟''

مگر کسان اسے رکھنے پر راضی نہ ہوا وہ کہنے لگا

''میں تمہیں اس وقت تک رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوں جب تک تم شیر سے زیادہ طاقتور نہیں ہو جاتے۔''

اس نے یہ کہا اور اصطبل کا دروازہ کھول کر گھوڑے کو باہر ہانک دیا۔

''جاؤ اپنا راستہ لو۔۔۔۔۔ میرے پاس تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے''

اس طرح بیچارہ گھوڑا بے سہارا ہو کر بڑی بے بسی کے عالم میں وہاں سے چل دیا اس کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا بھلا اس بڑھاپے کی عمر میں اسے کون رکھتا۔۔۔؟ وہ بڑا اداس اور غمگین ہو کر جنگل کی طرف نکل گیا اور جنگل میں پہنچ کر دیوانوں کی طرح ادھر سے ادھر آوارہ گھومنے لگا۔ یہ سردیوں کا موسم تھا اور شدید پالا پڑ رہا تھا مگر جنگل میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں گھوڑا اپناہ حاصل کرتا وہ بیچارہ درختوں اور جھاڑیوں میں چھپ کر اپنے آپ کو سردی سے بچانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک لومڑی کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے جب گھوڑے کو اس طرح اداس اور آوارہ گھومتے دیکھا تو وہاں ٹھہر گئی پھر گھوڑے کے پاس جا کر پوچھنے لگی۔

''میرے دوست! کیا بات ہے۔۔۔۔؟''

گھوڑے نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کے سامنے ایک لومڑی کھڑی تھی جو اس سے پوچھ رہی تھی۔

''تم نے اس قدر اداسی سے سر کیوں جھکا رکھا ہے۔۔۔؟ کس مصیبت میں گرفتار ہو جو جنگل میں سودائیوں کی طرح مارے مارے پھر رہے ہوں۔۔؟''

جواب میں گھوڑا بڑا غمناک لہجے میں بولا

''اچھی لومڑی! کچھ نہ پوچھو کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں''

''پھر بھی۔۔۔۔۔کچھ تو پتا چلے۔۔۔۔؟''

لومڑی نے بڑی ہمدردی سے دریافت کیا جس پر گھوڑا ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں برسوں تک ایک کسان کے پاس رہا پوری جوانی اس کی خدمت میں گزار دی، اس کی کھیتی باڑی میں مدد کرتا رہا۔۔۔۔۔۔ہمیشہ اس کا وفادار رہا مگر اب اس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔''

''لیکن اس نے تمہیں گھر سے کیوں نکالا ہے اس کی کوئی وجہ تو ہوگی؟''

لومڑی نے بڑے نرم لہجے میں سوال کیا جس پر گھوڑا افسوس کرتے ہوئے بولا

''دراصل انصاف اور لالچ دونوں ایک گھر میں ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتے!''

پھر گھوڑے نے اسے بتایا

''میرے مالک نے میری برسوں کی خدمات کو فراموش کر دیا ہے اور اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور کھیتوں میں کام کاج کرنے کے قابل نہیں رہا تو اس نے

مجھے گھر سے نکال دیا ہے میں نے اس کی بہت منت کی، اسے پرانی خدمت کا واسطہ دیا، اپنی وفاداری یاد دلائی لیکن اس نے میری کسی بات پر توجہ نہیں دی اور مجھے اپنے اصطبل سے ہانک کر باہر نکال دیا۔''

گھوڑے کی باہر سن کر لومڑی کو اس پر بہت ترس آیا وہ ہمدردانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی کہ گھوڑے نے کہا

''اس کا کہنا ہے کہ جب تک میں شیر سے زیادہ طاقتور نہیں ہو جاتا وہ مجھے واپس اپنے پاس نہیں رکھے گا اب تم ہی سوچو، کہاں شیر اور کہاں ایک بوڑھا گھوڑا۔۔۔۔۔! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں شیر سے زیادہ طاقتور بن جاؤں۔۔۔۔؟''

اتنا کہہ کر وہ جیسے اپنے آپ سے کہنے لگا

''اب تو مجھے اسی طرح بے بسی میں زندگی بسر کرنا ہوگی کچھ پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا۔۔۔۔ میں کیسے زندہ رہوں گا''

لومڑی نے گھوڑے کو اس قدر مایوس دیکھا تو حوصلہ دیتے ہوئے بولی

''دوست! گھبراؤ نہیں۔۔۔۔ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی سبیل نکل آئے گی''

''سبیل کیا نکلے گی۔۔۔۔؟''

گھوڑا سر جھٹک کر کہنے لگا

''یہ تو ایک ناممکن سی بات ہے کہ میں شیر سے زیادہ طاقتور ہو جاؤں گا بھلا دنیا میں ایسے بھی کبھی ہوا ہے۔۔۔؟ بالکل ناممکن!''

''تم بے فکر رہو۔۔۔۔۔ میں تمہاری مدد کروں گی''

لومڑی نے یہ جملہ اس طرح کہا جیسے اس کے ذہن میں کوئی ترکیب آ گئی ہو جب اس نے یہ کہا اس وقت گھوڑے کو بھی تعجب ہوا کہ اس سلسلے میں لومڑی کیا مدد کر سکتی ہے۔۔۔۔۔؟ ایک انہونی بات کیونکر ہو سکتی ہے۔۔۔؟ اسی لیے اس نے آہستہ سے کہا۔

''یہ تمہارا محض خیال ہے۔۔۔ایک بوڑھا گھوڑا شیر سے زیادہ طاقتور کیسے بن سکتا ہے؟''

لیکن لومڑی کے چہرے پر اس وقت واقعی امید کی لہر تھی اس نے گھوڑے سے کہا۔

''میری بات پر عمل کرو۔۔۔۔۔تم زمین پر ٹانگیں پھیلا کر لیٹ جاؤ اور یوں ظاہر کرو جیسے تم مر چکے ہو پھر دیکھنا میں کیا کرتی ہوں''

گھوڑے کو لومڑی کی بات پر یقین تو نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کی ترکیب پر عمل کر کے شیر سے زیادہ طاقتور ہو جائے گا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا پھر لومڑی اس سے بڑی ہمدردی سے پیش آ رہی تھی اس لیے بھی اس نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور ٹانگیں پھیلا کر اس طرح زمین پر لیٹ گیا جیسے واقعی مر چکا ہو۔

''اپنے جسم کو اکڑا لو اور بالکل حرکت نہ کرو۔۔۔۔!''

لومڑی نے اسے ہدایت کی

''تم اسی طرح یہاں لیٹے رہو میں ابھی آئی لیکن میری یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ حرکت بالکل نہ کرنا ورنہ پچھتاؤ گے۔''

لومڑی گھوڑے کو ہدایت کر کے خود بھاگتی ہوئی ایک طرف چلی گئی وہاں سے قریب ہی جنگل میں ایک غار تھا جس میں ایک شیر رہتا تھا لومڑی بھاگتی ہوئی اس شیر کے پاس گئی اور اس سے کہنے لگی۔

''جلدی سے میرے ساتھ آؤ۔۔۔آج تمہارے لیے شاندار کھانے کا انتظام ہوا ہے۔''

شیر نے جیسے ہی یہ سنا خوش ہو کر پوچھنے لگا

''کیسا کھانا ہے۔۔۔۔۔؟ کہاں ہے کھانا۔۔۔۔۔۔؟''

اس پر لومڑی نے اسے بتایا

''یہاں سے قریب ہی ایک مردہ گھوڑا پڑا ہے یوں لگتا ہے جیسے ابھی مرا ہے اس لیے اس کا گوشت بھی تازہ ہوگا اور تم مزے سے کھاؤ گے''

گھوڑے کا سن کر تو شیر کی رال ٹپک پڑی وہ جلدی سے اٹھا اور لومڑی کے ساتھ ہوتے ہوئے بولا۔

''چلو، جلدی چلو۔۔۔۔۔کہاں ہے گھوڑا مجھے دکھاؤ۔۔۔!''

چنانچہ چند ہی لمحوں میں شیر لومڑی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا جہاں گھوڑا اپنے آپ کو مردہ ظاہر کر کے زمین پر پڑا ہوا تھا جونہی شیر نے گھوڑے کو دیکھا وہ اس کی طرف لپکنے لگا مگر لومڑی نے اسے روک دیا اور کہنے لگی۔

''تم اسے یہاں اطمینان اور سکون سے نہیں کھا سکو گے میں تمہیں ایک ترکیب بتاتی ہوں''

''جلدی بتاؤ۔۔۔۔۔۔کیاترکیب ہے۔۔۔؟''

شیر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے بےصبرا ہوکر دریافت کیا جواب میں لومڑی شیر کی ہمدرد بنتے ہوئے بولی۔

''ترکیب یہ ہے کہ میں تمہیں گھوڑے کی دم کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیتی ہوں اورتم اسے گھسیٹتے ہوئے غار میں لے جاؤ۔۔۔پھر وہاں سکون سے بیٹھ کر مزے سے گوشت کھانا''

لومڑی کی یہ تجویز شیر کو بہت پسند آئی کہنے لگا

''ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے اس طرح اس کا گوشت کھانے میں بڑا لطف آئے گا''

اس نے یہ کہا اور جلدی سے زمین پر لیٹ گیا پھر لومڑی سے کہنے لگا

''لو،اب جلدی کرو اور مجھے گھوڑے کی دم سے باندھ دو!''

جیسے ہی شیر زمین پر لیٹا لومڑی نے اپنی ترکیب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک مضبوط سا رسہ لیا اور اس کا ایک سرا گھوڑا کی دم سے کس کر باندھ دیا اس کے بعد وہ دوسرے سرے سے شیر کے پاؤں باندھنے لگی اس نے چالا کی یہ کی کہ شیر کے چاروں پاؤں باندھ دیئے اوراس مضبوطی سے باندھے کہ اگر شیر پوری طاقت بھی لگائے تو رسا توڑ نہ سکے اس طرح جب وہ شیر کو پوری طرح جکڑ کراسے گھوڑے کی دم سے باندھ چکی تو گھوڑے کو تھپکی دے کر دونوں ہاتھوں سے تالی بجاتے ہوئے زور سے بولی۔

''دوست! جلدی اٹھو اور ہل چلانا شروع کر دو!''

اس کا یہ کہنا تھا کہ گھوڑا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر شیر کو گھسیٹتے ہوئے کسان کے گھر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ شیر حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟ گھوڑے کو تو مجھے کھینچ کر غار میں لے جانا تھا یہ تو الٹ ہو رہا ہے۔۔۔۔؟ اس نے زور لگا کر اپنے آپ کو آزاد کرانے کی کوشش کی لیکن اس کے چاروں پاؤں اس مضبوطی سے بندھے تھے کہ بے بس تھا ادھر گھوڑا اسے کھینچتے ہوئے اندھا دھند بھاگا چلا جا رہا تھا۔ شیر سے کچھ بن نہ پڑا تو درد سے چیخنے لگا وہ زور زور سے چیخ اور دھاڑ رہا تھا۔

''اوہ میں مر گیا۔۔۔۔ مجھے بچاؤ۔۔۔۔۔۔ میں مر گیا!''

ناہموار زمین اور جھاڑیوں میں گھسٹتے ہوئے اس کا جسم بری طرح چھل رہا تھا اس وقت وہ درد و کرب سے اس قدر زور زور سے دھاڑ رہا تھا کہ جنگل کے پرندے خوف سے ادھر ادھر اڑنے لگے تھے اگر چہ گھوڑا بوڑھا تھا مگر وہ اپنی پوری طاقت صرف کر کے بھاگتا جا رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ لومڑی بھی بھاگ رہی تھی اور اس کا حوصلہ بڑھاتی جا رہی تھی۔

''تیز بھاگو تیز۔۔۔۔۔ تیزی سے۔۔۔۔۔ اور تیزی سے۔۔۔۔!''

اس طرح گھوڑا بھاگتا چلا گیا اور اپنی دم سے بندھے ہوئے شیر کو گھسیٹتا ہوا اسی کسان کے کھیتوں میں پہنچ گیا جس نے اسے گھر سے نکال دیا تھا اس وقت تک شیر زخموں سے چور اور لہولہان ہو کر ادھ موا ہو چکا تھا جونہی گھوڑا کھیتوں میں پہنچا اس

نے کسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔

''میرے مالک! دیکھو میں شیر کو قید کر لایا ہوں۔۔۔۔۔۔!''

کسان نے دیکھا تو واقعی گھوڑا شیر کو گھسیٹ لایا تھا یہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا پھٹی پھٹی نگاہوں سے کبھی شیر کو اور کبھی گھوڑے کو دیکھ رہا تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ

''یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔۔۔۔؟''

مگر اس کے سامنے اس کا بوڑھا گھوڑا کھڑا تھا جو شیر سے زیادہ طاقتور تھا اور شیر کو قید کر کے لے آیا تھا کسان تعجب سے اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''گھوڑا تو ابھی تک بڑا طاقتور ہے میں نے ناحق اس پر ظلم کیا اور گھر سے نکال دیا۔''

کسان اسی شش و پنج میں گرفتار کھڑا تھا کہ گھوڑے نے اس سے کہا

''مالک! میں نے شیر سے زیادہ طاقتور بن کے دکھا دیا ہے''

کسان تو پہلے ہی پشیمان ہو رہا تھا اور اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا اس نے بڑی محبت اور ندامت سے گھوڑے کی طرف دیکھا اور کہا۔

''واقعی تم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ تم شیر سے زیادہ طاقتور ہو اب تم میرے اصطبل میں رہو گے اور میں پہلے کی طرح تمہاری دیکھ بھال کروں گا''

اس وقت قریب ہی کھڑی لومڑی یہ سب کچھ سن رہی تھی اس نے گھوڑے کے قریب آ کر آہستہ سے کہا

''دوست! خدا حافظ!''

اور وہاں سے بھاگ گئی۔۔۔

اس طرح لومڑی کی ذہانت اور چالاکی سے بوڑھا گھوڑا پھر سے اپنے مالک کے پاس پہنچ گیا اس کو خوب کھانے کو دیا جانے لگا۔ اور وہ جب تک زندہ رہا اسی طرح اس کی خدمت اور دیکھ بھال ہوتی رہی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مرغی اور مرغا

(The Little Hen and the Little Cock)

ایک مرغی اور ایک مرغا بہت بڑے مرغی خانے میں رہتے تھے جب خزاں کا موسم آیا تو ایک روز مرغا مرغی سے کہنے لگا۔

''کوئی تعجب نہیں کہ ان دنوں پھل پک کر گرنے لگے ہوں گے ۔۔۔۔۔۔؟''

''ہاں میرا ابھی یہی خیال ہے''

مرغی نے جواب دیا اس پر مرغا بولا

''چل کل چل کر دیکھتے ہیں ۔۔۔۔۔۔اگر واقعی پک گئے ہوں تو چن کر لاتے ہیں ۔۔۔۔۔!''

''ٹھیک ہے ۔۔۔۔کل چلتے ہیں''

مرغی فوراً راضی ہو گئی ۔۔۔۔۔چنانچہ دوسری صبح وہ دونوں خاموشی سے مرغی خانے سے نکلے اور پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے ۔۔۔۔پہاڑ قریب ہی تھے، وہ تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد وہاں پہنچ گئے وہاں جا کر دیکھا تو واقعی پھل پک کر بہت سے نیچے گرے ہوئے تھے انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور انہیں اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ دونوں جلدی جلدی نیچے گرے ہوئے پھل جمع کر رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے کہ کچھ دن تک خوب مزے لے کر کھائیں گے وہ کم از کم وقت میں زیادہ سے

زیادہ پکے ہوئے پھل جمع کر لینا چاہتے تھے اور اسی لیے ادھر ادھر گھومتے ہوئے اس کام میں لگے ہوئے تھے اتنے میں اچانک مرغا پکار کر بولا

''جلدی سے یہاں آؤ۔۔۔دیکھو مجھے کیا چیز ملی ہے۔۔۔۔۔!''

پیشتر اس کے کہ وہ دوبارہ آواز دیتا مرغی تیزی سے اس کی طرف لپکی کہ دیکھوں بھلا مرغے کو کیا چیز مل گئی ہے۔

''مجھے بھی بتاؤ تمہیں کیا ملا ہے۔۔۔۔؟''

وہ بڑے اشتیاق سے پوچھنے لگی

''یہ دیکھو۔۔۔کیا چیز ہے۔۔!''

مرغے نے اپنے سامنے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔مرغی نے آگے بڑھ کر دیکھا تو وہاں ایک چھوٹا سا برتن تھا جس میں مکھن بھرا ہوا تھا مکھن کو دیکھ کر مرغی بھی خوش ہو گئی۔۔۔۔انہوں نے اس خوشی میں پھل چننا بند کر دیئے بلکہ انہیں بھول ہی گئے اور مکھن کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے اس وقت وہ دونوں انتہائی خوش تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔

''بہت دنوں بعد مکھن ملا ہے مزے سے کھائیں گے''

اس خوشی میں انہوں نے چنے ہوئے پھل وہیں چھوڑ دیئے، مکھن سے بھرا ہوا برتن اٹھایا اور واپس اپنے گھر، مرغی خانے کی طرف چل دیئے۔

جب مرغی خانے میں پہنچے تو اس وقت شام ہو چکی تھی مرغا مرغی کو مشورہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہمیں مکھن کے برتن کو کہیں چھپا دینا چاہیے تاکہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے۔۔۔!''

''ہاں۔۔۔تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔اگر کسی دوسرے نے دیکھ لیا تو ہمیں کچھ بھی نہیں ملے گا!''

دونوں نے ادھر ادھر دیکھ بھال کر ایک ایسی جگہ تلاش کی جہاں انہیں یقین تھا کہ وہاں مکھن پر کسی کی نظریں نہیں پڑیں گی انہوں نے مکھن کے اس برتن کو وہاں چھپا دیا اور خود ڈربے میں آ گئے۔

''اب سونا چاہیے۔۔۔۔صبح مکھن سے ناشتہ کریں گے''

''بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔۔مکھن سے ناشتہ کرنے میں بڑا لطف آئے گا''

مرغی نے بھی مرغے کی تائید کی اور دونوں سونے کے لیے لیٹ گئے۔۔۔۔۔لیکن ابھی مشکل سے انہوں نے آنکھیں بند کی تھیں اور آنکھ لگنے بھی نہ پائی تھی کہ ایک گرجدار آواز کا شور ہوا۔۔۔آواز سن کر مرغا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور اس نے قریب ہی لیٹی ہوئی مرغی کو بھی اٹھایا

''یہ کیسی آواز ہے۔۔۔۔۔؟''

''کہیں کوئی ہمارا مکھن ہی نہ لے جائے؟''

مرغی نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔

''ہاں۔۔۔مجھے بھی یہی فکر ہے۔۔!''

پھر مرغا مرغی سے کہنے لگا

''تم جاؤ۔۔۔اور دیکھ کر آؤ کیا معاملہ ہے۔۔۔۔؟''

''لو، میں ابھی دیکھ کر آتی ہوں''

مرغی جلدی سے اٹھی اور اس جگہ پہنچ گئی جہاں انہوں نے مکھن کا برتن چھپا رکھا تھا۔اس نے وہاں جا کر ادھر ادھر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور کسی کو وہاں نہ پا کر مطمئن ہوگئی لیکن جونہی اس نے مکھن کے برتن کو دیکھا تو اس کا جی للچا گیا۔۔۔اس نے دل میں سوچا۔

''مرغا بھی یہاں نہیں ہے اور نہ کوئی دوسرا دیکھ رہا ہے، پھر کیوں نہ ایک چونچ بھر کر مکھن کھالوں۔بھلا اس کو کیا پتا چلے گا۔۔۔۔؟''

چنانچہ اس نے خوب چونچ بھر کر مکھن میں چونگا مارا اور مکھن کھا کے چٹخارے لیتی ہوئی واپس ڈربے میں آگئی۔

''کون تھا۔۔۔۔؟''

مرغے نے اس سے دریافت کیا

''کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔میرا خیال ہے تیز ہوا سے شور ہوا تھا''

مرغی نے معصوم بنتے ہوئے جواب دیا

''میں نے تو وہاں چاروں طرف دیکھا۔۔۔۔۔کوئی بھی نہیں تھا۔''

اتنا کہہ کر وہ دوبارہ سونے کے لیے لیٹ گئی اور مرغا بھی اپنی جگہ مطمئن ہو گیا۔۔۔۔لیکن ابھی انہیں لیٹے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے اور وہ اونگھ ہی رہی تھی کہ ایکا ایکی مرغے نے پھر مرغی کو جگایا اور بولا۔

''سنو'' پھر آواز آئی ہے یقیناً کوئی ہمارا مکھن چرا رہا ہے۔۔۔۔۔!

''ہاں۔۔۔۔آواز تو مجھے بھی آ رہی ہے''

مرغی نے کان لگا کر سنتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا

''جاؤ پھر دیکھ کر آؤ کون ہے۔۔۔۔۔۔؟''

''اچھا۔۔۔میں جاتی ہوں!''

مرغی اٹھی اور پھر اسی جگہ پہنچ گئی جہاں مکھن کا برتن رکھا ہوا تھا۔وہاں جا کر اس نے دیکھا تو پہلے کی طرح کوئی بھی نہیں تھا اس نے ادھر ادھر گھوم پھر کر جائزہ لیا تاکہ کوئی چھپا ہوا نہ ہو مگر وہاں تو اس کے سوا کوئی تھا ہی نہیں وہ برتن کے پاس گئی تو اس کا جی پھر للچا گیا۔۔۔۔۔دراصل ایک بار چونچ بھر کے مکھن کھانے کے بعد اسے مزا بھی لگ چکا تھا اس لیے وہ کچھ زیادہ ہی بے صبری ہو گئی تھی۔اس دفعہ اس نے پہلے سے بھی زیادہ چونچ بھر کے مکھن نکالا اور کھا کر منہ صاف کر کے واپس آ گئی۔۔۔۔۔۔۔

''کون تھا وہاں۔۔؟''

''کوئی بھی نہیں۔۔''

اس نے پہلے کی طرح معصوم بنتے ہوئے جواب دیا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی۔۔۔۔۔وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے''

مرغا اس کے جواب سے مطمئن ہو کر پھر سے دراز ہو گیا۔۔۔۔مرغا تو تھوڑی دیر میں سو گیا مگر اب مرغی کو نیند نہیں آ رہی تھی۔۔۔دو بار چونچیں بھر بھر کے مکھن

کھانے کے بعد اس کی نیت خراب ہوگئی تھی وہ ابھی تک لیٹی لیٹی چٹخارے لے رہی تھی اور اب صبح تک صبر کرنا اس کے بس میں نہ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سونے کی بجائے جھوٹ موٹ آنکھیں بند کیے لیٹی رہی تاکہ مرغا پوری طرح نیند میں چلا جائے پھر جب تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ مرغا گہری نیند سو چکا ہے تو وہ چپکے سے اٹھی اور دبے دبے پاؤں رکھتی ہوئی پھر وہاں پہنچ گئی جہاں مکھن کا برتن چھپا رکھا تھا۔۔۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی بڑی بے صبری سے چونچ میں مکھن بھر بھر کے کھانا شروع کر دیا۔۔۔ اس وقت اسے مکھن اس قدر لطف دے رہا تھا کہ اس نے نہ کچھ سوچا، نہ سمجھا اور چونگے پر چونگا بھر کر مکھن کھاتی رہی۔ یہاں تک کہ چند ہی لمحوں میں پورا برتن خالی ہوگیا۔۔۔ کھانے کو تو وہ مزے لے لے کر مکھن کھا گئی تھی مگر جب اس نے خالی برتن دیکھا تو بڑی گھبرائی۔

''اف! میرے خدا۔۔۔۔ اب کیا ہوگا۔۔۔؟ مرغے کو کیا جواب دوں گی۔۔۔۔؟''

یہ سوچ کر وہ پریشان ہوگئی۔۔۔ ظاہر تھا صبح مرغے کو پتا چل جائے گا اور اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مرغی کے سوا مکھن کھانے والا دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اب وہ پریشان کھڑی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ایسی ترکیب بھی سوچ رہی تھی جس سے مرغے کو پتا نہ چل سکے تھوڑی دیر کے بعد آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔

''یہ ٹھیک ہے۔۔۔ اسی طرح کرنا چاہیے!''

اس نے اپنے آپ سے کہا اور جلدی جلدی اس خالی برتن کو ریت سے بھر دیا۔

یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ چپکے سے آ کر ڈربے میں سوگئی۔

دوسرے روز صبح ہی صبح مرغا نیند سے بیدار ہوا اور خوش ہوتے ہوئے دل میں سوچنے لگا۔

''آج تو ناشتے میں لطف آ جائے گا۔۔۔۔۔عرصہ ہوا مکھن نہیں کھایا، جی بھر کے کھاؤں گا۔''

وہ جلدی سے اٹھا اور بھاگتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں رات مکھن کا برتن چھپایا تھا اس نے جاتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ اور برتن میں چونچ ماری۔۔۔۔یہ کیا۔۔۔؟ وہ ہکا بکا رہ گیا۔۔۔مکھن کی بجائے اس کی چونچ میں ریت آ گئی تھی اور اس کا منہ ریت سے بھر گیا تھا۔

''یہ کیا ہوا۔۔۔۔۔؟''

اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔۔۔وہ کتنی چاہ سے مکھن کھانے آیا تھا لیکن وہاں معاملہ ہی الٹ نکلا۔۔۔۔۔وہ غصے میں بھنا گیا اور تلملاتا ہوا الٹے پاؤں واپس دوڑا۔۔۔۔مرغی ابھی تک گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔۔۔۔۔رات جی بھر کے مکھن کھانے کی وجہ سے آج اسے معمول سے کچھ زیادہ ہی نیند آ گئی تھی۔مرغے نے جاتے ہی اسے جھنجھوڑ کر اٹھایا اور غصے میں کانپتے ہوئے بولا۔

''تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔۔۔تم نے سارا مکھن کھالیا ہے۔۔۔۔؟''

پیشتر اس کے کہ مرغی کوئی جواب دیتی اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اسے گھسیٹتا ہوا پانی کے ڈرم کے پاس لے گیا مرغی بہتیری چیختی چلاتی رہی مگر اس نے اس کی ایک نہ

سنی اور اسے پانی میں ڈبکیاں دینے لگا۔خوب غوطے دیئے ۔اور پھر جب اس نے اسے پانی سے باہر نکالا تو وہ پانی میں نچڑ چکی تھی مرغی بیچاری خوف سے کانپ رہی تھی اور غوطے کھانے کی وجہ سے نڈھال ہوگئی تھی اس کی یہ حالت دیکھ کر مرغے کو اس پر بڑا رحم آیا اس کا غصہ قدرے کم ہو گیا اور اب اسے اپنی حرکت پر افسوس ہو رہا تھا کہ مرغی کو اس قدر سزا نہیں دینی چاہیے تھی اس نے بھیگی ہوئی مرغی کو اٹھایا اور ایک بڑے پتے پر رکھ دیا تاکہ وہ دھوپ میں سوکھ جائے ۔

اب مرغا ایک طرف بیٹھا ہوا تھا اور مرغی دھوپ میں سوکھ رہی تھی اتفاق کی بات کہ عین اس وقت فضا میں ایک باز اڑتا ہوا جا رہا تھا اس نے نیچے دیکھا تو اسے مرغی نظر آئی ۔۔۔وہ پرواز کرتا ہوا نیچے آیا اور جھپٹا مار کر مرغی کو اٹھا کر لے گیا ادھر جیسے ہی مرغے نے اسے مرغی لے جاتے دیکھا تو وہ اس کی طرف بھاگا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

''اے باز!میری مرغی دے جا۔۔۔۔۔اے باز مجھ پر رحم کر۔۔۔۔!''

مگر وہ زمین پر تھا اور باز فضا میں تھا۔۔باز پر اس کے شور اور منت سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا وہ مرغی کو اٹھائے بلند ہوتا چلا گیا اور پھر اسے بازوں کے **ملک** لے گیا۔

مرغے کو بہت افسوس ہوا مکھن تو گیا تھا اس کے ساتھ اس کی پیاری مرغی بھی چلی گئی وہ پریشان بھی تھا اور دل ہی دل میں خود کو لعنت ملامت بھی کر رہا تھا کہ اگر میں اس قدر غصے میں نہ آتا تو مرغی باز کے ہتھے نہ چڑھتی مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔۔؟

اس نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ

''چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے میں مرغی کو ضرور واپس لاؤں گا''

اب وہ ترکیبیں سوچ رہا تھا۔۔۔۔۔آخر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی وہ مرغی خانے سے نکلا اور ادھر ادھر گھوم کر جوتوں کے دو تلے تلاش کر کے لایا پھر اس نے دو انڈوں کے خول لیے اور ان سے ایک گاڑی تیار کی۔۔۔جب گاڑی تیار ہو گئی تو وہ اس پر سوار ہو کر بازوں کے ملک کی طرف روانہ ہو گیا تا کہ اپنی مرغی کو چھڑا کر لائے

مرغا گاڑی پر سوار چلا جا رہا کہ راستے میں اسے ایک بوڑھا کتا ملا جسے اس کے مالک نے گھر سے نکال دیا تھا۔اس بوڑھے کتے نے برسوں اپنے مالک کی خدمت کی تھی اور اب چونکہ وہ بوڑھا ہو گیا تھا،اس کے دانت گر گئے تھے اور طاقت جواب دے گئی تھی اس لیے اس کے مالک نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔کتے نے مرغے کو گاڑی پر سوار جاتے دیکھا تو رکنے کا اشارہ کیا جب مرغے نے گاڑی روک لی تو کتا پوچھنے لگا۔

''اے مرغے۔۔۔تم اکیلے کہاں جا رہے ہو۔۔؟''

مرغے نے جواب میں بتایا

''میں نے جوتوں کے تلوں اور انڈوں کے خول سے گاڑی تیار کی ہے اور اب میں بازوں کے ملک کی طرف جا رہا ہوں۔''

’’تمہیں ایسی کون سی مصیبت ہے جو اکیلے بازوں کے **ملک** جا رہے ہو۔۔۔۔۔؟‘‘

کتے نے حیران ہو کر سوال کیا اور پھر سمجھانے کے انداز میں بولا

’’شاید تمہیں معلوم نہیں کہ بازوں کے **ملک** جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔۔۔۔۔؟‘‘

’’میں یہ بات جانتا ہوں۔۔۔۔‘‘

مرغے نے اطمینان سے جواب دیا

’’دراصل ایک باز میری مرغی کو اٹھا کر لے گیا ہے اور اب میں اسے چھڑانے کے لیے جا رہا ہوں۔‘‘

یہ بتانے کے بعد اس نے کتے کو کہا

’’اگر تم چاہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو۔۔۔؟‘‘

کتا تو پہلے ہی گھر سے نکلا ہوا تھا۔ اس کے پاس نہ رہنے کی کوئی جگہ تھی اور نہ کھانے پینے کا بندوبست تھا اس نے موقع غنیمت جانا اور خوشی خوشی مرغے کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گیا۔ اس طرح اب وہ دو ہو گئے تھے اور گاڑی پر سوار اپنے سفر پر جا رہے تھے۔

وہ کچھ عرصہ سفر کرتے رہے۔۔۔۔۔ راستے میں انہیں ایک بلی ملی۔ اس نے جب اس طرح مرغے اور کتے کو ایک گاڑی میں جاتے دیکھا تو انہیں رکنے کا اشارہ کیا پھر پوچھنے لگی

’’تم دونوں کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔؟‘‘

جواب میں مرغے نے بتایا

’’ایک باز میری مرغی کو اٹھا کر لے گیا ہے میں نے جوتوں کے تلے اور انڈوں کے خول سے گاڑی تیار کی ہے اور اب اپنی مرغی کو چھڑانے کے لیے بازوں کے ملک جا رہا ہوں‘‘

پھر اس نے کتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

’’کتے نے کئی برس تک اپنے مالک کی خدمت کی اور اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اس کے مالک نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اس لیے یہ بھی میرے ساتھ جا رہا ہے۔‘‘

مرغے کی یہ بات سن کر بلی بڑی مایوسی سے بولی

’’میں نے بھی اپنے مالک کی کئی برس تک خدمت کی ہے اب میں بوڑھی اور لنگڑی ہو گئی ہوں تو شرارتی بچے مجھے چھڑیوں سے مارتے ہیں۔۔۔۔ مجھے بھی یہاں سے چلے جانا چاہیے۔۔۔۔!‘‘

اتنی بات کہنے کے بعد اس نے مرغے سے التجا کرتے ہوئے کہا

’’مہربانی کر کے مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔۔۔۔۔؟‘‘

’’ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ اگر تم چاہتی ہو تو خوشی سے ہمارے ساتھ چل سکتی ہو۔‘‘

مرغے نے جواب دیا اور بلی بھی ان کے ساتھ چل دی۔ اس طرح اب وہ تین ہو گئے تھے جو جوتوں کے تلوں اور انڈوں کے خول سے بنی ہوئی گاڑی پر سوار اپنے

سفر پر چلے جا رہے تھے۔۔۔۔ابھی وہ تھوڑا راستہ ہی آگے گئے ہوں گے کہ انہیں ایک گندا انڈا ملا۔اس نے انہیں روک کر دریافت کیا۔

''تم سب کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔؟''

جواب میں مرغے نے اسے بتایا

''ایک باز میری مرغی کو اٹھا کر لے گیا ہے میں نے جوتوں کے تلوں اور انڈوں کے خول سے گاڑی تیار کی ہے اور اب اپنی مرغی کو چھڑانے کے لیے بازوں کے ملک جا رہا ہوں۔''

پھر اس نے کتے اور بلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کتے نے کئی برس تک اپنے مالک کی خدمت کی ہے۔اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اس کے مالک نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اسی طرح بلی نے بھی کئی برس تک اپنے مالک کی خدمت کی اور اب جبکہ وہ بوڑھی ہو گئی ہے تو شرارتی بچوں نے اسے مار مار کر لنگڑا کر دیا ہے یہ دونوں بھی میرے ساتھ جا رہے ہیں۔''

مرغے کی یہ بات سن کر گندا انڈا کہنے لگا

''لوگوں نے مجھے گندا انڈا دیکھ کر پھینک دیا ہے۔۔۔۔اور اب مجھے نہیں معلوم کہ میں کہاں جاؤں گا۔۔۔۔مہربانی کرو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔۔۔؟''

''تم چاہو تو خوشی سے ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔۔۔!''

مرغے کی اجازت ملنے پر گندا انڈا بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔۔۔۔اس طرح

اب وہ چار ہو گئے تھے اور چاروں گاڑی پر سوار بازوں کے ملک جا رہے تھے۔ چلتے چلتے راستے میں اچانک انہوں نے ایک سریلی آواز سنی۔۔۔۔۔ یہ آواز ایک پن کی تھی جو کسی آدمی کی گر گئی تھی پن نے گاڑی رکوا کر دریافت کیا۔

''تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔؟''

مرغے نے جواب میں اسے بتایا۔

ایک باز مرغی کو اٹھا کر لے گیا ہے میں نے جوتوں کے تلوں اور انڈوں کے خول سے گاڑی تیار کی ہے اور اب میں اپنی مرغی کو چھڑانے بازوں کے ملک جا رہا ہوں۔

پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

''کتے نے کئی برس تک اپنے مالک کی خدمت کی ہے۔ اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اس کے مالک نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح بلی نے بھی کئی برس تک اپنے مالک کی خدمت کی اور اب جبکہ یہ بوڑھی ہو گئی تھی تو شرارتی بچوں نے اسے مار مار کر لنگڑا کر دیا ہے۔ گندے انڈے کو لوگوں نے بیکار جان کر پھینک دیا ہے اور اب اس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔۔۔۔ یہ تینوں میرے ساتھ جا رہے ہیں ہم سب مل کر مرغی کو چھڑانے جا رہے ہیں۔''

مرغے کی یہ بات سن کر پن بولی۔

''مجھے یہاں راستے میں کوئی پھینک گیا ہے مجھے نہیں معلوم میں کہاں جاؤں گی، مہربانی کر کے مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلو۔۔۔۔؟''

''ہاں۔۔۔۔۔ تم چلنا چاہتی ہو تو شوق سے ہمارے ساتھ چل سکتی ہو!''

مرغے کے اس جواب پر پن بھی ان کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئی۔۔۔اس طرح اب وہ پانچ ہو گئے تھے جو گاڑی پر سوار بازوں کے ملک کی طرف رواں دواں تھے۔

ابھی وہ بازوں کی سر زمین سے کچھ ہی دور تھے کہ راستے میں انہیں ایک بوڑھا مرغا ملا۔ اس نے انہیں روک کر دریافت کیا۔۔۔۔۔''تم سب کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔؟''

جواب میں مرغے نے اسے بتایا

''ایک باز میری مرغی کو اٹھا کر لے گیا ہے میں نے جوتوں کے تلوں اور انڈوں کے خول سے گاڑی تیار کی ہے اور اب میں اپنی مرغی کو چھڑانے کے لیے بازوں کے ملک جا رہا ہوں اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''

کتے نے برسوں اپنے مالک کی خدمت کی ہے اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اس کے مالک نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔ اسی طرح بلی نے بھی کئی برسوں تک اپنے مالک کی خدمت کی ہے اور اب جبکہ یہ بوڑھی ہو گئی ہے تو شرارتی بچوں نے اسے مار مار کر لنگڑا کر دیا ہے گندے انڈے کو لوگوں نے بیکار جان کر پھینک دیا اور اب اس کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ پن کو کوئی شخص راستے میں پھینک کر چلا گیا ہے اور اب اس کا بھی کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ چنانچہ یہ چاروں بھی میرے ساتھ جا رہے ہیں ہم سب مل کر مرغی کو چھڑا کے لائیں گے۔

ساری بات سن کر بوڑھا مرغا کہنے لگا

''میں ایک مرغی خانے میں رہتا ہوں مگر بوڑھا ہونے کی وجہ سے وہاں میری کوئی پروا نہیں کرتا چونکہ وہاں بہت سے جوان مرغے موجود ہیں اس لیے مجھے کوئی پوچھتا بھی نہیں۔''

اتنا بتانے کے بعد اس نے التجا کے لہجے میں کہا

''مجھ پر مہربانی کرو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔۔۔۔۔!''

''اگر تم واقعی چاہتے ہو تو شوق سے ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔''

یہ سنتے ہی بوڑھا مرغا خوشی خوشی ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔ اس طرح اب وہ چھ ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کو اپنی داستانیں سناتے باتیں کرتے بازوں کے ملک کی طرف چلے جا رہے تھے اسی طرح چلتے چلاتے آخر کار وہ بازوں کے ملک پہنچ گئے۔ جب وہ پوچھتے پچھاتے اس باز کے گھر پہنچے جو مرغی کو اٹھا کر لے گیا تھا تو انہیں پتا چلا کہ وہ کہیں گیا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر مرغا بولا۔

''سب گاڑی سے اتر آؤ۔۔۔۔۔اور جو میں کہوں وہی کرنا''

اس کے بعد اس نے بلی کو ہدایت دیتے ہوئے کہا

''ادھر آؤ۔۔۔۔اور آتشدان کے فرش پر لیٹ جاؤ''

پھر کتے سے کہنے لگا

''تم گھر کے باہر جا کر گھورے پر لیٹ جاؤ''

اس نے گندے انڈے کو ہدایت کی

’’تم آتش دان کی راکھ کے اوپر لیٹ جاؤ‘‘

اس کے بعد وہ پن سے مخاطب ہو کر بولا

’’تم باز کے تولیے میں چھپ جاؤ‘‘

اور آخر میں اس نے بوڑھے مرغے کو ہدایت کی

’’تم چھت پر چڑھ کر بیٹھ جاؤ‘‘

اس طرح مرغے نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے کر مختلف جگہوں پر متعین کر دیا اور خود بھی چوکس ہو کر ایک جانب کھڑا ہو گیا۔ اب وہ سب باز کی آمد کے منتظر تھے۔

یہ شام کا وقت تھا اور اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ سب باز کا انتظار کر رہے تھے اور باز بھی آ گیا تھا۔ وہ باہر سے بھوکا پیاسا آیا تھا اس لیے آتے ہی کھانا تیار کرنے میں لگ گیا جب وہ آتشدان کے قریب پہنچا تو اس نے وہاں دو چھوٹے چھوٹے انگارے دیکھے دراصل یہ بلی کی آنکھیں تھیں جو اندھیرے میں چمک رہی تھیں، مگر باز یہ سمجھا تھا کہ دہکتے ہوئے کوئلے ہیں چنانچہ وہ اپنے دھیان میں آگے بڑھا تا کہ آگ جلائے جیسے ہی وہ آتشدان کے قریب گیا بلی اس پر جھپٹی اور اس نے اپنے پنجوں کے تیز ناخنوں سے اسے بری طرح نوچنا شروع کر دیا۔

’’اوہ میرے اللہ۔۔۔۔۔۔ ہائے مر گیا!‘‘

باز چیخ پڑا۔۔۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھا۔ پھر اندھیرے کی وجہ سے اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ وہ اپنے زخموں کو

سہلاتا ہوا جلدی سے آگے بڑھا اور آتشدان کی راکھ کریدنے لگا تاکہ چنگاریاں روشن کرے مگر جونہی اس نے راکھ کو کریدنے کی کوشش کی گندا انڈا اچھل کر پورے زور سے اس کے چہرے پر لگا۔

''اف! ہائے!''

بے اختیار اس کے منہ سے چیخ نکلی وہ جلدی سے تولیے کی طرف دوڑا تاکہ اپنا چہرہ صاف کرے لیکن جب اس نے تولیے سے چہرہ صاف کرنے کی کوشش کی تو اس میں چھپی ہوئی پن نے اس کا چہرہ لہولہان کر دیا۔ وہ درد سے بلبلا اٹھا اور گھبرا کے گھر سے باہر کی طرف بھاگا ایک تو اندھیرا تھا اور دوسرا وہ زخموں کی وجہ سے کراہ رہا تھا، اسے کچھ نہیں سوجھ رہا تھا کہ کیا کرے۔ ہر بڑا کر گھر سے باہر نکلا اور گھوڑے کے پاس چلا گیا تاکہ کچھ سوچ سمجھ سکے کہ یہ کیا ہو رہا ہے مگر وہاں تو پہلے ہی سے کتا بیٹھا ہوا تھا۔ جونہی وہ گھوڑے کے پاس گیا کتے نے لپک کر اس کی ٹانگوں پر اس بری طرح کاٹ کھایا کہ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ عین اس وقت چھت پر بیٹھے ہوئے مرغے نے طنزیہ انداز میں پکار کر کہا۔

''اگر تم چاہو تو تمہیں اور بھی مزا چکھایا جا سکتا ہے۔۔۔۔!''

بھلا اس وقت باز کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ کسی کا جواب دیتا۔ وہ زخموں سے چور درد سے کراہ رہا تھا، اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ہانپتا کانپتا اور لڑکھڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انہیں اپنی بپتا سناتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم سوچ نہیں سکتے کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔۔۔۔''

پھر اس نے کہنا شروع کیا

''میں اپنے گھر آیا اور میں نے آتشدان کے قریب دو دہکتے ہوئے کوئلے دیکھے میں نے ان کوئلوں سے آگ جلانے کی کوشش کی تو انہوں نے مجھے بری طرح نوچ نوچ اور کھرچ کھرچ کر زخمی کر دیا۔ اس کے بعد آتشدان کی راکھ میں سے ایک زور دار آواز کے ساتھ کوئی چیز میرے چہرے پر آ کر گری۔ میں بھاگ کر تولیے کے پاس گیا تا کہ اس سے اپنا چہرہ صاف کروں مگر تولیے نے میرا چہرہ اور بھی زخمی کر دیا اور میں لہولہان ہو گیا۔۔۔۔ میرے پورے چہرے پر خون ہی خون ہو گیا۔''

جب وہ اپنے ساتھیوں کو یہ قصہ سنا رہا تھا تو خوف سے بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس وقت واقعی اس کی حالت قابل رحم تھی اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بتایا۔

''جب لہولہان ہو گیا تو میں نے سوچا شاید کسی نے مجھ پر جادو کر دیا ہے یا میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ میں بھاگ کر گھر سے باہر نکل آیا اور گھوڑے کے پاس چلا گیا۔ جونہی میں گھوڑے کے پاس گیا وہاں کوئی لوہار بیٹھا ہوا تھا جس نے اپنی تیز اور نوکدار چمٹیوں سے میری دونوں ٹانگوں کو جگہ جگہ سے اس قدر زخمی کر دیا کہ میں چلنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ اور پھر جب میں ہمت کر کے وہاں سے بھاگا تو میرے مکان کی چھت پر کوئی مسخرا بیٹھا ہوا تھا جو مجھے بھاگتا ہوا دیکھ کر مجھ پر طنز کر رہا تھا اور میرا مذاق اڑا رہا تھا۔''

ادھر تو باز اپنے ساتھیوں کو اپنی داستان سنا رہا تھا اور دوسری طرف اسی دوران میں مرغے نے جلدی جلدی اپنی مرغی کو تلاش کر کے اپنے ساتھ لیا اور پھر وہ سب کے سب اپنی گاڑی میں سوار ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تاکہ باز کے واپس آنے سے پہلے پہلے بازوں کی سرزمین سے دور نکل جائیں۔ اس طرح وہ سارے صحیح سلامت مرغی کو لے کر آ گئے۔ مرغے نے اپنے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گھر ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگا۔

اس دن کے بعد مرغا اور مرغی کبھی ایک دوسرے سے نہیں لڑے اور نہ ہی آپس میں کبھی ناراض ہوئے لیکن اس واقعہ کے بعد انہیں پھر کبھی مکھن سے بھرا ہوا برتن بھی نہیں ملا تھا۔

☆☆☆☆☆

سرخ ٹوپی والی لڑکی

(Little Red Riding Hood)

گئے وقتوں کی بات ہے کسی جگہ ایک لڑکی رہتی تھی جو بہت نیک اور پیاری تھی وہ اخلاق کی اس قدر اچھی تھی کہ جو بھی ایک بار اس میں مل لیتا اس کی تعریف کرتا۔ خاص طور پر اس کی بوڑھی نانی تو اس پر دیوانی تھی۔ وہ اسے اتنا چاہتی تھی کہ اس کی ہر خواہش پوری کرنے کے لیے تیار رہتی تھی۔ ایک بار ہوا یہ کہ اس کی نانی نے اسے سرخ ساٹن کی بنی ہوئی ایک ایسی ٹوپی دی جو سر اور گردن کے ساتھ ساتھ کندھے بھی ڈھانپ لیتی تھی۔ یہ اپنی جگہ ٹوپی بھی تھی اور کندھوں پر ڈالنے کے لیے شال کا کام بھی دیتی تھی۔ لڑکی کو یہ ٹوپی اس قدر پسند آئی کہ وہ کہنے لگی۔

''اب میں اس سرخ ٹوپی کے علاوہ اور کوئی چیز سر اور کندھوں پر نہیں پہنوں گی۔''

اسی وجہ سے اسے سرخ ٹوپی پہننے والی لڑکی کہہ کر پکارا جانے لگا ہر شخص اب اسے اسی نام سے پکارتا تھا۔

ایک روز صبح ہوا یہ کہ اس کی ماں نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا

''لو بیٹی، یہ کیک کا ایک ٹکڑا ہے اور ایک وائن کی بوتل ہے۔ تم یہ چیزیں اپنی نانی کو جا کر دے آؤ۔ وہ آجکل بہت بیمار ہے جس کی وجہ سے کمزور ہو گئی ہے۔ کیک

کھائے گی اور ساتھ وائن پیئے گی تو اس کی صحت بحال ہو جائے گی۔‘‘

اس کی نانی گاؤں سے باہر جنگل میں ایک کٹیا میں رہتی تھی۔لڑکی نے ماں کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اچھا ماں ۔۔۔۔۔میں ابھی یہ چیزیں نانی کو پہنچا کر آتی ہوں۔‘‘

’’ہاں ابھی صبح ہے اس لیے دوپہر ہونے سے پہلے پہلے دے آؤ۔۔۔۔۔اور ہاں، انہیں بڑی احتیاط سے لے کر جانا۔راستہ چلتے میں ادھر ادھر نہ دیکھنا کہیں ٹھوکر لگ جائے اور تم گر پڑو۔اس طرح بوتل ٹوٹ جائے گی اور کیک بھی ضائع ہو جائے گا اور تمہاری نانی اس سے محروم رہ جائے گی۔‘‘

’’نہیں ماں۔۔۔۔تم بے فکر رہو۔۔۔۔۔میں پوری احتیاط سے لے کر جاؤں گی‘‘

اس نے فرمانبردار بیٹی کی طرح جواب دیا پھر جب وہ چلنے لگی تو اس کی ماں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

’’اور یہ بات بھی یاد رکھنا۔۔۔جب تم نانی کے گھر پہنچو تو سب سے پہلے اسے سلام کرنا اور ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے اس کا حال احوال پوچھنا دوسرے کے گھر جا کر ادھر ادھر دیکھنا بری بات ہوتی ہے۔‘‘

’’بہت اچھا ماں ۔۔۔۔۔۔میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی‘‘

اس نے اپنی ماں سے کیک کا ٹکڑا اور وائن کی بوتل لی اور ان کو رومال سے ڈھانپ کر نانی کی طرف چل دی۔اس کی نانی جنگل میں جہاں رہتی تھی وہ جگہ ان

کے گاؤں سے تقریباً آدھ گھنٹے کے سفر پر واقع تھی اور لڑکی اکثر وہاں جاتی رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دونوں چیزیں لیے خوشی خوشی چلی جارہی تھی۔ جیسے ہی وہ جنگل میں داخل ہوئی اسے ایک بھیڑیا مل گیا۔لڑکی کو یہ قطعی معلوم نہ تھا کہ بھیڑیا کتنا خطرناک اور چالاک جانور ہوتا ہے اس لیے وہ اس سے خوفزدہ ہونے کی بجائے اپنے راستے پر چلتی رہی۔اتنے میں بھیڑیا اس کے قریب آیا اور بولا۔

''اے سرخ ٹوپی والی لڑکی صبح بخیر۔۔۔۔۔۔''

''صبح بخیر بھیڑیئے!''

اس نے جواب میں کہا

''یہ آج صبح ہی صبح تم کہاں بھاگی چلی جارہی ہو۔۔۔۔۔؟''

بھیڑیئے نے ہمدرد بنتے ہوئے پوچھا

''میں اپنی نانی کے پاس جارہی ہوں''

اس نے بےتوجہی سے جواب دیا جس پر بھیڑیئے نے سوال کیا۔

''تمہارے ہاتھ میں رومال کے نیچے کیا ہے۔۔۔؟''

''کیک اور وائن ہے۔۔۔۔''

''کیک اور وائن۔۔۔۔۔؟''

بھیڑیئے نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''گزشتہ روز ہم نے کیک تیار کیا تھا۔میری نانی بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئی ہے اور میں اسے یہ دینے جارہی ہوں۔۔۔۔۔وہ کیک وائن کے ساتھ کھائے

گی تو اس میں طاقت آئے گی اس طرح وہ جلد صحت مند ہو جائے گی۔''

جیسے ہی بھیڑیئے نے یہ سنا وہ کیک اور وائن تو بھول گیا اور اس کی نانی کے بارے میں سوچنے لگا جو بڑی آسانی سے شکار ہو سکتی تھی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کی نانی کہاں رہتی ہے اس لیے پوچھنے لگا۔

''سرخ ٹوپی والی اچھی لڑکی تمہاری نانی کہاں رہتی ہے۔۔۔۔؟''

''یہاں سے پندرہ منٹ کا سفر طے کر کے جنگل کے اندر جائیں تو اس کا گھر آ جاتا ہے۔''

لڑکی نے معصومیت سے جواب دیا اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ بھیڑیا اس سے اس کی نانی کا گھر کیوں معلوم کر رہا ہے؟ اس نے بڑی سادگی سے اپنی نانی کے گھر کا پورا پورا پتا بتا دیا۔

کہنے لگی۔

''یہاں سے چلتے ہوئے جنگل میں اندر چلے جائیں تو شاہ بلوط کے تین بڑے درخت آئیں گے ان کے پاس ہی میری نانی کا گھر ہے۔ اگر تم جنگل میں رہتے ہو تو تمہیں اس کا گھر معلوم ہی ہو گا؟''

بھیڑیا اس کی معصومیت پر دل ہی دل میں ہنسا اور سوچنے لگا۔

''اس کی بوڑھی نانی کے گوشت میں وہ لطف اور ذائقہ نہیں ہو سکتا جو اس کے گوشت میں ہو گا اس کی عمر ابھی چھوٹی ہے اس لیے اس کا گوشت مزیدار ہو گا۔''

وہ اس کی نانی کو بھول کر اسے لقمہ بنانے کی تجویزیں سوچنے لگا وہ اس کے ساتھ

ساتھ چلتا بھی جا رہا تھا اور اپنے دل میں کوئی ترکیب بھی سوچ رہا تھا پھر وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیے کہ ان دونوں کا گوشت کھانے کو مل جائے۔ بڑھیا کا گوشت کم ذائقے کا ہوگا اسے پہلے کھا لوں گا۔ اور اس کا پر لطف گوشت بعد میں کھاؤں گا۔''

یہی کچھ سوچتے ہوئے وہ لڑکی سے کہنے لگا۔

''اے سرخ ٹوپی والی لڑکی! تم ادھر ادھر کیوں نہیں دیکھ رہی ہو۔۔۔؟ ذرا نظریں اٹھا کر دیکھو چاروں طرف کس قدر حسین پھول کھلے ہوئے ہیں۔۔۔؟ کیا تم سن نہیں رہی ہو کہ پرندوں کے گانے کی پیاری پیاری آوازیں آ رہی ہیں۔۔۔؟ پرندے خوشی میں گیت گا رہے ہیں۔۔۔؟''

اتنی بات کہہ کر بھیڑیے نے بڑے غور سے لڑکی کی طرف دیکھا جو ابھی تک اپنے دھیان میں مگن چلی جا رہی تھی اور اس نے بھیڑیئے کی بات پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی تاہم اسے پوری پوری امید تھی کہ وہ اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ اسی لیے برا سا منہ بنا کر بولا۔

''تم تو ایسے سیدھی بھاگی چلی جا رہی ہو جیسے اسکول جا رہی ہو۔۔۔ یہاں جنگل میں کیا شاندار منظر ہے مگر تم توجہ ہی نہیں دے رہی ہو۔۔۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔۔۔؟''

جب بھیڑیئے نے یہ کہا تو لڑکی نے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر دیکھا، واقعی اس

وقت بہت اچھا منظر تھا۔ سورج کی کرنیں درختوں میں سے رقص کرتی ہوئی نیچے آ رہی تھیں، پرندے چہچہاتے ہوئے ادھر ادھر اڑتے پھر رہے تھے اور چاروں طرف قسم قسم کے پھول کھلے ہوئے تھے جیسے ہی لڑکی نے اپنے اردگرد خوبصورت پھول دیکھے تو سوچنے لگی۔

''اگر میں نانی کے لیے خوبصورت پھولوں کا گچھا لے جاؤں تو اچھا ہے۔ وہ پھول دیکھ کر یقیناً خوش ہوگی ابھی تو بہت وقت ہے۔''

یہ سوچتے ہی وہ چلتے چلتے رک گئی اور راستہ چھوڑ کر ایک طرف جنگل میں اندر چلی گئی تاکہ اچھے سے پھول توڑ کر لائے جیسے ہی وہ کسی ایک جگہ سے پھول توڑنے لگتی، اسے یوں لگتا جیسے اس سے آگے والا پھول زیادہ خوبصورت ہے۔ وہ آگے بڑھ کے اسے توڑنے لگتی تو وہاں سے چند قدم اور آگے والے پھول کہیں زیادہ خوبصورت نظر آتے اس طرح وہ آہستہ آہستہ جنگل کے اندر چلتی گئی۔ یہاں تک کہ کافی اندر چلی گئی۔

دوسری طرف بھیڑیئے نے جب یہ دیکھا کہ لڑکی پھول تلاش کرنے میں مصروف ہوگئی ہے تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور سیدھا اس کی بوڑھی نانی کے گھر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ بند تھا یہ دیکھ کر اس نے دروازے پر زور سے دستک دی اور بولا۔

''دروازہ کھولو۔۔۔۔۔۔!''

''کون ہے۔۔۔۔۔؟''

اندر سے بڑھیا نے کمزور آواز میں پوچھا۔

''نانی اماں! میں سرخ ٹوپی والی تمہاری نواسی ہوں۔۔۔۔۔میں کیک اور وائن لے کر آئی ہوں دروازہ کھولو!''

بھیڑیئے نے اپنی آواز لڑکی کی طرح بنالی تھی جس سے بڑھیا بھی دھوکا کھا گئی اور کہنے لگی۔

''بیٹی! میں بہت کمزور ہوں، اٹھ نہیں سکتی۔۔۔۔''

پھر اس نے بتایا

''تم دروازے کی بلی اٹھاؤ۔۔۔دروازہ خود کھل جائے گا''

جیسے ہی اس نے یہ بتایا بھیڑیئے نے جلدی سے بلی اٹھا کر دروازہ کھولا اور سیدھا بڑھیا کے بستر کے پاس پہنچ گیا اس نے ایک نظر بڑھیا کو دیکھا اور بغیر وقت ضائع کیے لپک کر اسے سالم کا سالم نگل گیا بڑھیا کو ہڑپ کرنے کے بعد اس نے جلدی جلدی اس کے کپڑے پہن لیے پھر رات کو پہننے کی ٹوپی سر پر رکھی اور اس کے بستر پر دراز ہو گیا۔اس نے بستر کی چادر کو اپنے اردگرد لپیٹ لیا تا کہ پہلی نظر میں دکھائی نہ دے سکے۔

لڑکی جنگل میں ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر اچھے اچھے پھول تلاش کر رہی تھی۔جب اس نے اتنے پھول توڑ لیے جن سے گلدستہ بن سکے تو دل میں سوچنے لگی۔

''اب نانی بہت خوش ہو گی۔۔۔۔۔یہ خوبصورت پھول اسے بہت پسند آئیں

گے''

اس نے جلدی سے کیک اور وائن کی بوتل اٹھائی اور بھاگتی ہوئی اپنی نانی کے گھر کی طرف چل دی۔تھوڑی ہی دیر بعد وہ نانی کے گھر کے پاس پہنچ چکی تھی لیکن یہ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کہ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر وہاں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔

''پھر یہ دروازہ کیوں کھلا ہے۔۔۔۔؟''نانی تو کمزوری سے اٹھ نہیں سکتی؟!

وہ اپنے دل میں سوچنے لگی اس وقت اسے وہاں کا ماحول عجیب ڈراونا سا لگ رہا تھا۔اس کا دل دھڑکنے لگا

''اف! آج میں اس قدر خوفزدہ کیوں ہو رہی ہوں۔۔۔۔۔۔؟''

اس نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا

''حالانکہ میں جب بھی یہاں آتی تھی مجھے بڑی مسرت حاصل ہوتی تھی پھر آج مجھے اتنا خوف کیوں آ رہا ہے۔۔۔۔؟''

وہ ہمت کر کے آگے بڑھی اور دروازے کے پاس جا کر بلند آواز میں پکاری۔

''نانی اماں! صبح بخیر۔۔۔۔!''

مگر آگے سے کوئی جواب نہ آیا۔۔۔۔اسے اور بھی تعجب ہوا کیونکہ اس سے پہلے تو اس کی نانی فوراً اس کا جواب دیا کرتی تھی۔وہ یہی کچھ سوچتی ہوئی آہستہ آہستہ گھر میں داخل ہوئی اور سیدھی بڑھیا کے بستر کے پاس پہنچ گئی۔اس نے چادر ہٹا کر دیکھا تو نانی لیٹی ہوئی تھی۔اس نے رات کو پہننے والی ٹوپی پہن رکھی تھی جس سے اس

کے کان چھپے ہوئے تھے۔لڑکی نے ٹوپی سرکا کے دیکھا تو بڑے بڑے کان دیکھ کر ٹھٹھک گئی اور پوچھنے لگی۔

''ہائے نانی اماں۔۔۔۔تمہارے کان کتنے بڑے ہیں۔۔۔۔؟''

''یہ اس لیے بڑے ہیں کہ تمہاری باتیں اچھی طرح سن سکوں!''

''ہائے نانی اماں۔۔۔۔۔تمہاری آنکھیں کتنی بڑی ہیں۔۔۔۔؟''

''یہ اس لیے ہیں کہ میں تمہیں اچھی طرح دیکھ سکوں۔۔۔۔۔!''

''ہائے نانی اماں۔۔۔۔۔تمہارے ہاتھ کتنے بڑے ہیں۔۔۔۔۔؟''

''یہ اس لیے ہیں کہ میں تمہیں اچھی طرح پکڑ سکوں۔۔۔۔۔!''

''ہائے نانی اماں۔۔۔۔تمہارا منہ کس قدر بڑا اور خوفناک ہے۔۔۔۔؟''

''یہ اس لیے ہے کہ میں تمہیں کھا سکوں۔۔۔۔۔!''

اتنا کہنے کے ساتھ ہی بھیڑیئے نے جھپٹ کر لڑکی کو پکڑ لیا اور پھر سالم کا سالم نگل گیا اس طرح جب اس نے دونوں کو کھا کے اپنا پیٹ بھر لیا تو مطمئن ہو کر دوبارہ بستر میں جا کر لیٹ گیا۔چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ وہ گہری نیند سو گیا اور اب سارے گھر میں اس کے زور زور کے خراٹوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

اتفاق کی بات کہ جنگل کے محافظ کا ادھر سے گزر ہوا۔جب وہ مکان کے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے خراٹوں کی آواز سنی وہ رک گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''مجھے دیکھنا چاہیے کہ بڑھیا کی طبیعت کیسی ہے۔۔۔؟''

چنانچہ وہ گھر میں داخل ہو گیا اور جب وہ بڑھیا کی مسہری کے پاس گیا تو اس نے

دیکھا، وہاں بڑھیا کی بجائے بھیڑیا سویا ہوا تھا جو اس وقت زور زور سے خراٹے بھر رہا تھا۔

''اچھا۔۔۔۔۔۔۔ یہ تم ہو۔۔! بدمعاش، پرانے پاپی!''

وہ اسے دیکھتے ہی غصے میں بولا۔

''میں تو تمہیں ایک عرصے سے تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔ اچھا ہوا جو تم مجھے مل گئے۔''

یہ کہتے ہی اس نے جلدی سے اپنے کندھے سے بندوق اتاری اور نشانہ باندھ کے گولی چلانے ہی لگا تھا کہ پھر خیال آیا۔

''کہیں ایسا نہ ہو، اس نے بڑھیا کو کھا لیا ہو۔۔۔۔ بڑھیا یقیناً ابھی اس کے پیٹ میں زندہ ہو گی۔ اگر میں نے گولی ماردی تو اسے بچانا مشکل ہو جائے گا۔''

یہ خیال آتے ہی اس نے بندوق کی لبلبی پر سے ہاتھ ہٹا لیا اور گھر میں ادھر ادھر کچھ تلاش کرنے لگا پھر اس نے دو قینچیاں لیں اور سوئے ہوئے بھیڑیئے کا پیٹ چاک کرنے لگا۔ ابھی اس نے قینچیوں کے دو ایک ہاتھ ہی چلائے تھے اور تھوڑا سا پیٹ چاک ہوا تھا کہ اچانک اسے لڑکی کے سرخ ٹوپے کا حصہ دکھائی دیا۔

''اچھا تو اس ظالم نے لڑکی کو بھی نگل لیا ہے۔۔۔۔؟!''

اس نے نفرت اور غصے سے بھیڑیئے کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو۔۔۔

''مجھے احتیاط سے پیٹ چاک کرنا چاہیے تاکہ دونوں صحیح سلامت باہر نکل

آئیں۔"

وہ آہستہ آہستہ پیٹ کا چاک بڑا کرنے لگا اور جب شگاف خاصا بڑا ہو گیا تو اچانک لڑکی اچھل کر باہر آ گئی اور چیخ کر بولی۔

''اوہ! میں کس قدر خوفزدہ تھی۔۔۔۔۔۔بھیڑیئے کے پیٹ میں تو اتنا اندھیرا ہے کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔''

اس نے جنگل کے محافظ کو ممنون نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے میری جان بچالی مگر نانی اماں ابھی تک بھیڑیئے کے پیٹ میں ہے۔''

''اطمینان رکھو۔۔۔۔ہم اسے بھی نکال لیں گے''

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد بڑھیا بھی بھیڑیئے کے پیٹ میں سے باہر آ گئی۔۔۔۔اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا تاہم اس بیچاری کی سانس اکھڑ رہی تھی۔

''میرا تو دم ہی گھٹ گیا تھا۔۔۔۔!''

اتنا کہہ کر وہ لڑکی کو پیار کرنے لگی۔

''میری پیاری بیٹی! تم تو ٹھیک ہونا۔۔۔۔۔؟''

''نانی اماں۔۔۔۔۔میں بالکل ٹھیک ہوں''

لڑکی نے یہ کہا اور بھاگی بھاگی گھر سے باہر گئی وہ روڑے اور کنکر جھولی میں بھر بھر کے لانے لگی۔ جنگل کے محافظ نے وہ تمام روڑے کنکر بھیڑیئے کے پیٹ میں بھر دیئے اور جو شگاف کیا تھا اسے سی دیا۔ اس طرح اب بھیڑیئے کا پیٹ پتھروں

اور روڑوں سے بھرا ہوا تھا جو بہت وزنی تھے۔ چنانچہ وہ جیسے ہی بیدار ہوا اپنے سامنے لڑکی اور بڑھیا کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

''نہیں تو میں نے کھالیا تھا۔۔۔؟''

وہ حیرت سے سوچنے لگا اور جیسے ہی اس کی نظر جنگل کے محافظ پر پڑی جس کے ہاتھوں میں بندوق تھی وہ جلدی سے اٹھ کر بھاگنے لگا مگر اس کے پیٹ میں جو پتھر وغیرہ بھرے ہوئے تھے اس قدر بوجھل تھے کہ اس کے لیے چلنا مشکل ہو گیا۔ خون بہنے کی وجہ سے کمزور بھی ہو گیا تھا اور اس کے لیے چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ چند ہی قدم چلا تھا کہ لڑکھڑانے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہیں ڈھیر ہو کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

بھیڑیئے کے مرنے کے بعد جنگل کا محافظ اس کی کھال اتار کر اپنے گھر لے گیا۔ بڑھیا نے وہ کیک کھایا اور وائن پی جو لڑکی اس کے لیے لائی تھی۔ اس طرح اس کی صحت بحال ہو گئی، اور لڑکی اپنے دل میں سوچنے لگی۔

''آئندہ سے میں اپنی ماں کی ہدایت پر پوری طرح عمل کیا کروں گی۔ اگر وہ یہ کہے گی کہ راستہ چھوڑ کر جنگل میں ادھر ادھر نہ جانا تو میں کبھی اس کے خلاف نہیں جاؤں گی۔''

اور واقعی۔۔۔۔۔ اس روز کے بعد سے اس نے اپنی ماں کے کہنے کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

سونے کے خزانے والا بادشاہ

(The Gold-Rich King)

پرانے زمانے میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا جو انتہائی دولتمند اور بڑی شان و شکوہ والا تھا۔ اس کی دولت کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اللہ نے اسے سب کچھ دیا تھا لیکن وہ اولاد کی دولت سے محروم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اور اس کی ملکہ ہر وقت اداس اور غمگین رہتے تھے دونوں مل کے خدا سے دعائیں کرتے کہ۔۔۔

''اے خدا! ہمیں بھی اولاد کی نعمت بخش دے!''

مگر ابھی تک ان کی گود ہری نہیں ہوئی تھی ۔۔۔تاہم وہ اپنی قسمت سے مایوس نہیں ہوئے تھے انہیں کامل یقین تھا کہ ایک نہ ایک روز ان کی تمنا ضرور پوری ہو گی۔

ایک روز بادشاہ اپنے دربار میں امیروں وزیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ خادموں نے عرض کیا۔

''حضور! ایک فقیری آپ کے حضور پیش ہونا چاہتی ہے ۔۔۔؟''

''اسے ضرور پیش کیا جائے!''

بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا اور پھر اس کے ساتھ ہی ایک بوڑھی فقیرنی حاضر ہو گئی۔ اس نے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا اور پھر پوچھنے لگی۔

’’بادشاہ سلامت! اگر اجازت ہو تو ایک بات پوچھوں۔۔۔۔۔؟‘‘

’’ضرور پوچھو۔۔۔تمہیں اجازت ہے‘‘

اس پر فقیرنی بڑے مودب لہجہ میں بولی

’’عالی جاہ! آپ کو خدا نے تخت و تاج دیا ہے، بے انتہا مال و دولت سے نوازا ہے، مگر اس کے باوجود آپ مجھے اداس نظر آتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔؟‘‘

جواب میں بادشاہ ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولا

’’اے بزرگ فقیرنی ہم اداس کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔۔اس تمام مال و دولت اور شان و شوکت کے باوجود ہم اولاد سے محروم ہیں!‘‘

بادشاہ کی یہ بات سن کر فقیرنی نے دونوں ہاتھ باندھ کر کہا

’’حضور والا۔۔آپ کی یہ تمنا پوری ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔۔!‘‘

’’وہ کیسے؟ مجھے جلدی بتاؤ۔۔۔۔۔؟‘‘

بادشاہ بے تاب ہو کر پوچھنے لگا۔

’’اگر ہم صاحب اولاد ہو گئے تو تمہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔‘‘

جواب میں فقیرنی نے اپنی گٹھڑی میں سے کوئی جڑی بوٹی نکالی اور بادشاہ کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا۔

’’بادشاہ سلامت! اس بوٹی کو پکایا جائے۔۔۔ پہلے اس کا آدھا حصہ ملکہ کو کھلایا جائے اور پھر اس کا باقی آدھا حصہ اس باورچن کو کھلا دیا جائے جو اسے

پکائے۔۔۔‘‘

فقیرنی یہ بات بتا رہی تھی اور بادشاہ بڑی توجہ اور اشتیاق سے سن رہا تھا فقیرنی اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

’’یہ بوٹی کھانے سے ملکہ اور باورچن دونوں امید سے ہو جائیں گی اور دونوں کے ہاں ایک ایک بیٹا ہوگا۔‘‘

بادشاہ نے یہ سنا تو بہت خوش ہوا اس نے فقیرنی کو بہت سا انعام و اکرام دیا اور بوٹی لے کر محل میں پہنچا دی۔ ساتھ ہی ہدایت کی کہ بوٹی کو ابھی پکایا جائے اور فقیرنی کے کہنے کے مطابق آدھی ملکہ کو اور آدھی پکانے والی باورچن کو کھلا دی جائے۔

بادشاہ کے حکم کی دیر تھی، اسی وقت بوٹی پکائی گئی اور آدھی ملکہ اور آدھی باورچن کو کھلا دی گئی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ملکہ اور باورچن دونوں ایک ہی وقت امید سے ہو گئیں اور پھر ایک ہی دن دونوں کے ہاں ایک ایک بیٹا پیدا ہوا جیسے ہی یہ خبر بادشاہ کو ہوئی اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اس نے اسی وقت جشن منانے کا اعلان کیا اور ہر طرف خوشیاں منائی جانے لگیں امیروں وزیروں کو منصب عطا کیے گئے، خادموں اور نوکروں چاکروں کو انعامات دیئے گئے اور غریبوں فقیروں میں جی کھول کو دولت تقسیم کی گئی۔

جب دونوں لڑکے تھوڑے بڑے ہوئے تو ایک ساتھ پڑھنے کے لیے جانے لگے۔ دونوں خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین تھے اس لیے بڑی تیزی سے

علم حاصل کرنے لگے۔اگر چہ وہ دونوں ہوشیار اور عقلمند تھے تاہم باورچی کا بیٹا بادشاہ کے بیٹے سے کہیں ذہین اور ہوشیار تھا یہی وجہ تھی کہ وہ علم حاصل کرنے میں زیادہ تیز تھا۔گو ان میں سے ایک بادشاہ کا بیٹا تھا اور دوسرا باورچی کا لیکن وہ دونوں ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر پکارتے تھے اور بھائیوں ہی کی طرح ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

جب دونوں جوانی کی عمر کو پہنچے تو ایک روز بادشاہ کا بیٹا کہنے لگا۔

''بھائی! چلو آج شاہی باغ کی سیر کریں۔۔۔۔؟''

جواب میں باورچی کا بیٹا بولا

''میں اس وقت تک باغ میں نہیں جاؤں گا جب تک میرا باپ باغ کو خوشنما اور خوبصورت نہیں بنائے گا۔''

اتفاق کی بات یہ کہ ان دنوں شاہی باغ کی دیکھ بھال مناسب طور پر نہیں ہو رہی تھی، اور وہ صحیح حالت میں نہیں تھا۔جگہ جگہ گھاس اور جھاڑیاں اگ آئی تھیں اسی وجہ سے باورچی کا بیٹا اداس تھا اسے اداس دیکھ کر اس کا باپ پوچھنے لگا۔

''بیٹا! کیا بات ہے۔۔۔۔تم اس قدر اداس کیوں ہو۔۔۔۔؟''

جواب میں لڑکے نے کہا

''تم بادشاہوں کے باغ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب ہوتے ہیں مگر ہمارے بادشاہ کا باغ بری حالت میں ہے آخر ہمارا باغ خوبصورت کیوں نہیں ہے۔۔۔؟''

دوسری طرف لڑکے کی اس بات کا علم جب بادشاہ کو ہوا تو اس نے اسی وقت حکم دیا کہ۔۔۔۔۔۔۔

''شاہی باغ کو جس قدر حسین بنایا جا سکتا ہے، بنایا جائے۔ اسے اتنا خوبصورت بنایا جائے کہ اس کی مثال نہ ملے۔''

بادشاہ کے حکم کی دیر تھی کہ اسی وقت باغ کو خوبصورت سے خوبصورت تر بنانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں ماہرین تعمیرات، مجسمہ ساز، بہترین مالی، لکڑی کا کام کرنے والے کاریگر اور دوسرے لوگ بھیج دیئے گئے جنہوں نے چند ہی روز میں باغ کو اس قدر حسین اور شاداب بنا دیا کہ وہ اپنی مثال آپ بن گیا۔ اس طرح جب باغ کی آرائش و زیبائش مکمل ہو گئی تو دونوں بھائی باغ کی سیر کو گئے۔ واقعی اس وقت باغ انتہائی حسین اور دیدہ زیب تھا۔ ہر طرف پھول ہی پھول کھلے ہوئے تھے اور سر سبز و شاداب پودے اور درخت لہرا رہے تھے یہ دیکھ کر وہ دونوں بہت خوش ہوئے اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے ادھر ادھر ٹہلنے لگے ٹہلتے ٹہلتے اچانک بادشاہ کے بیٹے کی نظر ایک مجسمے پر پڑی۔ یہ مجسمہ ایک بادشاہ کی حسین و جمیل بیٹی کا تھا اور اس میں اس کا صرف چہرہ اور دھڑ دکھایا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ فنکاری کا اعلیٰ نمونہ تھا اور پتھر کا ہونے کے باوجود زندگی سے بھرپور تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شہزادی ابھی بول پڑے گی۔ بادشاہ کا بیٹا تھوڑی دیر تک مجسمے کو بڑے غور سے دیکھتا رہا اور پھر کہنے لگا۔

''بھائی! یہ مجسمہ کس قدر حسین شہزادی کا ہے۔۔۔۔!''

''ہاں۔۔۔۔۔واقعی یہ بہت خوبصورت ہے''

اس نے جواب دیا جس پر بادشاہ کا بیٹا بولا

''جس شہزادی کا مجسمہ اس قدر حسین ہے، وہ خود کتنی خوبصورت ہوگی؟''

''یقیناً وہ اس مجسمے سے کہیں زیادہ حسین ہوگی۔''

اتنا کہہ کر وہ کسی سوچ میں پڑ گیا اور چند لمحوں کے بعد کہنے لگا

''کاش! میں اسے حاصل کر سکتا۔۔۔۔مگر میں اسے کبھی حاصل نہ کر سکوں گا''

باورچی کے بیٹے نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور بولا

''دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔''

''مگر یہ کام مجھے ناممکن معلوم ہوتا ہے''

اس وقت بادشاہ کے بیٹے کے لہجے میں مایوسی کی جھلک تھی جسے اس کے بھائی نے بھی محسوس کر لیا تھا۔۔۔یہی وجہ تھی وہ کہنے لگا

''اگر تم اسے حاصل کرنے کے لیے جاؤ تو میں تمہارے ساتھ چلوں گا''

''لیکن یہ ہے کون اور کہاں ہوگی۔۔۔۔۔۔؟''

''کہیں تو ہوگی۔۔۔تلاش کرنے پر کیا نہیں ملتا۔۔۔۔؟''

باورچی کے بیٹے نے اس کی ہمت بندھائی اور اس طرح ان دونوں نے شہزادی کی تلاش میں جانے کا ارادہ کر لیا دونوں ضروری سازو سامان لیا، گھوڑے تیار کیے اور والدین سے اجازت لے کر شہزادی کی تلاش میں چل پڑے۔

اگرچہ وہ دونوں شہزادی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے مگر انہیں امید تھی کہ ایک نہ ایک روز اس تک ضرور پہنچ جائیں گے۔

وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلاتے جب وہ ایک محل کے پاس پہنچے تو شام ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اندھیرا پھیلنے لگا آپس میں کہنے لگے

''یہاں رات بسر کرلینی چاہیے''

چنانچہ انہوں نے گھوڑے روک لیے اور اس قلعہ نما محل کے پاس چلے گئے یہ محل سارے کا سارا سیاہ رنگ کا تھا اور آس پاس کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا تھوڑی دیر تک محل کا جائزہ لیتے رہے اور پھر اس میں داخل ہو گئے جب وہ قلعے کے اندر گئے اور ادھر ادھر دیکھا تو وہاں بھی کوئی آدم زاد دکھائی نہ دیا۔۔۔۔۔ حیران ہو رہے تھے کہ۔۔۔۔۔

''یہ کیسا محل ہے جہاں کوئی آدمی نہیں ہے!''

بہر صورت! انہیں رات تو بسر کرنی ہی تھی ایک مناسب جگہ دیکھ کر انہوں نے اپنے گھوڑے باندھ دیئے اور خود بیٹھ گئے کھانے پینے کا جو سامان ساتھ لائے تھے وہ نکالا اور کھا کر سونے کے لیے لیٹ گئے بادشاہ کا بیٹا کچھ زیادہ ہی تھکا ہوا تھا، وہ لیٹا اور لیٹتے ہی سو گیا۔ یوں تو باورچی کا بیٹا بھی تھکا ہوا تھا مگر وہ اپنے دل میں سوچنے لگا۔

''ایک تو یہ اجنبی جگہ ہے اور دوسری عجیب وغریب ہے ایسا نہ ہو ہم دونوں سو

جائیں اور کوئی ہمیں نقصان پہنچائے ہوسکتا ہے یہاں کوئی اجدوگر یا جن بھوت ہو اس لیے مجھے جاگتے رہنا چاہیے۔''

یہ سوچ کر اس نے بادشاہ کے بیٹے کو سونے دیا اور خود جاگتا رہا یوں تو وہ بھی لیٹا ہوا تھا لیکن پوری طرح ہوشیار تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے اگر ہوا سے بھی ذرا سی سرسراہٹ ہوتی تو وہ چونک پڑتا۔

رات بیت رہی تھی اور جب رات کے گیارہ بجے تو اسے ایک طرف سے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اس نے لیٹے ہی لیٹے دیکھا تو اس جانب سے تین نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں آرہی تھیں انہیں دیکھتے ہی وہ پہلے سے زیادہ ہوشیار ہوگیا۔

''اس ویران قلعے میں یہ لڑکیاں کون ہیں۔۔۔۔۔؟''

اس نے دل میں سوچا اور اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ

''دیکھو لڑکیاں کاے کرتی ہیں۔۔۔۔؟''

تینوں لڑکیاں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئیں ان کے قریب ہی آکر بیٹھ گئیں اور آپس میں تاش کھیلنے لگیں وہ ایک دوسری سے باتیں کر رہی تھیں اور کھیل بھی رہی تھیں ادھر باورچی کا بیٹا لیٹا ہوا ٹکٹکی لگائے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی طرح تاش کھیلتے ہوئے انہیں کافی وقت گزر گیا اور جب بارہ بجنے میں تھوڑا وقفہ رہ گیا تو ایک طرف سے ایک بوڑھا شخص آیا اس کے بال بالکل سفید تھے جیسے ہی وہ ان کے قریب آیا اس نے لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''سلام میری بیٹیو۔۔۔!''

''سلام ابا جان۔۔۔!''

تینوں لڑکیوں نے بیک زبان اسے جواب دیا وہ بوڑھا شخص بھی ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بولا۔

''میں تمہیں سنانے کے لیے ایک خبر لایا ہوں''

''کون سی خبر ہے ابا جان۔۔۔ ہمیں بتاؤ۔۔۔؟''

لڑکیوں نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا اس پر بوڑھا کہنے لگا

''ایک بہت ہی دولتمند بادشاہ کا بیٹا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی ہے وہ ایک بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا''

''وہ کیوں۔۔۔؟''

لڑکیوں نے تعجب سے باپ سے سوال کیا

''وہ کامیاب کیوں نہیں ہوگا۔۔۔؟ اسے کامیابی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟''

جواب میں بوڑھا بولا

''وہ اور اس کا بھائی یہ بات نہیں جانتے کہ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر شہزادی وک تلاش نہیں کر سکتے وہ شہزادی وک صرف اسی صورت میں تلاش کر پائیں گے جب اپنے گھوڑوں کی بجائے ہمارے گھوڑوں پر سفر کریں گے''

اس وقت باورچی کا بیٹا خاموشی سے لیٹا ہوا بوڑھے کی تمام باتیں بڑے غور سے

سن رہا تھا اب تو واقعی اس کی نیند اڑ گئی تھی ادھر بوڑھا کہہ رہا تھا۔۔۔۔

''ایک بات اور ہے۔۔۔!''

''وہ کیا ہے۔۔۔۔؟''

لڑکیوں نے پھر سوال کیا اور جواب میں بوڑھے نے کہا

''وہاں دیوار کے ساتھ لوہے کی ایک چھڑی رکھی ہوئی ہے یہ چھڑی بھی انہیں اپنے ساتھ لے جانی چاہیے کیونکہ آگے چل کر ایک دریا آئے گا اگر یہ اس چھڑی کو پانی پر ماریں گے تو پانی پھٹ جائے گا اور انہیں راہ دے دے گا۔ اس طرح یہ دریا پار کر سکیں گے اس کے بغیر دریا پار کرنا ان کے لیے ناممکن ہوگا۔''

پھر جیسے ہی ٹھیک بارہ بجنے کا وقت ہوا بوڑھا اور لڑکیاں وہاں سے چلی گئیں لیکن باورچی کے بیٹے نے ان کی تمام باتیں ذہن نشین کر لی تھیں چنانچہ جونہی صبح ہوئی، وہ اٹھا اور گھوڑوں کو چارا ڈالا اس کا بھائی بھی بیدار ہو چکا تھا۔ دونوں نے ناشتا کیا اور چلنے کی تیاری کرنے لگے باورچی کا بیٹا بولا۔

''تم ذرا ٹھہرو۔۔۔۔!''

وہ محل میں ایک جگہ گیا اور اس نے وہاں سے لوہے کی چھڑی لے لی اس کے بعد اس نے بوڑھے کے دونوں گھوڑے کھولے اور انہیں لے آیا۔

''یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔؟''

''تمہیں نہیں معلوم۔۔۔!''

اس نے جواب دیا اور اپنے گھوڑوں کی زینیں اتار کر ان گھوڑوں پر ڈالیں پھر

بھائی سے کہنے لگا۔

''آؤ۔۔۔۔۔۔اب چلیں!''

اس طرح انہوں نے اپنے گھوڑے وہیں چھوڑے، لوہے کی چھڑی ساتھ لی اور بوڑھے کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے اگلے سفر پر چل دیئے۔

چلتے چلاتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں دریا تھا اور جسے پار کرنا ناممکن تھا لیکن باورچی کا بیٹا بوڑھے کی بتائی ہوئی لوہے کی چھڑی اپنے ساتھ لے آیا تھا لہذا اس نے آگے بڑھ کر پانی پر چھڑی ماری اور اس کے ساتھ ہی دریا کا پانی پھٹ گیا دریا کے پاٹ میں ایک راستہ بن گیا تھا جس سے گزر کر وہ دریا کے پار چلے گئے۔ جب وہ دریا کے پار نکل گئے تو پانی کا پاٹ پھر سے مل گیا اور وہ دونوں پھر سے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اسی طرح چلتے چلتے سفر کرتے ہوئے وہ دونوں اسی شہزادی کے شہر میں پہنچ گئے جس کا مجسمہ انہوں نے اپنے باغ میں دیکھا تھا وہ وہاں پہنچ تو گئے تھے مگر اب مسئلہ یہ درپیش تھا کہ شہزادی تک کیسے پہنچیں؟ یہی کچھ سوچتے ہوئے بادشاہ کا بیٹا کہنے لگا۔

''شہزادی کو حاصل کرنا تو بعد کی بات ہے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ ہم اس تک پہنچے کیسے۔۔۔۔؟''

''گھبراؤ نہیں۔۔۔۔کوئی نہ کوئی سبیل نکل آئے گی''

باورچی کے بیٹے نے اسے تسلی دی اس کے بعد وہ کہنے لگا

''میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے!''

''وہ کیا۔۔۔؟''

''تمہیں بتاتا ہوں۔۔۔۔پہلے تم میرے ساتھ آؤ۔''

وہ دونوں ایک سنار کے پاس گئے اور باورچی کا بیٹا سنار سے کہنے لگا

''ہمیں سونے کا ایک بارہ سنگا بنادو۔۔۔۔!''

اس کے ساتھ ہی اس نے کہا۔۔۔۔

''یہ بارہ سنگا اتنا بڑا ہو کہ اس کے پیٹ میں ایک آدمی بیٹھ سکے اور اس کو پہیے بھی لگے ہونے چاہئیں۔۔۔۔؟''

سنار نے جواب میں بتایا کہ۔۔۔۔۔۔

''اس کی تیاری میں چند روز لگیں گے اور اس پر بہت قیمت آئے گی؟''

''قیمت کی پروانہ کرو۔۔۔۔تم جو کہو گے تمہیں ملے گا۔''

انہوں نے سنار کو یقین دلایا اور سنار نے بارہ سنگا تیار کرنا شروع کر دیا جو چند ہی روز میں مکمل ہو گیا یہ بارہ سنگا خاصا بڑا تھا اس کے چھوٹے چھوٹے پہیے تھے اور اسے تہہ بھی کیا جا سکتا تھا اس کے نیچے پیٹ میں ایک دروازہ تھا جس میں سے ایک آدمی اندر داخل ہو کر پیٹ میں بیٹھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے اندر ایک کلاک تھا جس کی آواز بڑی سریلی تھی جب بارہ سنگے کو کھینچا جاتا تو اس کے اندر سے بہت ہی سریلی آواز سنائی دیتی یہ بارہ سنگا اپنی جگہ ایک عجوبہ دکھائی دیتا تھا۔

جب بارہ سنگا تیار ہو گیا تو باورچی کے بیٹے نے بادشاہ کے بیٹے کو اس کے اندر داخل کر دیا اور خود اسے کھینچتا ہوا اس بازار میں لے آیا جو شاہی محل کے قریب تھا بارہ

سنگا ایک تو سونے کا تھا، دوسرا اسے کھینچے وقت بڑی سریلی آواز نکلتی تھی اور تیسرا یہ کہ اس قدر خوبصورت تھا کہ جو بھی اسے دیکھتا، دیکھتا ہی رہ جاتا۔۔۔۔جب باورچی کا بیٹا اسے کھینچتا ہوا بازار میں لایا، عین اس وقت شہزادی اپنی چھ کنیزوں کے ساتھ پالکی میں بیٹھ کر عبادت کے لیے جا رہی تھی جونہی اس کی نظر ہ بارہ سنگے پر پڑی وہ رک گئی۔ اسے یہ بہت ہی دلچسپ دکھائی دیا کیونکہ اس نے آج تک اس قسم کا کوئی جانور نہ دیکھا تھا وہ اس وقت تو چند لمحے وہاں ٹھہر کر چلی گئی لیکن عبادت سے واپسی پر اس نے وہاں اپنی پالکی رکوا لی۔باورچی کے بیٹے نے جب شہزادی کو دیکھا تو وہ اسے ادھر ادھر کھینچنے لگا جس سے اس کے اندر لگا ہوا کلاک چلنے لگتا اور سریلی آوازیں نکلتیں شہزادی کو یہ منظر اتنا پسند آیا کہ وہ وہاں رک کر اس سے لطف اندوز ہونے لگی اسے وقت کا بھی احساس نہ رہا یہاں تک کہ شام ہو گئی یہ دیکھ کر باورچی کا بیٹا کہنے لگا۔

''مین اس بارہ سنگے کو کھینچ کر گھر نہیں لے جا سکتا اس لیے رات بھر کے لیے اسے یہیں چھوڑ جاتا ہوں۔''

اس پر شہزادی نے اسے کہا

''اس قدر قیمتی اور دلچسپ چیز کو یہاں چھوڑنا مناسب نہیں ہے تم اسے شاہی محل میں میرے کمرے میں پہنچا دو۔''

باورچی کا بیٹا تو خود یہی چاہتا تھا وہ فوراً راضی ہو گیا اور شہزادی سے کہا

''آپ ٹھیک کہتی ہیں۔۔۔میں ایسے ہی کرتا ہوں''

اس نے تو یہ بارہ سنگا بنوایا ہی اسی لیے تھا کہ کسی نہ کسی طرح اپنے بھائی کو شہزادی

کے پاس پہنچادے اور اب یہ موقع خود بخود ہاتھ آ گیا تھا وہ چپکے سے بادشاہ کے بیٹے کو کہنے لگا۔

''میں تمہیں شہزادی کے پاس چھوڑ کر چلا آؤں گا اور رات کو خود بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا اور پھر ہم شہزادی کو ساتھ لے کر اپنے گھوڑوں پر نکل جائیں گے۔''

اس طرح باورچی کا بیٹا سونے کا بارہ سنگا شہزادی کے پاس چھوڑ کر چلا آیا اور پیچھے شہزادی اس سے لطف اندوز ہوتی رہی وہ اس کی موسیقی سنتی اور خوش ہوتی۔ اسے دل بہلانے کی یہ اچھی چیز مل گئی تھی رات تک اس کے ساتھ کھیلتی رہی یہاں تک کہ خوابگاہ میں جانے کا وقت ہو گیا۔ جیسے ہی وہ خوابگاہ میں جانے لگی، اس کے ساتھ ہی بادشاہ کا بارہ سنگے کے پیٹ میں سے باہر نکل آیا شہزادی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بارہ سنگے کے اندر ایک نوجوان چھپا ہوا ہے اس نے جب اپنے سامنے ایک حسین نوجوان کو کھڑے دیکھا تو حیران و پریشان ہو گئی۔ بادشاہ کے بیٹے نے اسے اس طرح ہکا بکا دیکھا تو نرم لہجے میں بولا

''شہزادی! مجھ سے ڈرو نہیں۔۔۔!''

پھر اس نے اپنے بارے میں بتاتے ہوئے کہا

''حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔ میں فلاں بادشاہ کا بیٹا ہوں اور تمہیں لینے کے لیے آیا ہوں۔۔۔۔۔''

یوں تو شہزادی پہلی نظر ہی میں اسے دل دے بیٹھی تھی تاہم وہ ابھی تک کچھ سمجھ نہ پائی تھی یہی وجہ تھی کہ وہ ابھی تک حیران کھڑی تھی بادشاہ کے بیٹے نے اسے بتایا کہ۔

''یہ سارا ڈھونگ محض تم تک پہنچنے کے لیے رچایا گیا تھا اور جو نوجوان یہاں بارہ سنگا چھوڑ کر گیا ہے، وہ میرا بھائی ہے۔''

شہزادی نے جب اس کی پوری بات سنی تو اسے اطمینان ہوا ویسے بھی وہ نوجوان پر فریفتہ ہو چکی تھی اس نے کچھ دیر تک سوچا اور پوچھنے لگی

''مگر ہم یہاں سے جا کیسے سکتے ہیں؟''

''یہ بات تم مجھ پر چھوڑ دو۔۔۔۔''

بادشاہ کے بیٹے نے جواب دیا اور پھر بتایا

''میرا بھائی رات کو ہمارے پاس آئے گا اس کے ساتھ دو تیز رفتار گھوڑے بھی ہوں گے جن پر سوار ہو کر ہم آسانی سے چلے جائیں گے۔''

پہلے تو شہزادی کچھ ہچکچائی مگر پھر وہ اس کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئی اور اب وہ دونوں باورچی کے بیٹے کا انتظار کر رہے تھے پھر جیسے ہی اس کا بھائی رات کو آیا تو وہ دونوں پہلے ہی سے تیار بیٹھے تھے چنانچہ تینوں دبے دبے پاؤں نکلے، بادشاہ کا بیٹا اور شہزادی ایک گھوڑے پر، باورچی کا بیٹا دوسرے گھوڑے پر بیٹھا اور وہاں سے اس طرح ہوا ہو گئے کہ محل میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔

دوسری صبح شہزادی کو نیند سے بیدار کرنے والے موسیقار آئے اور حسب معمول اس کی خوابگاہ کے باہر موسیقی کی دھنیں بجانے لگے لیکن کافی دیر ہو جانے کے باوجود شہزادی کے بیدار ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہ دیئے حالانکہ پہلے تو وہ فوراً بیدار ہو جاتی تھی انہوں نے کھڑکی کے پاس جا کر آواز دی لیکن اس کا بھی انہیں جواب نہیں

ملا۔۔۔۔ یہ دیکھ کر موسیقار گھبرا گئے اور بھاگے بھاگے بادشاہ کے پاس گئے اور عرض کیا۔

''حضور! آج شہزادی بیدار نہیں ہو رہی۔۔۔؟''

یہ سن کر بادشاہ نے کہا

''کوئی بات نہیں۔۔۔ اسے ابھی گھنٹہ بھر کے لیے مزید سونے دو رات وہ سونے کے بارہ سنگے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دیر تک جاگتی رہی ہو گی۔''

موسیقار چلے گئے۔۔۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ بعد پھر جا کر شہزادی کی خوابگارہ کے باہر موسیقی کی دھنیں بجانے لگے مگر اب بھی انہیں شہزادی کے بیدار ہونے کے آثار دکھائی نہ دیئے انہوں نے کھڑکی کے پاس جا کر پکارا بھی اور وہاں سے کوئی جواب نہ پا کر وہ پھر بھاگے بھاگے بادشاہ کے پاس گئے اور عرض کرنے لگے۔

''حضور! شہزادی اب بھی بیدار نہیں ہو رہی۔۔۔ اب تو بہت دیر ہو چکی ہے۔ اسے اب تک بیدار ہو جانا چاہیے تھا۔۔۔؟!''

بادشاہ نے یہ سنا تو اسے بھی فکر ہوئی۔۔۔۔ وہ جلدی سے شہزادی کی خوابگاہ کی طرف گیا اور اس کا دروازہ کھلوایا۔۔۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں شہزادی کا نام و نشان نہ تھا صرف سونے کا بارہ سنگا پڑا ہوا تھا جس کے پیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے اسی وقت سپاہیوں کو پکارا اور حکم دیا۔

''شہزادی کا پیچھا کیا جائے۔۔۔۔۔ اور ہر صورت میں اسے تلاش کر کے واپس لایا جائے۔۔۔!''

بادشاہ کا حکم ملتے ہی شاہی سپاہی شہزادی کے پیچھے دوڑے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔۔۔اس دوران میں بادشاہ اور باورچی کا بیٹا شہزادی کو لے کر اسی دریا کے پاس پہنچ چکے تھے جسے وہ پار کر کے آئے تھے وہاں پہنچ کر باورچی کے بیٹے نے پھر لوہے کی چھڑی دریا کے پانی پر ماری اور پانی کا پاٹ پھٹ گیا۔دریا نے انہیں راستہ دے دیا اور وہ پار نکل گئے۔۔۔جب ان کا پیچھا کرنے والے شاہی سپاہی وہاں تک پہنچے تو اس وقت وہ تینوں دریا پار کر کے دور جا چکے تھے اور بادشاہ کے بھیجے ہوئے سپاہی مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

وہ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑتے چلے جارہے تھے یہاں تک کہ پھر اسی سیاہ رنگ کے محل کے پاس پہنچ گئے جہاں آتے وقت انہوں نے رات بسر کی تھی اور اس وقت بھی شام ہو رہی تھی جب وہ وہاں پہنچے تو اس وقت تینوں تھکے ہوئے تھے انہوں نے محل میں جا کر دونوں گھوڑے وہیں باندھ دیئے جہاں سے کھولے تھے، لوہے کی چھڑی بھی اسی جگہ رکھ دی جہاں سے لی تھی اور خود سونے کے لیے لیٹ گئے بادشاہ کا بیٹا اور شہزادی تو فوراً ہی سو گئے مگر باورچی کا بیٹا تھکا ہوا ہونے کے باوجود نہ سویا۔۔۔۔۔وہ اپنے دل میں سوچنے لگا۔

''مجھے سونا نہیں چاہیے۔۔۔۔۔یقیناً آج کی رات بھی کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو گی۔۔۔!''

یہی کچھ سوچ کر وہ سویا نہیں اور چوکنا ہو کر لیٹا رہا۔۔۔۔پھر جیسے ہی رات کے گیارہ بجے اس نے دیکھا وہی تینوں لڑکیاں آئیں اور ان کے قریب بیٹھ کر تاش

کھیلنے لگیں۔ پھر جب بارہ بجنے میں کچھ وقت رہ گیا تو وہی سفید بالوں والا ان کا بوڑھا باپ بھی آ گیا اس نے آتے ہی کہا۔

''سلام بیٹیو۔۔۔۔۔۔!''

''سلام ابا جان''

تینوں لڑکیوں نے ایک ساتھ جواب دیا اس کے بعد وہ اپنے آپ سے پوچھنے لگیں

''ابا جان۔۔۔۔کوئی اچھی خبر۔۔۔۔؟''

اس پر ان کا باپ کہنے لگا

''بادشاہ کا بیٹا شہزادی کو تو لے آیا ہے مگر یہ اس کی نہ ہو سکے گی''

''وہ کیوں ابا۔۔۔۔۔؟''

لڑکیوں نے قدرے حیران ہو کر باپ سے سوال کیا اور پھر اس کا جواب سنے بغیر پوچھنے لگیں۔

''شہزادی اس کی کیسے ہو گی۔۔۔۔؟''

جواب میں بوڑھا کہنے لگا

''جب بادشاہ کا بیٹا واپس پہنچے گا تو اس کی سوتیلی ماں تازہ پانی سے بھرا ہوا ایک گلاس لائے گی جس میں زہر ملا ہوا ہو گا۔ اگر اس نے وہ پانی پی لیا تو فوراً مر جائے گا اور اگر اس نے وہ پانی نہ پیا تو اس کی ماں ایک گھوڑا لائے گی۔ اس گھوڑے پر بارود ہو گا۔ اگر وہ اس پر سوار ہوا تو اس کی ماں اسے آگ دکھا دے گی اور وہ گھوڑے

سمیت اڑ جائے گا۔۔۔۔۔اور اگر وہ گھوڑے کو آگ نہ لگا سکی تو پھر وہ رات کو ان کی خواب گاہ میں آئے گی اور آگ لگا کر دونوں کو جلا دے گی۔''

''مگر ابا جان۔۔۔اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔۔۔۔؟''

لڑکیوں نے باپ کی بات کاٹتے ہوئے دریافت کیا جواب میں بوڑھے نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اگر اس وقت ان کی کمرے میں کوئی ہو اور دونوں کے جسموں کو اپنی زبان سے چاٹ لے تو پھر آگ انہیں نہیں جلا سکے گی آگ کا ان پر اثر نہ ہو گا۔۔۔۔لیکن۔۔۔!''

''لیکن کیا۔۔؟''

لڑکیوں نے تعجب سے باپ کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔اس پر بوڑھے نے بتایا

''لیکن یہ کہ ان کا جسم چاٹنے والے نے اگر اپنی کہانی کسی کو سنا دی تو اس کی اپنی زندگی ختم ہو جائے گی۔۔۔۔جب وہ اپنی کہانی سناتے سناتے آخری الفاظ تک پہنچے گا تو فوراً پتھر کا ہو جائے گا۔''

جب بوڑھے نے اپنی بات مکمل کی، اس وقت رات کے ٹھیک بارہ بجے تھے اور یہ ان کے جانے کا وقت تھا لہٰذا جیسے ہی بوڑھے نے اپنی بات ختم کی اس کے ساتھ ہی بوڑھا اور تینوں لڑکیاں غائب ہو گئیں۔

ادھر باورچی کا بیٹا لیٹا ہوا جاگ رہا تھا اور اس نے لڑکیوں اور بوڑھے کی ساری گفتگو سن لی تھی جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے گھوڑوں کو تیار کیا۔شہزادہ اور شہزادی

بھی بیدار ہو چکے تھے انہوں نے ناشتا کیا اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر پھر سے سفر پر روانہ ہو گئے۔

جب وہ اپنے شہر پہنچے تو انہیں پہلے بادشاہ کے بیٹے کی سوتیلی ماں ملی۔اس کے ہاتھ میں تازہ پانی سے بھرا ہوا گلاس تھا جو اس نے بادشاہ کے بیٹے کو دیتے ہوئے کہا۔

''پیارے بیٹے! یہ تازہ پانی کا گلاس پی لو تا کہ جب تم اپنے باپ کے پاس جاؤ تو تھکے ہوئے دکھائی نہ دو۔۔۔!''

اس نے گلاس آگے بڑھایا ہی تھا کہ باورچی کا بیٹا جلدی سے بولا

''یہ پانی مت پینا۔۔۔۔ہم نے اب تک تھکاوٹ میں اس قدر طویل سفر طے کیا ہے،اب تھوڑا سا رہ گیا ہے،وہ بھی طے کرلیں گے''

اس طرح وہ آگے بڑھ گئے مگر ابھی تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ بادشاہ کے بیٹے کی سوتیلی ماں پھر سامنے آ گئی اب اس کے ساتھ ایک گھوڑا تھا وہ کہنے لگی

''پیارے بیٹے! اس تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ تا کہ تم تھکے ماندے گھوڑے پر اپنے باپ کے پاس نہ جاؤ۔۔۔۔!''

باورچی کا بیٹا پھر آگے بڑھا اور اسے منع کرتے ہوئے بولا

''اس گھوڑے پر سوار مت ہونا۔تم نے تھکے ہوئے گھوڑے پر طویل سفر طے کیا ہے،چند لمحے اور اسی پر گزار سکتے ہو۔۔۔۔!''

اس طرح اس نے بادشاہ کے بیٹے کو نہ زہریلا پانی پینے دیا اور نہ بارود والے

گھوڑے پر سوار ہونے دیا اور وہ صحیح سلامت اپنے گھر تک پہنچ گئے مگر باورچی کا بیٹا ابھی تک فکرمند تھا وہ اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ

''ابھی ایک خطرہ اور باقی ہے۔۔۔۔۔رات کو جب بادشاہ کا بیٹا اور شہزادی اپنے کمرے میں سوئے ہوں گے تو اس کی سوتیلی ماں آگ لگا دے گی''

وہ ان دونوں کو بچانے کے لیے تجویزیں سوچنے لگا اور جونہی رات ہوئی وہ ان کے کمرے میں جا کر چھپ گیا پھر جب بادشاہ کا بیٹا اور شہزادی دونوں سو گئے تو وہ تلوار سونت کر ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ سوتیلی ماں دبے پاؤں کمرے میں آئی اور کمرے میں آگ لگا کر وہاں سے بھاگ گئی جیسے ہی وہ گئی اس نے لپک کر بادشاہ کے بیٹے اور شہزادی کے جسموں کو چاٹ لیا جس کی وجہ سے آگ انہیں جلا نہ سکی مگر اتفاق سے بادشاہ کا بیٹا جاگ پڑا اس نے دیکھا تو باورچی کا بیٹا ان کے کمرے میں تلوار سونتے کھڑا تھا وہ چونک پڑا اور اس کے دل میں شک پیدا ہو گیا اس نے خیال کیا کہ۔

''اس کا بھائی اسے قتل کرنے کے لیے آیا ہے''

یہ خیال کر کے اس نے شور کر دیا اور اسی وقت باورچی کے بیٹے کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور پھر صبح اسے پھانسی کی سزا سنا دی گئی وہ بیچارہ پریشان تھا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ۔

''اگر میں نے سب کچھ بتا دیا تو پتھر کا بن جاؤں گا اور اگر نہیں بتاتا تو پھانسی پر چڑھا دیا جاؤں گا''

وہ شش و پنج میں گرفتار تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔۔۔۔۔؟ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ سچ بتا دینا چاہیے خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ موت تو دونوں صورتوں میں ہے، پھر کیوں نہ سچ بتا کر مرا جائے۔۔۔۔؟ چنانچہ جیسے ہی اسے پھانسی کے تختے پر لے جایا گیا اس نے بادشاہ کے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے چند منٹ کی مہلت دی جائے تاکہ میں سچ سچ ساری بات بتا سکوں پھر چاہے مجھے پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔۔۔۔؟''

''تمہیں اجازت ہے۔۔۔۔۔!''

بادشاہ کے بیٹے نے اسے اجازت دے دی اور اس نے اپنی کہانی سنانا شروع کی۔

''میرے بھائی سنو۔۔۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اصل حقیقت حال کیا ہے۔''

تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور بڑے غور سے اس کی بات سن رہے تھے۔

''شہزادی کی تلاش میں جاتے ہوئے جب ہم سیاہ رنگ کے محل میں پہنچے تھے اور وہاں رات بسر کرنے کے لیے لیٹے تھے تو تم سو گئے تھے لیکن میں جاگتا رہا تھا جب رات کے گیارہ بجے تو وہاں تین لڑکیاں آئیں اور تاش کھیلنے لگیں تھوڑی دیر بعد ایک سفید بالوں والا بوڑھا آیا جو ان لڑکیوں کا باپ تھا۔۔۔۔!''

اس نے محل میں رات کو پیش آنے والا پورا واقعہ بیان کیا جب وہ شہزادی کو لے کر آئے تھے اور آتے میں پھر اسی محل میں رات گزاری تھی، باورچی کے بیٹے نے

اس رات میں پیش آنے والے حالات کا بھی ذکر کیا۔ اس کے ساتھ اس نے لڑکیوں اوران کے باپ کی ساری گفتگو میں بھی بیان کی اور بتایا کہ میں نے بوڑھے کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے تمہیں شہزادی تک پہنچایا اوراسی کی ہدایت کے مطابق تمہاری جان بچائی اس طرح اس نے شروع سے آخر تک پوری کہانی سنائی اور جب اپنی بات مکمل کرتے ہوئے ان الفاظ تک پہنچا۔

''میں تلوار لیے تمہاری اورشہزادی کی حفاظت کے لیے کھڑا تھا اگر میں تم دونوں کا جسم نہ چاٹتا تو تم دونوں آگ میں جل جاتے۔۔۔۔!''

جیسے ہی اس نے یہ کہا، اس کے ساتھ ہی وہ پتھر کا بن گیا۔ادھر بادشاہ کے بیٹے کو جب ساری حقیقت کا علم ہوا تو اسے بہت افسوس ہوا وہ اپنے دل میں سوچنے لگا۔

''میرے بھائی نے میرے ساتھ اتنی نیکی کی اور میں نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا۔۔۔؟ اس نے میری جان بچائی اور میں اس کی جان لے رہا ہوں؟''

اسے پتا چل گیا تھا کہ اس کا بھائی پتھر کا کیوں بنا ہے اوراس کا علاج بھی اسی بوڑھے کو معلوم تھا جو سیاہ رنگ کے محل میں رہتا تھا اس نے اسی وقت اپنے خادموں کو حکم دیا

''میرا گھوڑا فوراً تیار کیا جائے۔''

اور جب اس کا گھوڑا تیار ہو گیا تو وہ اس پر سوار ہو کر اسی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح اڑ کے وہاں پہنچ جائے۔ایک ایک لمحہ اس پر بھاری گزر رہا تھا لیکن سفر تو آخر سفر تھا۔اسے راستہ تو طے کرنا ہی تھا اور

راستہ بھی دن بھر کا تھا۔ اسی لیے وہ گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اس نے راستے میں نہ کہیں دم لیا اور نہ ستایا بلکہ گھوڑے کو تیز سے تیز تر دوڑاتا رہا۔ یہاں تک کے شام کے وقت وہ اسی سیاہ رنگ کے محل میں پہنچ گیا وہاں جا کر اس نے پہلے کی طرح گھوڑے کو ایک طرف باندھ دیا اور خود اسی جگہ لیٹ گیا جہاں باورچی کا بیٹا لیٹا تھا۔

آہستہ آہستہ شام گہری ہوتی گئی اور پھر رات کے اندھیرے پھیلنے لگے۔ بادشاہ کا بیٹا خاموشی سے لیٹا ہوا تھا اس وقت وہ بالکل ہوشیار تھا اور اس کے کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے اسی طرح رات گزرتی گئی اور پھر جب گیارہ بجنے کا وقت ہوا تو اس نے دیکھا کہ محل کی ایک جانب سے تین حسین و جوان لڑکیاں آئیں اور اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر تاش کھیلنے لگیں۔ وہ اس طرح بے حس و حرکت لیٹا ہوا تھا جیسے سو رہا ہو مگر وہ سویا نہیں تھا بلکہ پوری طرح چوکنا ہو کر جاگ رہا تھا بڑے غور سے لڑکیوں کی باتیں بھی سن رہا تھا اور ان کی ہر حرکت پر اس کی نظریں تھیں۔۔۔۔۔ لڑکیا تاش کھیل رہی تھیں اور وہ ان پر نظریں جمائے لیٹا ہوا تھا پھر جب بارہ بجنے میں کچھ وقت باقی تھا تو اس نے دیکھا، وہاں ایک سفید بالوں والا بوڑھا آیا اور اس نے آتے ہی کہا۔

''سلام میری بیٹیو!''

''سلام ابا جان''

تینوں لڑکیوں نے ایک ساتھ جواب دیا اور پھر اپنے باپ سے پوچھنے لگیں

''ابا جان! کوئی خبر۔۔۔۔؟''

اس پر بوڑھا بولا

''راز ظاہر ہو چکا ہے اور راز ظاہر کرنے والا پتھر کا بن چکا ہے۔''

''مگر ابا جان۔۔۔۔۔اب وہ دوبارہ زندہ کب اور کیسے ہوگا۔۔۔؟''

لڑکیوں نے اپنے باپ سے سوال کیا جیسے ہی انہوں نے یہ سوال کیا بادشاہ کا بیٹا اور بھی زیادہ ہوشیار ہو گیا اب وہ پہلے سے بھی زیادہ توجہ سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

''اس کے دوبارہ زندہ ہونے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔۔۔۔۔''

''وہ کیا ہے۔۔۔۔۔؟''

لڑکیوں نے جلدی سے پوچھا جس کے جواب میں بوڑھے نے بتایا

''ہمارے تہہ خانے میں ایک ڈبا ہے جس میں مرہم ہے اگر کوئی شخص یہ مرہم لے جائے اور تھوڑا سا مرہم پتھر بنے ہوئے اس نوجوان پر مل دے تو وہ پہلے کی طرح پھر سے زندہ ہو جائے گا۔''

اتنی بات کہہ کر بوڑھا خاموش ہو گیا اور پھر حسرت بھرے لہجے میں بولا

''ہمارے محل پر بھی جادو کا اثر ہے اگر کوئی شخص یہی مرہم یہاں کی ہر چیز پر تھوڑا مل دے تو ہم سب بھی جادو کے اثر سے نجات پا سکتے ہیں۔''

جونہی بوڑھے نے یہ الفاظ کہے، عین اس وقت رات کے ٹھیک بارہ بج گئے اور اس کے ساتھ ہی بوڑھا اور اس کی بیٹیاں غائب ہو گئیں اب وہاں صرف بادشاہ کا بیٹا رہ گیا تھا جو تنہا لیٹا ہوا صبح کا انتظار کر رہا تھا۔

جونہی صبح ہوئی بادشاہ کا بیٹا جلدی سے اٹھا اور ادھر ادھر گھوم کر تہہ خانہ تلاش کرنے لگا اسے زیادہ دیر نہ لگی اور تہہ خانہ مل گیا پھر اس نے وہاں مرہم کا وہ ڈبا بھی ڈھونڈ لیا جس کے بارے میں بوڑھے نے بتایا تھا اس وقت اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا اس نے آزمانے کی خاطر تھوڑا سا مرہم محل کے احاطے میں پتھر کے جانوروں پر ملا اور دیکھا کہ پتھر کے وہ جانور زندہ نظر آ رہے تھے، کتے، بلیاں اور دوسرے جانور ہر طرف گھوم رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے وہاں کی ہر چیز پر تھوڑا تھوڑا مرہم لگایا، یہاں تک کہ محل کی دیوار پر بھی ملا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف زندگی کی چہل پہل نظر آنے لگی وہ محل جو چند لمحے پیشتر ویران تھا، پلک جھپکتے میں رستا بستا دکھائی دے رہا تھا وہاں کی ہر چیز جادو کے اثر سے نجات پا چکی تھی۔

یہ سب کچھ کرنے کے بعد بادشاہ کا بیٹا جلدی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اسے ایڑ لگائی اور گولی کی سی تیزی سے اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت وہ گھنٹوں کا سفر لمحوں میں طے کرتا ہوا جا رہا تھا کیونکہ وہ جلد سے جلد اپنے شہر پہنچ جانا چاہتا تھا اور ہوا بھی یہی وہ بہت کم وقت میں اپنے شہر میں پہنچ چکا تھا وہاں جاتے ہی وہ سب سے پہلے سیدھا اپنے بھائی کے پاس گیا جو پتھر بنا ہوا تھا اس نے جلدی سے ڈبا نکالا اور اس میں سے تھوڑا سا مرہم نکال کر اس پر ملا۔ مرہم کا لگانا تھا کہ اس کے ساتھ ہی باورچی کا بیٹا زندہ ہو گیا اور انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔

''اوہ۔۔۔۔۔ میں کس مزے کی نیند سو رہا تھا!''

''بھائی! تم سوئے نہیں تھے بلکہ پتھر کے بن گئے تھے''

بادشاہ کے بیٹے نے اسے بتایا اور پھر اپنی پوری کہانی سنائی کہ کس طرح وہ اسی سیاہ رنگ کے محل میں گیا اور وہاں سے مرہم لایا ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتایا کہ اب وہ محل اور وہاں کی ہر چیز جادو کے اثر سے آزاد ہو چکی ہے کیونکہ اس نے ہر چیز پر مرہم لگا دیا تھا یہ سب کچھ بتانے کے بعد اس نے اپنے بھائی سے معافی مانگتے ہوئے کہا۔

''بھائی! مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔۔یہ میری غلطی تھی کہ میں نے تم پر شک کیا اور میری وجہ سے تمہیں تکلیف برداشت کرنا پڑی۔۔۔۔؟''

''تکلیف تو تمہیں ہوئی جو میری وجہ سے پھر سفر کرنا پڑا اور نہ جانے کتنی مشکلوں سے مرہم لائے!''

دونوں بھائی ایک دوسرے سے گلے ملے اور پھر سے پہلی سی محبت کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے بادشاہ کے بیٹے نے اپنے بھائی کے لیے ایک خوبصورت لڑکی تلاش کر کے اس کی شادی کر دی اور اسے اپنی سلطنت کے ایک علاقے کا حکمران بنا دیا جہاں اس کے لیے ایک عالیشان محل تعمیر کر دیا گیا اس طرح وہ سب ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆

تین بھائی

(The Three Brothers)

پرانے وقتوں کی بات ہے کسی جگہ تین نوجوان رہتے تھے جو ایک دوسرے کے سگے بھائی تھے۔ ان تینوں کی شکل وشبہات آپس میں اس قدر ملتی جلتی تھی کہ ایک دوسرے سے الگ نہ کیا جا سکتا تھا۔ گو ان کی عمروں میں فرق تھا لیکن خدو خال، قدو قامت، چال ڈھال اور نشست و برخاست کا انداز آپس میں اتنا ملتا جلتا تھا کہ پہچاننا مشکل تھا ایسے لگتا تھا جیسے ایک ہی آدمی کے تین روپ ہوں۔۔۔ان کے ماں باپ مر چکے تھے اور وہ تینوں بھائی ایک ساتھ رہ رہے تھے مگر اب وہاں رہنے سے ان کی جی اچاٹ ہو گیا تھا دل ہی دل میں تینوں اس جگہ کو چھوڑنا چاہتے تھے لیکن اب تک ان میں سے کوئی بھی دل کی بات اپنے منہ پر نہیں لایا تھا آخر ایک روز بڑا بھائی دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہنے لگا۔

''میرا خیال ہے ہمیں یہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور جا کر قسمت آزمائی کرنی چاہیے۔۔۔؟''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔میری بھی یہی رائے ہے۔۔۔ایک ہی جگہ پڑے رہنا کوئی زندگی نہیں ہے۔''

منجھلے نے جواب دیا اور اس پر سب سے چھوٹا بولا

''تم دونوں کی جو بھی رائے ہو مجھے اس سے اتفاق ہے۔۔۔واقعی ہمیں قسمت آزمائی کے لیے یہاں سے نکلنا چاہیے۔''

چنانچہ ہر ایک نے ایک ایک تھیلا لیا اور تینوں نے اپنے اپنے تھیلے میں کھانے پینے کی ضروری چیزیں بھر لیں تا کہ کچھ عرصہ تک سفر میں خورد و نوش کا بندوبست رہے۔جب تینوں تیار ہو گئے تو بڑا بھائی کہنے لگا۔

''ہمیں اپنی حفاظت کا انتظام بھی کرنا چاہیے،سفر ہے،نہ جانے کس کس مصیبت سے دو چار ہونا پڑے۔''

''ہاں۔۔۔ہمیں اپنی حفاظت کے لیے کچھ نہ کچھ ضرورسات لینا چاہے۔''

دونوں چھوٹے بھائی بیک زبان ہو کر بولے

اس کے بعد بڑے بھائی نے اپنے باپ کا تیر کمان لے لیا اور منجھلے نے باپ کی تلوار لے لی سب سے چھوٹے بھائی کا نام بینس تھا وہ یوں تو صحت منداور طاقتور جسم کا مالک تھا مگر اس کے بڑے بھائی اسے انتہائی بیوقوف سمجھتے تھے وہ اکثر اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اس وقت بھی ان دونوں کے ذہن میں یہی تھا کہ

'' بینس تو بیوقوف آدمی ہے۔۔۔۔ بھلا وہ مہم جوئی کیا کرے گا۔۔۔۔؟''

بینس اس قسم کی باتوں کا عادی تھا اس لیے اس نے ان کی باتوں کی کوئی پروانہ کی اور اپنی حفاظت کے لیے ایک پرانی لاٹھی کی طرح کی ایک چھڑی لے لی جس پر لوہے کی شامیں چڑھی ہوئی تھیں۔پھر تینوں نے اپنا اپنا خنجر کمر سے باندھا،اپنے

تھیلے اٹھائے، گھر پر ایک الوداعی نظر ڈالی۔

''خدا حافظ اے ہمارے پرانے مکان۔۔۔۔ہمارے پرانے ساتھی!''

اور اتنا کہہ کر وہ سفر پر چل دیئے۔

شہر سے نکل کر انہوں نے ایک سمت کا انتخاب کیا اور پھر اس جانب سفر شروع کر دیا تینوں آپس میں باتیں کرتے سفر کر رہے تھے تھک جاتے تو کہیں ستانے کے لیے بیٹھ جاتے۔ کچھ کھاتے پیتے اور پھر تازہ دم ہو کر آگے سفر جاری کر دیتے۔ اس طرح وہ کئی دن تک چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک بہت بڑا درخت تھا اور وہاں سے راستہ تین راستوں میں بٹ گیا تھا جو مختلف سمتوں کو جاتے تھے اس جگہ پہنچ کر وہ رک گئے بڑا چھوٹے بھائیوں سے کہنے لگا۔

''بھائیو! یہاں تک تو ہم تینوں اکٹھے سفر کرتے رہے ہیں مگر اب ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑے گا''

اتنا کہہ کر اس نے مختلف سمتوں کو جاتے ہوئے راستوں پر ایک نظر ڈالی اور بولا

''یہاں سے تین راستے ہوتے ہیں ار اب ہم میں سے ہر ایک کسی ایک راستے پر جانا ہوگا!''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔۔ہم میں سے ہر ایک کو اپنے لیے ایک راستے کا انتخاب کرنا ہوگا۔''

دوسرے دونوں بولے

''اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں''

اس وقت سب سے چھوٹے بھائی کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا۔ لہذا دوسرے دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے تھیلوں میں سے اسے تھوڑا بہت دیا تا کہ راستے میں اپنی بھوک پیاس مٹا سکے۔ اس کے بعد وہ تھوڑی دیر تک اس درخت کے نیچے بیٹھ کر ستائے، کچھ کھایا پیا، اور جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر دوبارہ سفر کے لیے تیار ہوئے تو بڑا بھائی کہنے لگا۔

''ہمیں جدا ہونے سے پہلے کوئی ایسی ترکیب سوچنی چاہیے جس سے ایک دوسرے کا حال معلوم کر سکیں کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہے یا کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔۔۔؟''

اس نے دونوں چھوٹے بھائیوں کی طرف دیکھا اور کہا

''اس درخت میں ہم تینوں اپنا اپنا خنجر گاڑ دیتے ہیں اس طرح ہم میں سے جو بھی پہلے یہاں آئے وہ ان خنجروں کو دیکھے اگر ان میں سے کوئی خنجر زنگ آلود ہو گیا ہو تو وہ سمجھ لے کہ اس کا وہ بھائی کسی مصیبت میں گرفتار ہے جس کا وہ خنجر ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی مدد کے لیے اسی راستے پر جائے جس پر اس کا بھائی گیا تھا۔ اس طرح اگر وہ زندہ ہوا تو اس کی مدد کی جا سکے گی اور جان بچائی جا سکے گی۔''

''یہ ترکیب بہت اچھی ہے۔۔۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کی مدد بھی کر سکیں گے اور حالات سے بھی باخبر رہیں گے۔''

دونوں چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے جواب دیا۔

''انجانا سفر ہے۔۔۔۔۔۔کوئی بھی مصیبت میں گرفتار ہوسکتا ہے''

تینوں نے اپنے اپنے خنجر نکالے اور درخت کے تنے میں گاڑ دیئے پھر ایک دوسرے سے گلے ملے، خدا حافظ کہا اور تینوں الگ الگ راستوں پر چل دیئے۔۔۔ بڑا بھائی دایں طرف کو جانے والے راستے پر چل پڑا، منجھلے نے درمیان کا راستہ اختیر کیا اور سب سے چھوٹے بھائی بینس نے بائیں جانب کو جانے والے راستے کو منتخب کیا اس طرح تینوں اپنے اپنے راستوں پر سفر پر چل دیئے۔

اب سب سے پہلے بڑے بھائی کی کہانی سنیئے کہ اس کے ساتھ کیا بیتی بڑا بھائی جو دائیں سمت کو جانے والے راستے پر گیا تھا وہ چلتا چلا تا ایک جنگل میں پہنچ گیا اس نے جنگل میں آگے کی طرف چلنا شروع کر دیا۔۔۔۔ چلتا گیا۔۔۔ چلتا گیا۔۔۔۔مگر جنگل تھا کہ کہیں ختم ہونے ہی میں نہیں آتا تھا۔۔۔۔اسے اس وقت کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں جا رہا ہے اور اسے کدھر جانا ہے۔۔۔۔؟ چاروں طرف جنگل ہی جنگل پھیلا ہوا تھا جس میں وہ تن تنہا سفر کر رہا تھا، دل میں سوچتا۔۔۔۔۔

''شاید ابھی جنگل ختم ہو جائے اور کوئی آبادی مل جائے!''

لیکن اس کی یہ امید پوری نہ ہوسکی۔ چلتے چلتے جب وہ تھک کر نڈھال ہو گیا اور جنگل ختم ہونے کے کوئی آثار نہ دکھائی دیئے تو وہ ایک جگہ بیٹھ گیا بھوک پیاس بھی لگ رہی تھی اس نے اپنا تھیلا کھولا اور اس میں سے کچھ نکال کر کھانے لگا وہ اپنے دھیان میں بیٹھا کھا رہا تھا کہ اچانک اس نے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹے قد کا بوڑھا

آدمی دیکھا۔ اس نے سر پر ہیٹ اور سبز رنگ کا پرانا کوٹ پہن رکھا تھا اور اسی کی جانب چلا آرہا تھا۔ جب وہ نوجوان کے قریب پہنچا تو اسے کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر ترسی ہوئی نگاہوں سے تکنے لگا۔ اس کے چہرے سے یوں ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ بھوکا ہے اور کھانے کے لیے کچھ طلب کر رہا ہے۔ نوجوان نے روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر اس کی طرف پھینک دیا جسے بوڑھے نے لپک کر اٹھا لیا پھر وہ اس کے بالکل قریب آ کر بولا۔

''جس طرح تم نے مجھے تھوڑا سا کھانے کو دیا ہے اسی طرح میں تمہیں اس کا تھوڑا سا صلہ دوں گا''

اتنا کہنے کے ساتھ ہی اس نے نوجوان کے تیر کمان کو ہاتھ سے چھوا اور کہنے لگا۔

''جس کو بھی تم شکار کرنا چاہو، اپنا تیر چلانا۔۔۔۔۔ تمہارا تیر ہمیشہ نشانے پر لگے گا اور کبھی خطا نہیں ہوگا''

بوڑھے نے یہ کہا اور ایک درخت کی اوٹ میں غائب ہو گیا نوجوان کا خیال تھا کہ وہ درخت کی اوٹ میں ہو گیا ہے، ابھی سامنے آ جائے گا مگر انتظار کے باوجود وہ پھر ظاہر نہ ہوا۔ تھوڑی دیر تک نوجوان حیران سا ہو کر بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر درخت کی اوٹ میں جا کر دیکھا لیکن وہاں بوڑھے کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ تعجب میں سوچنے لگا۔

''اس گھنے جنگل میں اس بوڑھے کا کیا کام۔۔۔۔۔؟ یہ کون تھا۔۔۔۔؟''

وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا اس نے چند قدم ادھر ادھر جا کر اور گھوم پھر کر دیکھا مگر وہاں بھی اسے بوڑھا کہیں نظر نہ آیا۔ حیرانی اور پریشانی میں کھویا ہوا واپس آ کر اپنی جگہ پر

بیٹھ گیا۔ وہ جوں جوں بوڑھے کے بارے میں غور کرتا اور الجھ جاتا۔ آخر اس نے اپنا تھیلا کندھے پر ڈالا، تیر کمان سنبھالا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

وہ چلتا رہا۔۔۔۔ چلتا رہا۔۔۔۔ یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں دور ایک محل نظر آ رہا تھا۔ یہ محل دیکھنے میں بہت پرانا لگ رہا تھا اور ایک اونچی چٹان کے اوپر بنا ہوا تھا محل دیکھ کر نوجوان بڑا خوش ہوا۔۔۔ دل میں سوچنے لگا۔

''چلو'' اس ویرانے میں آبادی کے آثار تو نظر آئے!

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ دل ہی دل میں کچھ خوفزدہ بھی تھا اور اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ۔

''اس جنگل میں یہ محل کس کا ہو سکتا ہے۔۔۔۔؟ ایسا نہ ہو کسی آفت میں گرفتار ہو جاؤں!''

وہ اسی طرح کے خیالات میں کھویا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس محل کی طرف چلنے لگا ابھی وہ محل سے تھوڑی دور ہی تھا کہ اس نے دیکھا محل کے باہر نیچے دو بہت بڑے دیو آگ کا بہت بڑا الاؤ جلائے کھڑے تھے انہوں نے ایک بڑی لوہے کی سلاخ پکڑ رکھی تھی جس میں ایک سالم بیل کو پرو کر آگ پر بھون رہے تھے ایک اور تیسرا دیوان کے قریب ہی کھڑا تھا جو آگ پر بھونے جانے والے بیل کے گوشت میں سے اپنی تلوار سے بوٹی کاٹ رہا تھا تا کہ دیکھے بیل بھن گیا ہے یا نہیں۔۔۔۔؟ دیوؤں کو دیکھ کر نوجوان کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے وہ خوفزدہ ہو کر دور کھڑا انہیں دیکھنے لگا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا لیکن جب اسے

اس بوڑھے آدمی کی بات یاد آئی تو اسے قدرے حوصلہ ہوا۔ بوڑھے نے کہا تھا۔

''جس کو بھی تم شکار کرنا چاہو، اپنا تیر چلاؤ تمہارا تیر ہمیشہ نشانے پر لگے گا اور کبھی خطا نہیں ہوگا۔''

یہ بات یاد آتے ہی اس کا خوف دور ہو گیا اور اس میں جرات پیدا ہو گئی اس نے اپنے آپ سے کہا۔

''اس طرح بوڑھے کی بات اک اندازہ بھی ہو جائے گا اس نے سچ کہا تھا یا جھوٹ!''

چنانچہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے کندھے سے کمان اتاری، چلے پر تیر چڑھایا اور نشانہ باندھ کر تیر چلا دیا۔ ادھر تیسرا دیو اپنی تلوار سے بھنے ہوئے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر بوٹی ہاتھ میں لیے کھڑا تھا اور کھانے ہی لگا تھا کہ زن سے ایک تیر آیا اور بوٹی کو اڑس کر لے گیا دیو بڑا حیران ہوا دوسرے دو دیووں نے بھی سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔۔۔

''تیر کہاں سے آیا۔۔۔؟''

''اس جنگل میں کون ہو سکتا ہے۔۔۔؟''

تینوں کے تینوں دیو تعجب سے چاروں طرف دیکھنے لگے لیکن انہیں وہاں کوئی نظر نہ آیا وہ تھوڑی دیر ادھر ادھر نظریں دوڑاتے رہے اور پھر دوبارہ بیل بھوننے میں لگ گئے دوسری طرف نوجوان چھپا ہوا ان کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا جب بیل اچھی طرح بن گیا تو تینوں دیووں نے اسے کاٹ کر اپنا اپنا حصہ بخرا کیا اور بیٹھ کر

کھانے لگے۔ جونہی نوجوان نے یہ دیکھا کہ دیو بھنے ہوئے گوشت کا نوالہ لے رہے ہیں تو اس نے نشانہ تاک کر تیر چلایا مگر اس بار اس نے جس دیو کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوٹی کا نشانہ لیا وہ دیو کے منہ میں جا چکی تھی دیو جلدی سے بوٹی منہ میں ڈال کر نگل گیا تھا اور تیر ایک درخت میں جا اٹکا تھا اس بار ایک بات یہ ہوئی کہ دیوؤں نے نوجوان کی کمان دیکھ لی تھی انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ پہلا اور اس بار والا تیر کہاں سے آیا تھا۔ یہ دیکھ کر ایک دیو لپک کر گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے بڑی حقارت سے کہا۔

''اے حقیر زمینی کیڑے۔۔۔اب موت سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا!''

نوجوان تو دیو کا پہاڑ سا قد دیکھ کر ہی دہل گیا تھا اور اب جبکہ اس نے یہ الفاظ سنے تو اور بھی زیادہ سہم گیا۔۔۔دل میں سوچنے لگا، اب میری موت یقینی ہے اسی شش و پنج میں تھا کہ دیو اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''چونکہ تم بہت اچھے تیر انداز ہو اس لیے ہم تمہیں مارنے کی بجائے زندہ رکھیں گے مگر اس کے بدلے میں تمہیں ہماری خدمت کرنا ہوگی۔۔۔۔۔۔؟''

اتنا کہہ کر دیو نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اس کا قد اتنا بڑا تھا کہ اس نے نوجوان کو اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا اور اس کی جیب اتنی بڑی تھی کہ وہ سارا اس میں چھپ گیا صرف سر اٹھا کر مشکل سے باہر دیکھ سکتا تھا دیو نے اسے جیب میں رکھا اور واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔۔۔اس کے ساتھیوں نے جب یہ دیکھا کہ ایک آدم زاد ان کے ہاتھ لگ گیا تو وہ خوشی میں اچھل پڑے۔

''بہت دنوں کے بعد انسانی شکار ہاتھ لگا ہے۔''

ایک بولا

''اس نے ہم پر تیر بھی چلائے ہیں''

دوسرے نے کہا

''اس کی سزا موت ہے۔۔۔۔اسے ابھی ختم کر دینا چاہیے!''

وہ دونوں یہ کہتے ہوئے نوجوان کی طرف بڑھے مگر جو دیو اسے پکڑ کر لایا تھا اس نے انہیں روک دیا اور کہا

''نہیں اسے ہم جان سے نہیں ماریں گے''

''کیوں۔۔۔۔؟ کیوں نہیں ماریں گے۔۔۔۔؟''

''اس نے ہم پر تیر چلائے ہیں۔۔۔؟''

دونوں نے حیرانی سے تیسرے دیو کی طرف دیکھا اس پر نوجوان کو پکڑ کے لانے والا دیو اپنے ساتھیوں کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ نوجوان بہت اچھا تیر انداز ہے یہ ہماری خدمت کرے گا اور ہم اس سے کوئی کام لیں گے اسے مار دینے سے کوئی فائدہ نہیں''

اپنے ساتھی کی یہ بات سن کر دوسرے دونوں دیو بھی راضی ہو گئے کہ نوجوان کو مارنے کی بجائے اس سے کوئی کام لیں گے اس طرح وہ موت کے منہ میں جاتے جاتے بچ گیا۔ جب شام ہونے کو آئی تو تینوں دیو نوجوان کو اپنے ساتھ قلعہ نما محل کے پاس لے گئے اور اس سے کہا۔

''دیکھو۔۔۔۔۔۔اب تمہیں ایک کام کرنا ہے اور بڑی ہوشیاری سے کرنا ہے۔''

پھر انہوں نے اسے سمجھاتے ہوئے بتایا

''جونہی سورج غروب ہوگا، اس کے ساتھ ہی محل میں سے ایک چھوٹا سا کتا باہر آئے گا تمہارا کام یہ ہے کہ پیشتر اس کے کتا بھونکے تم اسے تیر کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دو۔''

اتنا بتانے کے ساتھ ہی انہوں نے تاکید کی۔

''یہ بھی یاد رکھو۔۔۔۔اگر تم نے بھونکنے سے پہلے کتے کو ہلاک نہ کر سکے تو تمہیں جان سے مار دیا جائے گا۔''

یہ بات سن کر نوجوان بڑا پریشان ہوا کیونکہ اسکے پاس صرف ایک ہی تیر بچا تھا اس نے اپنے دل میں سوچا۔

''اگر میرا پہلا نشانہ خالی گیا تو پھر کیا ہوگا۔۔۔۔؟ دوسرا تیر بھی نہیں ہے جو دوبارہ چلا سکوں!''

لیکن مصیبت یہ تھی کہ وہ دیووں سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اگر وہ کوئی بہانہ کرتا تو اسی وقت مارا جانا یقینی تھا بہر صورت اس نے اللہ پر بھروسا کیا اور جواب میں کہا

''بے فکر رہیں میں ایسا ہی کروں گا''

اور پھر۔۔۔جونہی سورج غروب ہونے لگا نوجوان نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کتا محل سے باہر آیا اسے دیکھتے ہی اس نے جلدی سے اپنا آخری تیر چلے پر چڑھایا

اور نشانہ باندھ کر چلا دیا۔ تیر کا چھوٹنا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے کتا زمین پر مردہ پڑا تھا اس کا نشانہ اتنا ٹھیک لگا تھا کہ کتے کی آواز تک نہ نکل سکی ادھر جیسے ہی دیووں نے یہ دیکھا وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے نوجوان کو شاباش دی۔

اس محل کی باہر کی دیوار میں ایک سوراخ تھا اور تینوں دیو اس سوراخ میں سے محل کے اندر جانا چاہتے تھے مگر یہ سوراخ ان کے لیے بہت چھوٹا تھا اپنے بڑے جسموں کی وجہ سے اس میں سے نکلنا ان کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا چنانچہ انہوں نے نوجوان سے کہا۔

''اب ہم تمہارے سپرد ایک اور کام کرنے لگے ہیں یہ کام بھی بڑی ہوشیاری سے کرنا ہوگا!۔''

''تم جس طرح کہوگے میں اسی طرح کروں گا''

نوجوان نے جواب دیا اس پر دیووں نے اسے ایک تلوار دیتے ہوئے کہا

''تم رینگ کر دیوار کے اس سوراخ میں سے دوسری طرف نکل جاؤ اور جب اندر چلے جاؤ تو محل کے احاطے میں درندوں سے بچ کر آگے بڑھنا۔ اگر ان درندوں نے تمہیں دیکھ لیا تو تمہاری موت یقینی ہو جائے گی۔''

''میں تم لوگوں کی ہدایت پر پوری طرح عمل کروں گا''

نوجوان نے اپنی فرمانبرداری کا یقین دلاتے ہوئے جواب دیا دیووں نے اسے سمجھاتے ہوئے بتایا۔

''جب تم محل کے اندر چلے جاؤ گے تو وہاں درمیانے کمرے میں ایک شہزادی

دیکھو گے جو سوئی ہو گی۔ تم دبے پاؤں شہزادی کے قریب پہنچ جانا۔ وہ پاؤں میں سونے کے سلیپر پہنے ہوئے ہو گی اور اس کے دائیں پاؤں کے جوتے میں ایک چابی ہو گی۔۔۔۔ تمہیں وہ چابی اٹھا کر لانا ہے۔''

اتنا کہہ کر انہوں نے اسے ایک بار پھر تاکید کی

''دیکھو۔۔۔۔۔ اگر تم سے ذرا بھی غفلت ہوئی یا تم نے ہوشیاری سے کام نہ لیا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔۔۔۔!''

''خاطر جمع رکھو۔۔۔۔۔ میں پوری ہوشیاری سے یہ کام کروں گا''

نوجوان نے انہیں جواب دیا اور رینگتا ہوا دیوار کے سوراخ میں سے محل کے احاطے میں چلا گیا۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے چھپ چھپ کر محل کا احاطہ پار کیا اور پھر دبے پاؤں صحن پار کر کے محل میں جا پہنچا۔ اس نے دیکھا تو محل بڑا عالیشان تھا۔ کئی خوبصورت راہداریاں تھیں جن میں طرح طرح کے نقش و نگار کیے گئے تھے آرائش و زیبائش ایسی تھی کہ اس نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھی تھی وہ دھیرے دھیرے قدم رکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ کئی کمرے اور دالان آئے جہاں اس نے قیمتی ہیرے جواہرات، زیورات اور دوسری چیزیں دیکھیں۔ اس قدر خوبصورت اور بیش قیمت چیزیں دیکھ دیکھ کر وہ حیران بھی ہو رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کا دل بھی للچا رہا تھا۔ وہ اتنی حیرت اور شوق سے یہ نادر چیزیں دیکھ رہا تھا کہ چند لمحوں کے لیے یہ بھی بھول گیا کہ اسے فوری طور پر شہزادی کے کمرے میں جانا چاہیے اور جس قدر جلد ہو سکے اس کے جوتے میں سے چابی نکال کے واپس پہنچنا چاہیے۔ اسے وقت کا

احساس تک نہ رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ شہزادی کے کمرے میں پہنچا تو کافی دیر ہو چکی تھی اس نے شہزادی کی مسہری کے پاس جا کر سہی سہی نگاہوں سے ارد گرد کا جائزہ لیا اور پھر ہولے ہولے آگے بڑھ کر اس کے سلیپر میں سے چابی نکالنے کی کوشش کی لیکن عین اس وقت شہزادی کی آنکھ کھل گئی اور اس نے اپنے پاس ایک اجنبی نوجوان کو دیکھ کر شور کر دیا۔

''بچاؤ بچاؤ۔۔۔۔ مجھے بچاؤ!''

جیسے ہی شہزادی نے شور کیا نوجوان گھبرا گیا اس نے چابی شہزادی کی جوتی ہی میں رہنے دی اور وہاں سے بھاگ نکلا بھاگتا اور ہانپتا ہوا دیوار کے پاس اس جگہ جا پہنچا جہاں سوراخ تھا اور اس سوراخ کے باہر دیو کھڑے اسکا انتظار کر رہے تھے اس نے وہاں پہنچ کر دیوؤں سے کہا۔

''میری مدد کرو۔۔۔ چونکہ میرے پاس ضرورت سے زیادہ بھاری تلوار ہے اس لیے میں جنگلی جانوروں کی طرح اس سوراخ سے باہر نہیں نکل سکتا۔''

اگر نوجوان ایک دیو کو پکڑ کے اندر سے کھینچتا اور دوسرے اسے باہر سے اندر دھکیلتے تو یقیناً دیو باری باری سارے اندر آ سکتے تھے۔ اس لیے جیسے ہی اس نے یہ کہا ایک دیو نے سوراخ میں سر ڈالا اور دوسرے اسے باہر سے اندر دھکیلنے لگے۔ اندر سے نوجوان اس کا سر پکڑ کر کھینچ رہا تھا اور دیو آہستہ آہستہ سرکتا ہوا اندر آ رہا تھا۔ ابھی وہ سوراخ میں سے آدھا ہی اندر آیا تھا کہ اس نے جلدی سے تلوار سونتی اور اس کا سر الگ کر کے دھڑ اندر کھینچ کر ایک طرف ڈال دیا۔ ادھر دوسرے دیوؤں نے سمجھا کہ

ان کا ساتھی اندر چلا گیا ہے اس لیے دوسرا دیو بھی سوراخ میں داخل ہوا باہر سے تیسرا دیو اسے پہلے کی طرح اندر دھکیلنے لگا جیسے ہی وہ بھی آدھے سوراخ تک اندر آیا، اس نے جلدی سے تلوار پکڑی اور اس کا سر بھی کاٹ دیا اور اس کے ساتھ ہی دھڑ کھینچ کر ایک طرف پھینک دیا اب تیسرا دیو باہر رہ گیا تھا جسے پیچھے سے دھکیلنے والا کوئی نہ تھا اس نے جوں توں کر کے اپنے آپ کو سوراخ میں داخل کیا اور جیسے ہی وہ تھوڑا آگے آیا نوجوان نے بڑی پھرتی سے اپنی تلوار اس کے حلق میں گھونپ دی اور دیو وہیں تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔ اس نے اس کی زبان کاٹ لی اور اسے سوراخ ہی میں پھنسا رہنے دیا۔ دوسرے دونوں دیوؤں کی بھی زبانیں کاٹ کر اس نے اپنے تھیلے میں رکھ لیں اور واپس شہزادی کی طرف چل دیا۔ لیکن یہ کیا۔۔۔؟ وہاں تو ہر چیز بدل چکی تھی وہ حیرانی میں ڈوبا ہوا پھٹی پھٹی نظروں سے چاروں جانب دیکھ رہا تھا۔ اب وہاں شہزادی اکیلی نہیں تھی، کئی خادمائیں اور کنیزیں اس کی خدمت کے لیے موجود تھیں۔ موسیقی کے سر بکھر رہے تھے اور گیت گائے جا رہے تھے جب وہ وہاں پہنچا تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اس نے حیرت زدہ آگے بڑھتے ہوئے شہزادی سے پوچھا۔

''شہزادی! یہ سب کیا ہے۔۔۔۔؟ یہ کیسے ہو گیا۔۔۔۔؟''

جواب میں شہزادی نے اسے بتایا

''میں اور میرا قلعہ اور قلعے کے اندر کی ہر چیز پر میرے باپ نے جادو کر دیا ہے اور اب چونکہ میں بہت جلد اس جادو کے اثر سے آزاد ہونے والی ہوں اس لے

خوشیاں منائی جارہی ہیں۔"

پھر اس نے نوجوان سے کہا۔

"تم یہاں سات روز تک ٹھہر جاؤ اور پھر چلے جانا۔۔۔۔یوں بھی ابھی تم یہاں سے جا نہیں سکتے کیونکہ قلعے میں باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور جس سوراخ میں سے تم آئے ہو اس میں دیو پھنسا ہوا ہے جسے تم نہیں ہٹا سکو گے۔"

نوجوان کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا لہٰذا وہ وہاں شہزادی کے پاس ٹھہر گیا اور ان کی خوشیوں میں شریک ہو گیا۔

جب نوجوان کو وہاں رہتے ہوئے چھ دن پورے ہو گئے اور ساتواں دن آ گیا تو شہزادی نے ایک ایک انگشتری پہنائی اور اسے اپنا دولہا بنالیا چنانچہ اس رات وہ دونوں میاں بیوی کی طرح ایک بستر پر سوئے۔ مگر صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا وہاں کی ہر چیز غائب ہو چکی تھی۔۔۔۔صرف وہ تھا اور اس کے قریب تین مردہ دیو پڑے ہوئے تھے۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ نہ شہزادی تھی، نہ کنیزیں تھیں اور نہ ہی قلعہ اور محل تھا۔

"یا اللہ! یہ کیا راز ہے۔۔۔۔؟"

وہ حیران اور پریشان کھڑا تھا کیا کرے اور کیا نہ کرے؟ وہ کچھ دیر تک بت بنا تعجب سے ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا ایک طرف کو چل دیا۔ سامنے ایک جنگل تھا، وہ اسی میں چلتا رہا۔ اس وقت اسے سخت بھوک لگ رہی تھی مگر اس کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا نہ ہی اس کے پاس تیر کمان تھا جس سے وہ کوئی

شکار کرسکتا۔ وہ چلتا رہا اور سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ نڈھال ہوگیا اور آخر کار ایک جگہ ستانے کے لیے بیٹھ گیا۔۔۔ حیران و پریشان بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بار پھر چھوٹے قد کا وہی بوڑھا آ گیا جس نے سبز رنگ کا کوٹ اور سر پر ہیٹ پہن رکھا تھا اس نے قریب آ کر نوجوان سے پوچھا

''اب کیا معاملہ ہے۔۔۔؟ تم کس مشکل میں گرفتار ہو۔۔۔؟''

جواب میں نوجوان نے بتایا

''تھکن اور بھوک نے مجھے نڈھال کر دیا ہے مجھ میں چلنے کی سکت نہیں رہی اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس جنگل سے کیسے باہر نکلوں۔۔۔؟''

اس پر بوڑھا بولا

''افسوس کہ میرے پاس بھی کھانے کو کچھ نہیں ہے ورنہ میں تمہیں دے دیتا۔۔۔ البتہ میں تمہیں ایک ایسا رستہ بتا سکتا ہوں جو تمہیں قریب ہی ایک آبادی کے ہوٹل تک لے جائے گا۔۔۔''

''مہربانی کرو مجھے وہ راستہ بتاؤ۔۔۔۔ میں تمہارا زندگی بھر احسان نہیں بھولوں گا۔''

نوجوان نے جلدی سے کہا ہوٹل کا سن کر اس کے جسم میں جیسے پھر سے جان آ گئی تھی۔

''آؤ۔۔۔۔ میرے ساتھ آؤ۔۔۔!''

بوڑھے نے کہا اور ایک جانب کو چلنے لگا نوجوان بھی اس کے پیچھے چل رہا

تھا۔۔۔۔۔تھوڑی ہی دیر بعد وہ دونوں جنگل سے باہر آ گئے نوجوان نے دیکھا تو سامنے ہی آبادی نظر آ رہی تھی وہ خوش ہو گیا اور اس نے خوشی میں جلدی سے پلٹ کر بوڑھے کی طرف دیکھا تو وہ غائب ہو چکا تھا وہ چند لمحوں تک وہاں کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آبادی کی طرف چل دیا۔

آبادی بڑی سرسبز و شاداب تھی اور ہر طرف پھول کھلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔۔۔۔وہ آبادی میں پہنچ کر ایک ہوٹل میں گیا اور جیسے ہی اس کے اندر داخل ہوا اس کا چھوٹا بھائی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔دونوں لپک کر ایک دوسرے کو ملے اور مل کر بڑے خوش ہوئے اس نے بھائی سے پوچھا۔

''تم یہاں کیسے آ گئے۔۔۔۔؟''

جواب میں چھوٹے بھائی نے بتایا۔۔۔

''میں گزشتہ روز ہی یہاں پہنچا ہوں۔کل بادشاہ کے محل میں ایک بہت بڑی تقریب ہو رہی ہے اس لیے میں کل تک یہاں ضرور ٹھہروں گا۔''

اس کے بعد اس نے اپنی داستان سناتے ہوئے کہا۔

''جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے تو میں نے درمیان کا راستہ پکڑا تھا جس پر سفر کرتے کرتے میں ایک نہ ختم ہونے والے جنگل میں پہنچ گیا۔جب تھک گیا تو ایک جگہ بیٹھ کر سستانے لگا اور جب میں بھوک مٹانے کے لیے کھانا کھا رہا تھا تو ایک چھوٹے قد کا آدمی میرے پاس آیا۔وہ کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا جس سے میں نے اندازہ کیا کہ وہ بھوکا ہے چنانچہ میں نے ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا اس کی طرف پھینکا اس

نے میرا شکریہ ادا کیا اور اس مہربانی کے بدلے میں اس نے میری تلوار کو نا قابل شکست بنا دیا۔اس کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گیا۔۔۔۔۔اس کے جانے کے بعد میں بھی اٹھا اور دوبارہ اپنا سفر جاری کر دیا۔یہاں تک کہ میں اس گھنے جنگل سے باہر آ گیا اور اس آبادی میں پہنچ گیا جس کے ہوٹل میں اب ہم دونوں بیٹھے ہوئے ہیں۔''

اتنی بات کہہ کر وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر دوبارہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''جب میں یہاں پہنچا تو ہر شخص سوگ میں ڈوبا ہوا تھا۔بالکل ایسے، جیسے آج یہاں کا ہر شخص خوشی اور مسرت میں کھویا ہوا نظر آ رہا ہے۔اس سوگ کی وجہ یہ تھی کہ ایک سات سروں والا اژدہا اور تین خوفناک دیو اس آبادی میں آتے تھے اور جو شخص ان کے ہاتھ لگتا تھا اسے کھا جاتے تھے۔وہ اپنے ساتھ مویشی بھی ہانک کر لے جاتے تھے میں جب یہاں پہنچا تو آبادی کے باہر فوارے کے پاس اژدہا موجود تھا میں نے آگے بڑھ کر اپنی تلوار سے اژدہے کے ساتوں سر کاٹ دیئے اور اس طرح اسے ہلاک کر دیا۔میں نے اس کی ساتوں زبانیں کاٹ کر اپنے تھیلے میں رکھ لی تھیں اتنے میں ایک شاہی خادم آیا اس نے جب مرا ہوا اژدہا دیکھا تو یہ ظاہر ہے کہ اژدہا اس نے مارا ہے اور کل جو تقریب ہو رہی ہے وہ اسی کے اعزاز میں منعقد کی جا رہی ہے اگر وہ تینوں دیووں کو بھی مار دے تو بادشاہ کی بیٹی کی اس سے شادی ہو جائے گی۔''

یہ سن کر بڑا بھائی کہنے لگا

''ان تینوں دیووں کو تو میں نے ہلاک کر دیا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے دیووں کی کاٹی ہوئی زبانیں دکھائیں اور بولا

''اس کا ثبوت یہ ہے۔۔۔۔۔!''

جب دوسرے بھائی نے یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے کھانے پینے میں لگ گئے۔

دوسرے روز صبح ہی صبح چھوٹا بھائی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور سر جھکا کر عرض کیا۔

''حضور والا۔۔۔۔۔۔ اژدہے کو میں نے ہلاک کیا ہے۔۔۔۔۔!''

بادشاہ نے اس سے پوچھا

''تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے۔۔۔۔۔؟''

اس پر نوجوان نے اژدہے کی زبانیں پیش کر دیں اور بولا۔

''حضور یہ رہا میرا ثبوت۔ میں نے اژدہے کے ساتوں سر الگ کرنے کے بعد اس کی زبانیں کاٹ لی تھیں۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتایا کہ۔۔۔

''تینوں دیووں کو میرے بڑے بھائی نے ہلاک کر دیا ہے۔''

جیسے ہی اس نے یہ کہا دربار میں ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ہر شخص ایک دوسرے سے کہنے لگا۔

’’شاہی خادم نے بادشاہ کو دھوکا دیا ہے۔‘‘

بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ

’’اس خادم کو گرفتار کر لیا جائے اور نوجوان کے بڑے بھائی کو دربار میں پیش کیا جائے!‘‘

حکم کی دیر تھی اسی وقت جھوٹے خادم کو گرفتار کر لیا گیا اور نوجوان کے بڑے بھائی کو لا کر بادشاہ کے حضور پیش کر دیا گیا۔

’’اے نوجوان! ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم نے تینوں خوفناک دیووں کو ہلاک کر دیا ہے۔۔۔۔کیا یہ سچ ہے۔۔۔۔؟‘‘

بادشاہ نے اس سے دریافت کیا جس کے جواب میں نوجوان نے سر جھکا کر عرض کیا۔۔۔۔۔

’’عالی جاہ! یہ درست ہے‘‘

اس کے ساتھ ہی اس نے دیووں کی زبانیں تھیلے سے نکال کر پیش کر دیں اور اس طرح بادشاہ کو یقین آ گیا کہ اژدہے اور دیووں کو ہلاک کرنے والے یہی دونوں نوجوان ہیں مگر اب مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا تھا کہ شہزادی سے شادی کون کرے گا؟ ظاہر ہے دونوں تو شادی کر نہیں سکتے تھے۔ خود بادشاہ بھی اپنی جگہ پریشان تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی دونوں میں سے کس سے کرے۔۔۔۔؟ آخر بڑے بھائی نے بادشاہ سے عرض کی۔

’’حضور! میں اپنے چھوٹے بھائی کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں شہزادی کی

شادی میرے بھائی سے کر دی جائے۔۔۔۔۔!''

چنانچہ چھوٹے بھائی سے شہزادی کی شادی کر دی گئی اور اس خوشی میں ایک بہت بڑا جشن منایا گیا۔

شادی کے بعد بڑا بھائی وہیں رہنے لگا اور اسے وہاں رہتے ہوئے پورا ایک سال گزر چکا تھا ایک روز باتوں باتوں میں شہزادی نے ان سے دریافت کیا۔

''تم دونوں کا تیسرا بھائی کہاں ہے۔۔۔۔۔؟''

جواب میں انہوں نے شہزادی سے دریافت کیا

''شہزادی! تمہاری بہنیں کہاں ہیں۔۔۔۔۔۔؟''

انہیں معلوم ہوا تھا کہ شہزادی کی دو بہنیں اور ہیں شہزادی نے انہیں بتایا کہ اس کا باپ چاہتا تھا کہ تینوں بہنوں کی شادی ایک ساتھ اور ایک ہی روز کرے۔ دونوں بڑی بہنوں کے محل ایک جادوگر نے سحر زدہ کر دیئے تھے چھوٹی شہزادی چونکہ باپ کو بہت پیاری تھی اس لیے اسے باپ کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی گئی تھی لیکن دوسری دونوں کے محل بدستور سحر زدہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی آئے گا اور وہ انہیں جادوگر کے سحر سے آزاد کرے گا اور ان میں سے ایک سے شادی کرے گا۔

انہیں وہاں رہتے ہوئے کافی دن گزر گئے تھے ایک روز دونوں بھائیوں نے شہزادی سے کہا۔

''ہم شکار کے لیے جانا چاہتے ہیں۔۔۔ہمیں اجازت دیں۔۔۔۔۔؟''

لیکن شہزادی نے انہیں بتایا کہ

''آبادی کے باہر کا جنگل سحر زدہ ہے بہت سے لوگ اس میں گئے لیکن ان میں سے ایک بھی واپس نہیں آیا تم لوگوں کا اس جنگل میں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔''

''آپ بے فکر رہیں ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔؟''

انہوں نے شکار پر جانے کے لیے اصرار کیا اور آخر شہزادی نے انہیں اجازت دے دی اس طرح دونوں بھائی شکار کے لیے جنگل کی طرف چل دیئے۔

دونوں بھائی جنگل میں پہنچ کر ادھر ادھر شکار تلاش کرنے لگے اور چلتے چلتے جنگل میں بہت دور اندر نکل گئے یہاں تک کہ ایک جگہ گھنے درختوں میں گھر کے راستے سے بھٹک گئے۔ دونوں نے گھوم پھر کر بہتیرا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ وہ جوں جوں راستہ تلاش کرتے توں توں اور زیادہ بھٹکتے چلے جاتے۔ دوسری طرف دن ڈھل چکا تھا اور شام ہوگئی تھی۔ جب وہ جنگل سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرتے کرتے تھک گئے تو ایک جگہ کھڑے ہو گئے بڑا بھائی کہنے لگا۔

''کاش! میرے پاس میرے تیر اور کمان ہوتے!''

اس پر دوسرا بھائی ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولا

''کاش! میرے پاس میری تلوار ہوتی۔۔۔۔۔۔!''

وہ دونوں افسوس کے لہجے میں باتیں کر رہے تھے اور ان کے چاروں طرف رات کی سیاہی پھیلتی چلی جارہی تھی جنگل بھی خطرناک تھا جس میں خوفناک درندوں

کا بسیرا تھا۔ انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں وہ درندوں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ سردی بھی بڑھتی جارہی تھی دونوں اندھیرے میں درختوں اور جھاڑیوں میں مارے مارے پھر رہے تھے کہ انہیں ایک بہت بڑا درخت نظر آیا جس کا بڑا تنا اندر سے کھوکھلا تھا۔ درخت کو دیکھ کر وہ رک گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

''اس درخت کے اندر بیٹھ کر رات بسر کر لیتے ہیں''

انہوں نے آس پاس سے سوکھی لکڑیاں جمع کیں اور آگ جلا کر خود درخت کی کھوہ میں بیٹھ گئے ابھی انہیں بیٹھے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ ایک طرف سے ایک بوڑھی عورت آئی اس نے ایک لمبا کوٹ پہن رکھا تھا وہ قریب آ کر ان سے کہنے لگی۔

''بیٹا سردی بہت ہو رہی ہے اگر تم اجازت دو تو میں بھی آگ سے اپنے آپ کو گرم کرلوں۔۔۔؟''

بھلا اس چھوٹی سی بات پر انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا دونوں بیک زبان ہو کر بولے۔

''ہاں اماں۔۔۔۔۔تم شوق سے آگ کے پاس بیٹھ کر اپنے ہاتھ پاؤں سینک لو۔۔۔۔''

ان کا یہ کہنا تھا کہ بڑھیا ان کے قریب آئی اس نے جلدی سے اپنے لمبے کوٹ کے اندر سے ایک چھڑی نکالی اور اسے آگ پر اس طرح مارا جیسے اسے کرید نے لگی ہو۔ جیسے ہی اس کی چھڑی نے آگ کو چھوا اس کے ساتھ ہی آگ بجھ گئی اور دونوں

بھائی پتھر کے بن گئے۔

اب آیئے ذرا سب سے چھوٹے بھائی کی طرف چلتے ہیں۔۔۔۔۔۔وہ ایک نہ ختم ہونے والے جنگل میں چلا جا رہا تھا اور سفر کرتے کرتے نڈھال ہو چکا تھا۔ آخر تھک ہار کر ایک جگہ ستانے کے لیے بیٹھ گیا اس کے تھیلے میں تھوڑا بہت کھانے کو بچا تھا، اس نے وہ نکالا اور کھانے لگا۔ اتنے میں اس نے قریب ہی ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے آواز دے کر اسے اپنے پاس بلایا جب وہ اس کے پاس آ گیا تو اس نے اسے بھی کھانے کی دعوت دی اور جو کچھ اس کے پاس کھانے کو تھا اس میں سے آدھا اسے دے دیا۔ بوڑھے نے کھانا کھایا اور جب کھانے سے فارغ ہوا تو اس سے کہنے لگا۔

’’تم نے مجھے سب سے زیادہ کھانے کو دے اہے اس لیے تم دوسروں سے زیادہ خوش قسمت ہو۔‘‘

اس کے بعد اس نے ایک چھوٹی سے چھڑی پکڑی اور کہا۔۔۔۔۔۔۔۔

’’یہ چھڑی اپنے پاس رکھو اور جب کبھی تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو اسے زمین پر مارنا میں اسی وقت تمہاری مدد کو حاضر ہو جاؤں گا۔‘‘

بوڑھے نے اتنا کہا اور غائب ہو گیا اس کے غائب ہو جانے کے بعد سب سے چھوٹا بھائی جس کا نام بنیس تھا، تھوڑی دیر تک وہاں حیران بیٹھا رہا جب اسے بوڑھا کہیں بھی دکھائی نہ دیا تو اس نے اس کی دی ہوئی چھڑی پکڑی اور دوبارہ اپنے سفر پر چل دیا۔ وہ چلتا رہا، چلتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اس وقت وہ ایک پہاڑ کے

پاس تھا جہاں ہر طرف جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور ایک صاف جگہ دیکھ کر وہاں لیٹ گیا تا کہ رات بسر کر لے۔ مسلسل سفر سے تھکا ہوا تو تھا ہی جونہی لیٹا لیٹتے ہی سو گاے۔

صبح جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا، وہاں سے قریب ایک ہی محل دکھائی دے رہا تھا وہ تھوڑی دیر تک دور ہی سے اسے دیکھتا رہا پھر اچانک اسے بوڑھے کا خیال آیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی دی ہوئی چھڑی یاد آ گئی۔۔۔۔۔اس نے چھڑی لے کر زمین پر ماری۔۔۔۔چھڑی کا زمین پر مارنا تھا کہ قریب ہی ایک جھاڑی میں سے وہی بوڑھا باہر نکل آیا۔اس نے آتے ہی پوچھا۔

''کیا تم اس محل میں جانا چاہتے ہو۔۔۔۔؟''

نوجوان نے ہاں میں جواب دیا تو بوڑھا بولا

''یاد رکھو۔۔۔۔۔یہ محل جادو کے اثر میں ہے اگر تم اس میں داخل ہونا چاہتے ہو تو ایک بات یاد رکھنا۔۔۔۔اس چھڑی کو اپنے ہاتھ میں رکھنا اور کسی صورت میں بھی اسے جدا نہ کرنا۔۔۔۔ورنہ پچھتاؤ گے۔''

''میں تمہاری ہدایت پر پوری طرح عمل کروں گا''

اس نے بوڑھے کو یقین دلاتے ہوئے جواب دیا اس پر بوڑھے نے اسے کہا

''میرے پیچھے پیچھے آؤ۔۔۔۔!''

اب آگے آگے بوڑھا چل رہا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے وہ چل رہا۔اسی طرح چلتے ہوئے دونوں اس محل کے احاطے میں جا پہنچے۔وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ

بہت سے لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور ادھر ادھر بہت سے جانور نظر آ رہے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ سب کے سب پتھر کے بنے ہوئے تھے دونوں آگے بڑھتے گئے اور احاطہ میں سے گزر کر محل میں چلے گئے۔ جب وہ محل کے کمروں میں پہنچے تو ایک کمرے میں بینچ پر ایک بلی بیٹھی ہوئی تھی مگر وہ بے حس و حرکت بت بنی ہوئی تھی ایک جگہ ایک عورت چرخے کے پاس بیٹھی تھی اس کے ہاتھ میں چرخی تھی لیکن وہ چرخہ نہیں چلا رہی تھی بلکہ بغیر کسی حرکت کے پتھر بنی بیٹھی تھی۔ ایک دوسرے کمرے میں دیوار پر ایک گھڑی لٹک رہی تھی لیکن وہ چل نہیں رہی تھی وہ باورچی خانے میں گئے تو وہاں چولہے میں آگ موجود تھی مگر وہ جلانے کی حرارت سے محروم تھی۔ گوشت روسٹ ہونے کے لیے چولہے پر رکھا ہوا تھا مگر وہ بھن نہیں رہا تھا۔ برتن چولہے پر تھا لیکن اس کے پانی میں ابال نہیں آ رہا تھا وہ دونوں وہاں سے نکل کر تیسرے کمرے میں گئے جو بیش قیمت اشیاء سے بھرا ہوا تھا اور یہی وہ کمرہ تھا جہاں شہزادی سوئی ہوئی تھی وہ اس طرح سوئی تھی کہ سانس تک نہیں لے رہی تھی اس وقت وہ نہ زندہ تھی اور نہ ہی مردہ تھی۔ نوجوان حیران کھڑا اسے دیکھ رہا تھا اس نے پلٹ کر بوڑھے کی طرف دیکھا تو وہ غائب ہو چکا تھا اس نے ادھر ادھر سے تلاش کیا لیکن اس کا کہیں پتا نہ تھا۔

اب نوجوان اکیلا تھا اور حیران و پریشان ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔ اس نے وہاں سے باہر نکلنا چاہا مگر اس کو محل سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملا وہ راستہ تلاش کرتا ہوا باورچی خانے میں چلا گیا۔ وہاں کچھ کھانے کو رکھا ہوا تھا جسے دیکھ کر اس کی بھوک

بھڑک اٹھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا اور تھوڑا سا اٹھا کر کھایا۔ جیسے ہی اس نے نوالہ منہ میں لیا، اس کے ساتھ ہی دیوار پر لٹکی ہوئی گھڑی میں حرکت پیدا ہوگئی اور اس نے گیارہ بجائے گھڑی کا گیارہ بجانا تھا کہ اسی لمحے بیٹھی ہوئی بلی میں بھی حرکت پیدا ہو گئی اور اس نے میاؤں میاؤں کرنا شروع کر دیا عین اس وقت چولہے میں آگ جلنے لگی اور اس پر رکھا ہوا گوشت خود بخود بھننے لگا۔ برتن کے پانی میں ابال آنے لگا اس نے دیکھا کہ محل کی ہر چیز میں زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ بڑھیا نے چرخہ کاتنا شروع کر دیا تھا اور گہری نیند سوئی ہوئی شہزادی بیدار ہوگئی تھی۔

شہزادی نے اسے دیکھا تو پوچھنے لگی۔

''اے نوجوان! تم کون ہو۔۔۔اور یہاں کیسے آ گئے ہو۔۔۔۔؟''

''میں اپنے بارے میں سب کچھ بتاتا ہوں لیکن پہلے تم مجھے بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ اس میں کیا راز ہے۔۔۔۔؟''

نوجوان نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے جہاں ایک نہایت حسین باغ تھا وہ ٹہلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ بارہ بجے کا وقت ہونے کو آیا شہزادی اسے لے کر دوبارہ کمرے میں آ گئی اسی جگہ لیٹ گئی جہاں وہ پہلے لیٹی ہوئی ملی تھی اتنے میں دیوار پر لٹکی ہوئی گھڑی نے بارہ بجائے اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر ہر چیز پہلے کی طرح ساکت ہوگئی نوجوان حیران رہ گیا اس کے سامنے وہاں کی ہر چیز اسی طرح ساکت ہوگئی تھی جس طرح گیارہ بجے سے قبل تھی وہ تھوڑی دیر تک وہاں حیرانی میں کھڑا رہا اور پھر محل سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا

مگر وہاں سے باہر جانے کا کوئی راستہ، کوئی دروازہ اسے نہ مل سکا۔ اب اسے اگلے دن کے گیارہ بجے کا انتظار تھا تا کہ شہزادی پھر نیند سے بیدار ہو اور وہ اس سے معلوم کرے وہ وہیں ایک طرف بیٹھ گیا اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

اگلے روز جب گیارہ بجے کا وقت ہوا تو گھڑی کی آواز کے ساتھ ہی ایک بار پھر ہر چیز حرکت میں آ گئی اور شہزادی بھی پہلے کی طرح بیدار ہو کر بیٹھ گئی وہ اس کے ساتھ باتیں کرنے لگا اور پھر وہ دونوں باغ کی سیر کرنے لگے نوجوان نے شہزادی سے کہا۔

''میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔۔!''

مگر شہزادی نے اسے بتایا

''تم اپنی خواہش کے باوجود یہاں سے نہیں جا سکو گے کیونکہ یہ محل سحر زدہ ہے تمہارے لیے یہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔''

وہ باتیں کرتے ہوئے دونوں باغ میں ٹہلتے رہے یہاں تک کہ بارہ بجنے کے قریب ہو گئے وہ واپس محل میں آ گئے اور پھر جونہی گھڑی نے بارہ بجائے محل کی ہر چیز ساکت ہو گئی شہزادی بھی بے حس و حرکت پڑی تھی جیسے کبھی بیدار ہی نہ ہوئی تھی۔

نوجوان پورا سال وہاں رہا۔۔۔۔ روزانہ گیارہ بجے محل کی ہر چیز حرکت میں آ جاتی تھی اور شہزادی بھی بیدار ہو جاتی تھی وہ اس کے ساتھ باغ کی سیر کو چلا جاتا دونوں سیر کرتے اور جب بارہ بجتے تو ہر چیز پھر سے پتھر بن کر ساکت ہو جاتی۔

ایک روز اسی طرح نوجوان باغ کی سیر کر رہا تھا کہ اچانک اسے وہ چھڑی یاد آ گئی جو اسے بوڑھے نے دی تھی چھڑی اس وقت بھی اس کے پاس تھی جیسے ہی اسے

چھڑی یاد آئی اس نے اس کو ایک جھاڑی پر مارا چھڑی کا جھاڑی پر مارنا تھا کہ اس کے ساتھ ہی جھاڑی میں سے بوڑھا باہر نکل آیا۔ اس نے آتے ہی نوجوان سے پوچھا۔

''کہو۔۔۔۔تمہیں کیا چاہیے۔۔؟''

جواب میں نوجوان کہنے لگا۔

''میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں مگر مجھے باہر جانے کا راستہ نہیں ملتا؟''

''تمہارا یہاں سے جانا بہت مشکل ہے میں نے تمہیں شروع میں خبردار کیا تھا بہر صورت میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں''

بوڑھا اتنا کہہ کر لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر بولا

''تمہارے دونوں بھائی جادو کے اثر میں ہیں اور آج تمہارے منجھلے بھائی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔''

یہ کہہ کر وہ پھر خاموش ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا۔

''تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔۔۔۔۔!''

نوجوان خاموشی سے بوڑھے کے پیچھے چلنے لگا۔ بوڑھا اسے لے کر اسی نشیبی جگہ کی طرف جا رہا تھا جہاں جنگلی جانور تھے جب وہ جنگلی جانوروں کے قریب گئے تو بوڑھے نے اپنی چھڑی سے انہیں دور ہٹایا جس سے وہ پیچھے ہٹ گئے اور انہیں آگے بڑھنے کا راستہ دے دیا۔ راستے میں جلی ہوئی آگ آئی تو بوڑھے نے اسے بھی اپنی چھڑی سے چھوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگ نے بھی انہیں راستہ دے دیا اس طرح وہ

دونوں آگے بڑھتے گئے آخر میں ایک سانپ آیا جو اپنے منہ میں ایک سبز پتا پکڑے ہوئے تھا اور اس پتے پر ایک چابی رکھی ہوئی تھی بوڑھے نے نوجوان سے کہا

''آگے بڑھو اور وہ چابی پکڑ کے لے آؤ۔۔۔۔۔۔!''

نوجوان سانپ کو دیکھ کر خوفزدہ سا ہو رہا تھا اور اس میں آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر بوڑھا بولا۔

''بغیر کسی خوف کے آگے بڑھ جاؤ۔۔۔۔۔۔یہ سانپ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

نوجوان بوڑھے کے کہنے کے مطابق سانپ کے پاس گیا اور ہاتھ بڑھا کر سانپ کے منہ میں پکڑے ہوئے پتے پر سے چابی اٹھا لی۔ جب وہ چابی لے کر بوڑھے کے پاس گیا تو وہ اسے ایک ایسی جگہ لے آیا جہاں بہت سی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں ان جھاڑیوں میں ایک دروازہ تھا جو نوجوان نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ بوڑھے نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور وہ اس محل کے احاطے میں داخل ہو گئے وہاں جو لوگ اس سے پہلے پتھر کے بنے ہوئے تھے، وہ سب زندہ ہو چکے تھے اور اپنے اپنے گھوڑے اصطبل کی طرف یوں لے جا رہے تھے جیسے ابھی ابھی شکار سے لوٹے ہوں۔

جب شام ہوئی تو بوڑھا وہاں سے چلا گیا اور جانے سے پہلے اس نے نوجوان کو بتایا کہ ''تمہارے بڑے بھائی کا بیٹا سات ہفتوں کا ہو چکا ہے۔''

بوڑھے کے جانے کے بعد نوجوان خوشی خوشی محل میں گیا اور سیدھا اوپر والی

منزل پر جا پہنچا۔وہاں جا کر اس نے دیکھا تو چرخہ کاتنے والی عورت ایک بچے کو جھولا جھلا رہی تھی۔خوابگاہ کے باہر ہی اسے شہزادی بھی مل گئی وہ سب جادو کے اثر سے آزاد ہو چکے تھے۔

جب رات ہوئی تو باتوں باتوں میں نوجوان نے شہزادی کی بہنوں کے بارے میں دریافت کیا۔

''تمہاری دوسری دونوں بہنیں کہاں ہیں۔۔۔۔۔۔؟''

جواب میں شہزادی اداس لہجے میں بولی

''مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں''

پھر وہ اس سے پوچھنے لگی۔۔۔۔

''تمہارے دونوں بھائی کہاں ہیں۔۔۔۔۔؟''

نوجوان جس قدر اپنے بھائیوں کے بارے میں جانتا تھا اس نے بتایا اسی طرح جب وہ رات کا کھانا کھا رہے تھے تو محل کے باہر دو اجنبی آئے اور انہوں نے رات بسر کرنے کے لیے درخواست کی یہ دونوں اجنبی اسی نوجوان کے بھائی تھے جو محل کے نیچے دوسرے لوگوں کے ساتھ پتھر بن گئے تھے اور اب جادو کے اثر سے آزاد ہو گئے تھے انہوں نے وہاں روشنی دیکھی تھی اور رات بسر کرنے کی غرض سے وہاں آ گئے تھے اس طرح وہ تینوں بھائی ایک بار پھر آپس میں مل گئے شہزادی بھی انہیں اکٹھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ان کی خوب خاطر تواضع کی اور پھر انہیں آرام کرنے کے لیے کمرا دیا۔آج وہ ایک طویل عرصے کے بعد سکھ چین کی نیند سوئے تھے۔

دوسری صبح جب بڑا بھائی کھڑکی میں سے باہر دیکھ رہا تھا تو اسے جنگل میں وہ محل نظر آیا جہاں اس نے تین دیووں کو ہلاک کیا تھا اتنے میں منجھلا بھائی بھی وہاں آ گیا اور اس نے بھی کھڑکی میں سے باہر دور نظریں دوڑائیں تو اسے وہ آبادی دکھائی دی جہاں وہ رہتا تھا۔ جونہی ان دونوں نے یہ دیکھا، وہ وہاں جانے کے لیے بے چین ہو گئے تا کہ جا کر اپنے بیوی بچوں کو دیکھیں انہوں نے اپنے بھائی اور شہزادی سے جانے کی اجازت لی اور چلے گئے۔

اس کے بعد وہ تینوں اپنے اپنے محل سے ایک دوسری کو دیکھا کرتے تھے اور اکثر ملاقات کے لیے آ جاتے تھے اس طرح وہ سب ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ اور اگر وہ مرے نہیں تو آج بھی اسی طرح پر مسرت زندگی گزار رہے ہوں گے۔

جس شاہی ملازم نے اژدہا کو ہلاک کرنے کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، اسے بادشاہ نے چار گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر گھوڑے دوڑا دیئے تھے اس کے چار ٹکڑے ہو گئے تھے اس کے جسم کے چاروں حصوں کو بڑے بازار کے چاروں کونوں پر لٹکا دیا گیا تھا تا کہ لوگوں کو نصیحت ہو کہ جھوٹ کبھی نہیں بولنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆

تین بہنیں

(The House in the Wood)

کسی زمانے میں ایک لکڑہارا تھا جو بہت غریب تھا ایک جنگل کے کنارے اس کی جھونپڑی تھی۔ جس میں وہ اپنی بیوی اور تین بیٹیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ صبح ہی صبح گھر سے نکل جاتا، سارا دن جنگل میں لکڑیاں کاٹتا اور شام کو انہیں بیچ کر اپنے بیوی بچوں کے پیٹ بھرنے کا بندوبست کر لیتا۔

ایک دن کا ذکر ہے جب وہ صبح ہی صبح اپنے کام کے لیے جانے لگا تو اسے کوئی خیال آ گیا وہ جاتے جاتے رک گیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا۔

''آج میں دوپہر میں کھانے کے لیے گھر نہ آ سکوں گا''

''وہ کیوں۔۔۔۔۔۔؟''

اس کی بیوی نے قدرے حیران ہو کر پوچھا

''گھر آنے جانے میں جو وقت ضائع ہو گا اس میں کچھ لکڑیاں کاٹ لوں گا۔''

اس نے بیوی کو جواب دیا۔

''تو کیا دن بھر بھوکے ہی رہو گے۔؟''

بیوی نے پھر سوال کیا۔

''نہیں۔۔۔بھوکا نہیں رہوں گا۔۔۔تم یوں کرنا کہ بڑی بیٹی کو میرا کھانا دے

کر جنگل میں بھیج دینا اس طرح میرا وقت بچ جائے گا۔"

اس کی اس بات پر بیوی نے پوچھا

"مگر بیٹی کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ تم جنگل میں کہاں ہو۔۔۔۔؟ اتنا بڑا خوفناک جنگل ہے کہ بیچاری کہاں ماری ماری پھرے گی؟"

"نہیں۔۔۔۔گھبراؤ نہیں۔۔۔۔اسے راستہ معلوم ہو جائے گا"

وہ بیوی کو سمجھاتے ہوئے بولا

"میں باجرے کا تھیلا ساتھ لے جا رہا ہوں۔۔۔۔جس طرف جاؤں گا، باجرے کے دانے بکھیرتا جاؤں گا۔ اس طرح یہ راستہ نہیں بھولے گی اور مجھ تک پہنچ جائے گی۔"

لکڑہارے نے یہ کہا اور لکڑیاں کاٹنے کے لیے جنگل میں چلا گیا۔

جب دوپہر ہوئی اور سورج سر پر آ گیا تو لکڑہارے کی بیوی اپنی بیٹی سے کہنے لگی۔

"یہ سوپ کا پیالہ لو اور اپنے باپ کو جنگل میں دے آؤ۔ دوپہر ہو چکی ہے، اسے یقیناً بھوک لگ رہی ہو گی۔"

اتنا کہہ کر اس نے سوپ کا پیالہ بیٹی کو دے دیا اور ساتھ ہی تاکید کی۔

"دیکھنا جس راستے پر باجرے کے دانے بکھرے ہوئے ہوں اسی پر چلتی جانا اس طرح تم اپنے باپ تک پہنچ جاؤں گی اور راستہ نہیں بھٹکو گی۔"

"بے فکر رہو ماں۔۔۔۔میں اسی راستے پر جاؤں گی۔"

بیٹی یہ کہہ کے، سوپ کا پیالہ لے کر جنگل کی طرف چل دی۔۔۔ جب وہ جنگل میں پہنچی تو اسے کسی راستے پر باجرے کے دانے بکھرے ہوئے نہ ملے دراصل ہوا یہ تھا کہ صبح اس کا باپ باجرے کے دانے بکھیر تو گیا تھا مگر دوپہر تک چڑیوں، کووں، لارکوں اور دوسرے پرندوں نے تمام باجرا چن لیا تھا اور اب راستے پر ایک دانہ بھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا، یہی وجہ تھی کہ لڑکی کو کہیں باجرا بکھرا ہوا نہ مل سکا۔ وہ بیچاری حیران و پریشان تھی اور سوچ رہی تھی۔

''باجرے والا راستہ تو نظر نہیں آ رہا۔۔۔۔ پھر میں کیا کروں؟''

وہ انہی سوچوں میں کھوئی ہوئی ناک کی سیدھ میں چلتی رہی کبھی ادھر جاتی اور کبھی ادھر کو چل دیتی اسی طرح اندازے سے چلتی اور گھومتی رہی مگر اسے اس کا باپ نہ مل سکا اس نے کئی بار سوچا کہ واپس گھر چلی جاؤں لیکن گھنے جنگل میں اب اسے واپسی کا راستہ بھی نہیں مل رہا تھا اسی طرح چلتے چلتے دن ڈھل گیا اور رات سر پر آ گئی ایک تو گھنا جنگل، اوپر سے رات اور پھر وہ اکیلی۔ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ کدھر جائے۔۔۔۔؟ قدم قدم پر اس کا دل دہل رہا تھا تیز ہوا سے درختوں میں سے عجیب و غریب آوازیں پیدا ہو رہی تھیں اور گھپ اندھیرے میں بار بار الو خوفناک انداز سے بول رہے تھے خوف و دہشت کے اس عالم میں لڑکی سہمی ہوئی تھی۔۔۔۔ اتنے میں اسے دور درختوں میں روشنی دکھائی دی۔

''یقیناً وہاں لوگ رہتے ہوں گے۔۔۔!''

اس نے دل میں سوچا اور اس میں حوصلہ پیدا ہو گیا۔

’’مجھے ایک رات کے لیے پناہ تو مل ہی جائے گی۔‘‘

اس نے اپنے آپ سے کہا اور جس طرف روشنی دکھائی دی تھی اسی جانب قدم بڑھانے لگی کچھ زیادہ دیر نہیں لگی کہ وہ اس روشنی کے قریب پہنچ گئی دیکھا تو وہاں ایک گھر تھا جس کی کھڑکی میں سے یہ روشنی باہر آرہی تھی اس نے قدرے ڈرتے ڈرتے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی جواب میں ایک کرخت آواز آئی۔

’’کون ہے۔۔۔۔۔اندر آجاؤ!‘‘

لڑکی ہولے ہولے اور آگے بڑھی اور تاریک برآمدے میں پہنچ کر اس نے دیوان خانے کا دروازہ کھٹکھٹایا جواب میں پھر وہی آواز آئی۔

’’اندر آجاؤ۔۔۔۔!‘‘

لڑکی نے آہستہ سے دیوان خانے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی وہاں کمرے میں ایک بوڑھا آدمی تھا جس کے بال برف کی طرح سفید تھے وہ ایک میز کے ساتھ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے ہوئے تھا۔ اس کی سفید اور لمبی داڑھی میز پر پھیلی ہوئی تھی بلکہ نیچے فرش تک لٹکی ہوئی نظر آرہی تھی۔

لڑکی نے پھٹی پھٹی نظروں سے کمرے میں ادھر ادھر دیکھا تو وہاں بوڑھے کے علاوہ تین جانور بھی چولہے کے پاس بیٹھے نظر آئے ان میں ایک مرغی تھی، ایک مرغا تھا اور ایک چتکبری گائے تھی لڑکی لمحہ بھر خاموش کھڑی رہی اور پھر عاجزی سے درخواست کی۔

’’میں راستہ بھٹک گئی ہوں از راہ کرم مجھے رات بسر کر لینے کی اجازت دیجیے؟‘‘

جواب میں اس بوڑھے شخص نے سر اٹھایا ایک نظر لڑکی پر ڈالی اور پھر چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے تینوں جانوروں کی طرف دیکھ کر بولا

''پیارے مرغ، پیاری مرغی''

''اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔۔۔؟''

پیاری چتکبری گائے

اب تم کیا کہتی ہو۔۔؟

جب بوڑھے نے جانوروں سے دریافت کیا تو تینوں نے بیک زبان کہا

''ہم راضی ہیں''

اس پر بوڑھا لڑکی کو مخاطب ہو کر بولا

''باورچی خانے میں جاؤ وہاں بہت کچھ رکھا ہوا ہے ہمارے لیے کھانا تیار کرو''

یہ سن کر لڑکی خوش ہوگئی اور جلدی سے باورچی خانے میں چلی گئی وہاں جا کر اس نے دیکھا تو واقعی کھانے پکانے کا بہت سا سامان موجود تھا، خود اسے بھی بھوک لگ رہی تھی۔اس نے جلدی جلدی برتن دھوئے اور پھر شاندار اور لذیذ کھانا پکایا مگر اس موقع پر وہ یہ بالکل ہی بھول گئی کہ وہاں بوڑھے کے علاوہ تین جانور بھی موجود ہیں۔

جب کھانا تیار ہو گیا تو وہ رکابیوں میں ڈال کر لائی اور بوڑھے کے آگے میز پر رکھ دیا۔اس وقت اسے بے انتہا بھوک لگ رہی تھی چنانچہ اس نے جی بھر کے کھانا کھایا۔اس طرح جب اس کا پیٹ بھر گیا تو وہ بوڑھے سے کہنے لگی۔

''میں بہت تھکی ہوئی ہوں مجھے بتائیے بستر کہاں ہے تا کہ میں سو

سکوں۔۔۔۔۔؟''

پیشتر اس کے کہ بوڑھا کوئی جواب دیتا، تینوں جانور بولے

''جب سے تم اس کے ساتھ بیٹھی پی رہی ہو''

اور کھا رہی ہو، تم نے قطعی خیال نہیں کیا کہ

ہم بھی بھوکے ہیں

اب وہ جگہ ڈھونڈو جہاں تم رات بسر کر سکو۔

اس کے ساتھ ہی بوڑھا بول پڑا۔

''اوپر کی منزل پر جاؤ تمہیں وہاں ایک کمرا ملے گا جس میں دو بستر ہوں گے بستروں کو جھاڑو اور صاف کرو پھر ان پر کتان کی صاف چادریں بچھاؤ۔۔۔۔۔اس کے بعد میں بھی آؤں گا اور تم سو جانا۔''

جیسے ہی بوڑھے نے یہ کہا لڑکی جلدی سے اوپر کی منزل پر گئی اس نے دیکھا تو وہاں دو بستر موجود تھے۔اس نے دونوں بستر جھاڑے اور صاف کیے اس کے بعد ان پر کتان کی صاف چادریں بچھائیں اور بوڑھے کا انتظار کیے بغیر ہی ایک بستر پر دراز ہو گئی دن بھر کے سفر سے تھکی ہوئی تو تھی ہی، جیسے ہی بستر پر لیٹی اس کے ساتھ ہی گہری نیند سو گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب بوڑھا اوپر آیا تو اس نے دیکھا لڑکی سوئی ہوئی تھی اس نے موم بتی اس کے چہرے کے پاس کر کے جائزہ لیا، سر کو ہلایا لیکن وہ اس قدر گہری نیند میں تھی کہ اسے ہوش تک نہ تھا جب بوڑھے نے یہ دیکھا کہ لڑکی گہری نیند میں بے

سدھ لیٹی ہے تو اس نے فرش میں بنے ہوئے خفیہ دروازے کو کھولا اور لڑکی کو اٹھا کر اس میں سے نیچے تہہ خانے میں پھینک دیا۔

اب دوسری طرف لکڑ ہارے کی سنئے۔۔۔۔۔ وہ جب شام کو لکڑیاں کاٹ کر اپنے گھر پہنچا تو اپنی بیوی پر برس پڑا۔۔۔۔۔ بولا

''تم نے آج مجھے بھوکا مار دیا ہے میں نے تمہیں کہا تھا کہ بڑی بیٹی کے ہاتھ میرے لیے کھانا بھیج دینا مگر تم نے اسے نہیں بھیجا۔۔۔!''

''اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔۔ میں نے تمہارے کہنے کے مطابق بیٹی کو تمہاری طرف بھیج دیا تھا۔''

اس کی بیوی اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے بولی

''وہ تمہارا کھانا لے کر گئی تھی۔۔۔۔ اور ابھی تک واپس نہیں آئی۔''

''مگر وہ میرے پاس تو پہنچی نہیں۔۔۔۔ پھر گئی کہاں۔۔۔۔؟''

''ہو سکتا ہے جنگل میں راستہ بھٹک گئی ہو''

''جنگل میں تو خوفناک درندے بھی ہیں۔۔۔!''

لکڑ ہارا فکرمند ہو کر کہنے لگا

''اس وقت تو میں اسے تلاش کرنے بھی نہیں جا سکتا خدا اس کی حفاظت کرے''

''میرا خیال ہے ہمیں صبح تک اس کا انتظار کرنا چاہیے۔۔۔۔۔۔ یقیناً وہ کسی درخت پر چڑھ کے رات بسر کرلے گی۔''

وہ دونوں میاں بیوی باتیں کرتے ہوئے سو گئے۔۔۔۔ اور پھر دوسرے روز

لکڑ ہارا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی بیدار ہوگیا۔اس نے جلدی جلدی تیاری کی ،ناشتا کیا اور معمول کے مطابق لکڑیاں کاٹنے کے لیے تیار ہوگیا۔پھر بیوی سے کہنے لگا۔

''آج تم منجھلی بیٹی کے ہاتھ میرا کھانا روانہ کرنا آج میں باجرے کی بجائے بڑے دانوں والا اناج تھیلے میں بھر کے لے جاتا ہوں میں اسی طرح راستے میں دانے بکھیرتا جاؤں گا تاکہ جب بیٹی کھانا لے کر آئے تو اسے راستہ معلوم ہوسکے۔یہ دانے باجرے سے بڑے ہیں اس لیے وہ راستہ نہیں بھٹکے گی۔''

لکڑ ہارا بیوی سے یہ کہہ کر چلا گیا۔۔۔۔اور جب دوپہر ہوئی تو اس نے اپنی منجھلی بیٹی کو کھانا دے کر کہا۔

''بیٹی!صرف اسی راستے پر جانا جس پر اناج کے دانے بکھرے ہوئے ہوں اس طرح تم سیدھی اپنے باپ کے پاس پہنچ جاؤ گی۔''

''بے فکر رہو ماں۔۔۔۔میں اسی راستے پر جاؤں گی''

لڑکی نے یہ کہا اور باپ کا کھانا لے کر روانہ ہوگئی لیکن جب وہ جنگل میں داخل ہوگئی تو کسی راستے پر اناج کے دانے بکھرے ہوئے نظر نہیں آرہے تھے آج بھی جنگلی پرندوں نے کل کی طرح تمام بکھرے ہوئے دانے چن لیے تھے اور اب وہاں ایک دانہ بھی باقی نہ رہا تھا لڑکی بیچاری ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی رہی۔۔۔۔۔۔یہاں تک کہ دن ڈھل گیا اور ہر طرف اندھیرا پھیل گیا اندھیری رات میں اسے بھی ایک روشنی دکھائی دی اور وہ بھی اپنی بڑی بہن کی طرح اسی بوڑھے کے گھر پہنچ گئی۔بوڑھے

نے کل رات کی طرح اپنے تینوں جانوروں سے پوچھا۔

''پیارے مرغے، پیاری مرغی''

اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔۔۔؟

پیاری چتکبری گائے

اب تم کیا کہتی ہو۔۔۔۔۔؟

آج بھی تینوں جانوروں نے وہی کہا۔۔۔۔

''ہم راضی ہیں''

اس کے بعد بوڑھے نے لڑکی کو کھانا پکانے کے لیے باورچی خانے میں بھیجا اور اپنی بہن کی طرح یہ لڑکی بھی کھانے میں جانوروں کو بھول گئی چنانچہ کھانا کھانے کے بعد جب اس نے سونے کے لیے دریافت کیا تو جانور بولے۔

''جب سے تم اس کے ساتھ بیٹھی پی رہی ہو''

اور کھا رہی ہو، تم نے قطعی خیال نہیں کیا کہ

ہم بھی بھوکے ہیں

اب وہ جگہ ڈھونڈو جہاں تم رات بسر کر سکو

بوڑھے نے اسی طرح لڑکی کو دوسری منزل پر جانے اور بستر تیار کرنے کو کہا تھوڑی دیر بعد جب وہ خود اوپر گیا تو وہ بھی اپنی بہن کی طرح گہری نیند سوئی ہوئی تھی لہٰذا بوڑھے نے فرش کا خفیہ دروازہ کھول کر اسے بھی نیچے تہہ خانے میں پھینک دیا۔

ادھر تو یہ ہوا اور دوسری طرف تیسری صبح جب لکڑہارا لکڑیاں کاٹنے کے لیے پھر

جنگل جانے لگا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

''آج تم سب سے چھوٹی بیٹی کے ہاتھ میرا کھانا بھیجنا۔۔۔۔۔۔۔ یہ بڑی بہنوں سے زیادہ ذہین بھی ہے اور فرماں بردار بھی ہے۔ یہ ان کی طرح ادھر ادھر نہیں بھٹکے گی اور سیدھی میرے پاس پہنچ جائے گی۔''

اس کی بیوی نے جب یہ بات سنی تو اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا اس نے کہا

''تم کیا چاہتے ہو کہ میں اپنی تیسری اور سب سے پیاری بیٹی سے بھی ہاتھ دھو لوں۔۔۔؟ نہیں میں اسے نہیں بھیج سکتی''

''گھبراؤ نہیں۔۔۔۔۔ ہماری یہ بیٹی چالاک بھی ہے اور ان دونوں سے زیادہ عقلمند بھی ہے۔''

لکڑہارا بیوی سے کہنے لگا

''یہ راستہ نہیں بھولے گی پھر میں آج مٹر کے دانوں کا تھیلا لے جا رہا ہوں مٹر کے دانے بہت موٹے ہیں اور انہیں دیکھتے ہوئے یہ مجھ تک ضرور پہنچ جائے گی۔''

پہلے تو اس کی بیوی چھوٹی بیٹی کو بھیجنے سے انکار کرتی رہی مگر جب لکڑہارے نے زیادہ مجبور کیا تو کہنے لگی۔

''اچھا۔۔۔۔۔ میں اسے بھیج دوں گی لیکن تم مٹر کے دانے اچھی طرح بکھیرنا''

اس طرح جب دوپہر ہوئی تو اس نے اپنی چھوٹی بیٹی کو کھانا دیا اور ساتھ ہی تاکید کی

''بیٹی! دھیان سے جانا اور جس راستے پر مٹر کے دانے بکھرے ہوں اسی پر

چلنا۔۔۔اس طرح تم بھٹکو گی نہیں اور سیدھی اپنے باپ کے پاس پہنچ جاؤ گی۔''

''فکر نہ کرو ماں۔۔۔ میں اسی راستے پر جاؤں گی جس پر مٹر کے دانے بکھرے ہوں گے۔''

اس نے باپ کا کھانا لیا اور جنگل میں چل دی۔۔۔مگر آج بھی راستے پر مٹر کے دانے کہیں نظر نہیں آ رہے تھے جنگلی کبوتروں نے تمام مٹر کے دانے چن لیے تھے اور ایک دانہ بھی کہیں نہ چھوڑا تھا لڑکی جب چلتے چلتے جنگل میں پہنچ گئی تو وہ بھی راستے سے بھٹک گئی راستے کی تلاش میں وہ سارا دن ماری ماری پھرتی رہی یہاں تک کہ رات ہو گئی۔۔۔اب تو وہ بڑی پریشان ہوئی لیکن کیا کرتی۔۔۔۔۔؟ اس نے راستہ تلاش کرنے کی بہتیری کوشش کی لیکن بے سود گھنے جنگل میں اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا وہ بھی اپنی دوسری دونوں بہنوں کی طرح بھٹکتی پھر رہی تھی کہ اسے دور درختوں میں روشنی نظر آئی۔۔۔روشنی کا نظر آنا تھا کہ وہ اسی طرف چل دی۔۔۔اور چلتی چلتی اسی بوڑھے کے مکان تک پہنچ گئی اس نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی۔

''اندر آ جاؤ!''

جب وہ اندر پہنچی تو وہی سفید بالوں والا بوڑھا بیٹھا ہوا تھا اور قریب ہی چولہے کے پاس اس کے تینوں جانور بیٹھے تھے لڑکی نے بڑی منت سے درخواست کی۔

''میں جنگل میں راستہ بھٹک گئی ہوں آپ سے التماس ہے کہ مجھے ایک رات بسر کرنے کی اجازت دے دیں۔۔۔؟''

بوڑھے نے پہلے کی طرح اپنے جانوروں کی طرف دیکھ کر پوچھا

''پیارے مرغے، پیاری مرغی''

اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔۔۔؟

پیاری چتکبری گائے

اب تم کیا کہتی ہو۔۔۔۔۔؟

جواب میں تینوں جانوروں نے ایک زبان ہو کر کہا

''ہم راضی ہیں''

جانوروں کے اتنا کہنے کے ساتھ ہی لڑکی آگے بڑھی اور اس نے چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے مرغے اور مرغی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار کیا ان کے پروں کو سہلاتے ہوئے آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگی پھر اس نے چتکبرے گائے کے سینگوں کے درمیان ہاتھ پھیرے اور اسے پیار کرنے لگی اتنے میں بوڑھا لڑکی کو مخاطب کر کے بولا

''باورچی خانے میں جاؤ۔۔۔۔ وہاں بہت کچھ رکھا ہوا ہے۔۔۔۔ ہمارے لیے کھانا تیار کرو۔''

لڑکی اسی وقت باورچی خانے میں گئی اور تھوڑی ہی دیر میں شاندار اور لذیذ کھانا پکا کر لے آئی اس نے سوپ بھی تیار کیا اور پلیٹوں میں ڈال کے میز پر رکھ دیا۔ جب وہ کھانا چن چکی تو اپنے آپ سے کہنے لگی۔

''میں کھانا کھا کر پیٹ بھرلوں اور غریب بے زبان جانوروں کو کچھ نہ

دوں۔۔۔؟ پہلے میں انہیں کھلاؤں گی اور پھر خود کھاؤں گی۔''

وہ اسی وقت اٹھی اور ایک برتن میں بہت سے جو لے آئی جو اس نے مرغی اور مرغے کے آگے بکھیر دیئے اس کے بعد وہ کمرے سے باہر گئی اور کولی بھر کے سوکھی گھاس لائی۔اس نے یہ گھاس چتکبری گائے کے آگے ڈال دی اور بولی۔

''کھاؤ کھاؤ۔۔۔۔تم بھوکے ہوگے تمہیں پیاس بھی لگی ہوگی۔لو میں تمہارے لیے پانی بھی لاتی ہوں''

وہ جلدی سے گئی اور ایک بڑے سے برتن میں تازہ پانی بھر کے لے آئی جیسے ہی اس نے پانی کا برتن جانوروں کے آگے رکھا، مرغا اور مرغی بھاگ کر برتن کے کنارے پر بیٹھ گئے اور چونچیں بھر بھر کے پانی پینے لگے چتکبری گائے نے بھی خوب جی بھر کے پانی پیا۔اس طرح جب وہ جانوروں کو کھلا پلا چکی تو خود بوڑھے کے ساتھ میز پر جا کر کھانا کھایا۔۔۔۔۔کھانا کھا چکی تو کہنے لگی۔

''کیا اب ہم سونے کے لیے چلیں۔۔۔؟''

اس کے اتنا پوچھنے پر بوڑھے نے جانوروں کی طرف دیکھ کر دریافت کیا

''پیارے مرغے، پیاری مرغی

اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔۔۔؟

پیاری چتکبری گائے

اب تم کیا کہی ہو۔۔۔؟''

جانوروں نے خوشی خوشی ایک زبان ہو کر جواب دیا

’’تم نے ہمارے ساتھ بیٹھ کے پیا ہے
کھایا ہے اور سوچا ہے
ہمارے بارے میں، جو بالکل درست تھا
ہم تمہیں شب بخیر کہتے ہیں‘‘

ان سے رخصت ہو کر لڑکی اوپر والی منزل پر گئی اس نے تکیے جھاڑے، درست کیے اور بستروں پر صاف ستھری چادریں بچھائیں اس طرح جب بستر بالکل تیار ہو گئے تو بوڑھا بھی اوپر آیا وہ بستر پر لیٹا تو اس کی سفید داڑھی کے بال اس کے پاؤں کو چھو رہے تھے۔

لڑکی نے اسے لیٹتے دیکھا تو خود دوسرے پلنگ پر دراز ہو گئی۔ اس نے سونے سے پہلے دعا مانگی اور پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

آدھی رات تک لڑکی بڑے سکون سے سوئی رہی لیکن پھر اچانک گھر میں شور ہونے لگا جس سے وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ اس نے گھبراہٹ میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ اس وقت پورے گھر میں طرح طرح کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ کونوں میں دیواریں ٹوٹتی اور تڑختی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں جس کی وجہ سے دھماکوں کی گونج پیدا ہو رہی تھی دروازے دھڑ دھڑ کر کے دیواروں سے ٹکرا رہے تھے چھت کے شہتیروں سے یوں آوازیں آ رہی تھیں جیسے ابھی اکھڑ کر نیچے آ گریں گے اور چھت زمین بوس ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر تک اس طرح خوفناک آوازوں سے گھر گونجتا رہا۔ اور پھر ایسے لگا جیسے واقعی پورے گھر کی چھتیں نیچے آ گری ہیں۔ لڑکی خوفزدہ اور

پریشان ہو کر بستر سے اتر آئی مگر اتنے میں تمام آوازیں ختم ہو گئے اور ایک بار پھر سے ہر طرف خاموشی چھا گئی۔لڑکی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا لیکن گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا اور ہر چیز صحیح سلامت تھی۔

''تعجب ہے۔۔۔۔یہ سب کچھ کیا ہے!''

اس نے حیران ہوتے ہوئے اپنے آپ سے کہا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح حیرانی اور پریشانی میں بیٹھی رہی اس کا خیال تھا، شاید پھر کوئی انہونی بات ہونے لگے مگر اب وہاں سکوت کے سوا کچھ نہ تھا چنانچہ جب وہ قدرے مطمئن ہوئی تو وہاں بستر پر دراز ہو گئی اور پھر چند ہی لمحوں بعد گہری نیند میں چلی گئی۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ اور بھی حیران و پریشان ہو گئی۔۔۔۔اس نے دیکھا، سورج نکل چکا تھا، ہر طرف روشنی تھی اور وہ ایک بہت بڑے ہال میں ایک شاندار مسہری پر لیٹی ہوئی تھی وہاں کی شان و شوکت شاہی محل کی طرح تھی۔فرش پر قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے اور کھڑکیوں کے ریشمی سبز پردوں پر سونے کے تاروں سے پھول بنے ہوئے تھے وہ جس مسہری پر لیٹی ہوئی تھی وہ ہاتھی کے دانت کی بنی ہوئی تھی جس پر ارغوانی چادر بچھی ہوئی تھی مسہری کے ساتھ ہی ایک نہایت خوبصورت نازک سی کرسی تھی جس کے پاس سلیپروں کی ایک جوڑی پڑی تھی یہ سلیپر نرم و نازک تھے اور ان پر بیش قیمت موتی جڑے ہوئے تھے اس نے تعجب سے یہ سب کچھ دیکھا اور سوچنے لگی۔

''میں یقیناً کوئی خواب دیکھ رہی ہوں''

اس نے اپنی آنکھیں ملیں، جھپکیں۔۔۔لیکن نہیں یہ خواب نہیں تھا یہ سب کچھ حقیقت تھا وہ ابھی اسی شش و پنج میں تھی کہ اتنے میں تین نوجوان لڑکے ہال میں داخل ہوئے انہوں نے آتے ہی خادموں کی طرح بڑے ادب سے سلام کیا اور پھر پوچھا۔

''فرمایئے۔۔۔کیا حکم ہے۔۔۔؟''

اس نے لمحہ بھر کے لیے لڑکوں کی طرف دیکھا اور پھر بولی۔

''تم جاؤ۔۔۔مجھے کچھ نہیں چاہیئے''

لڑکے جانے لگے تو وہ ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی

''میں ابھی اوپر باورچی خانے میں جاتی ہوں اور بوڑھے کے لیے کچھ سوپ وغیرہ تیار کرتی ہوں اس کے بعد میں پیاری مرغی، پیارے مرغے اور چتکبری گائے کو کچھ کھانے کو دوں گی یقیناً ان کو بھی بھوک لگ رہی ہوگی۔''

لڑکی کا خیال تھا کہ بوڑھا بھی بیدار ہو گیا ہوگا یہی سوچ کر اس نے ایک طرف اس کے بستر کی طرف نگاہ دوڑائی بوڑھے کا بستر بھی ایک شاندار مسہری میں بدل چکا تھا لیکن وہ بستر پر نہیں تھا بلکہ اس کی جگہ ایک اجنبی نوجوان لیٹا ہوا تھا اس نے غور سے دیکھا تو نوجوان انتہائی حسین اور خوبصورت تھا یہ دیکھ کر اس کی حیرانی اور بڑھ گئی دل میں سوچ رہی تھی۔

''یہ سب کیسے ہو گیا۔۔۔!''

اتنے میں وہ نوجوان بھی اٹھ کے بیٹھ گیا اور لڑکی کو اس قدر حیران دیکھ کر بولا۔

''گھبراؤ نہیں ۔۔۔۔۔۔ تمہیں ابھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔''

اس نے لمحہ بھر کے لیے لڑکی کی طرف دیکھا اور بتایا

''میں ایک شہزادہ ہوں اور ایک بوڑھی جادوگرنی نے مجھ پر جادو کر دیا تھا۔ اس نے میرے تین خادموں کو بھی مرغی، مرغا اور چتکبری گائے کے روپ میں بدل دیا تھا جادوگرنی نے مجھے سفید داڑھی والا بوڑھا بنا کے اس جنگل میں چھوڑ دیا تھا جہاں میں اپنے ملازموں کے ساتھ رہ رہا تھا ہم چاروں جادو سے اس وقت آزاد ہو سکتے تھے جب کوئی ایسی نوجوان لڑکی یہاں آتی جو نیک دل اور مہربان ہوتی صرف انسانوں کے لیے نہیں بلکہ جانوروں کے لیے بھی اور وہ لڑکی تم ہو جس نے یہاں آ کر ہمیں جادو سے آزاد کرایا ہے۔''

اس کے بعد اس نے لڑکی کو یہ بھی بتایا

''رات جو غیر معمولی شور ہوا تھا وہ دراصل جادو کا اثر ٹوٹ رہا تھا۔ جیسے ہی ہم سب جادو کے اثر سے آزاد ہوئے اس کے ساتھ ہی جنگل میں پرانا گھر پھر سے شاہی محل میں بدل گیا جس میں اب ہم بیٹھے ہیں۔''

اب لڑکی کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تھی اور وہ بڑی خوش تھی کہ اس نے شہزادے اور اس کے خادموں کو بوڑھی جادوگرنی کے جادو سے آزاد کرا دیا ہے۔ اس نے اپنے بارے میں شہزادے کو بتایا اور پھر شہزادے نے اپنے خادموں سے کہا

''ابھی جاؤ اور لڑکی کے والدین کو لے کر آؤ تا کہ ہم آپس میں شادی کر سکیں''

یہ سن کر لڑکی بے انتہا خوش ہو رہی تھی کہ اس کی شہزادے کے ساتھ شادی ہونے والی ہے مگر عین اس وقت اسے اپنی دونوں بہنوں کا خیال آیا اس نے شہزادے سے پوچھا

''لیکن میری دونوں بڑی بہنیں کہاں ہیں۔۔۔۔۔۔؟''

''میں نے انہیں تہہ خانے میں بند کر رکھا ہے۔''

شہزادے نے جواب میں بتایا

''کل انہیں جنگل میں بھیج دیا جائے گا جہاں وہ کوئلہ گھر میں اس وقت تک خدمت انجام دیں گی جب تک اپنی اصلاح نہ کرلیں اور انہیں اس بات کا احساس نہ ہو جائے کہ جانوروں کو کبھی بھوکا نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

☆☆☆☆☆☆☆

بہادر بونا درزی

(The Brave Little Tailor)

کسی جگہ ایک درزی رہتا تھا جس کا قد بہت چھوٹا تھا ایک بار گرمیوں کے موسم میں وہ اپنے مکان کی دوسری منزل پر بیٹھا کپڑے سی رہا تھا کہ اتنے میں آواز آئی۔

''جام لے لو جام۔۔۔۔۔بہت اچھا اور لذیذ جام!''

درزی نے کپڑے سینا بند کر دیئے اور کھڑکی میں سے سر نکال کر باہر جھانکا دیکھا تو نیچے گلی میں دیہاتی عورت جام فروخت کرنے کے لیے آوازیں لگا رہی تھی اس کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے عورت کو پکار کر بلایا

''اے عورت! اوپر آؤ۔۔۔میں تمہارا جام خریدوں گا''

عورت نے یہ سنا تو خوش ہوگئی اس نے اپنی بھاری ٹوکری اٹھا رکھی تھی جس میں جام کے مرتبان تھے وہ لپک کر گئی اور جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھ کے درزی کے پاس پہنچ گئی۔

''اپنے مرتبان میرے سامنے رکھو تاکہ میں جام پسند کرسکوں''

اس کے اتنا کہنے کے ساتھ ہی عورت نے اپنی ٹوکری اس کے سامنے رکھ دی۔

درزی نے مرتبان روشنی میں کر کے دیکھا، سونگھا اور پھر بولا۔

''مجھے چار اونس تول دو۔۔۔۔۔اور اگر چوتھائی پونڈ بھی ہو تو پروا نہیں۔''

عورت کا خیال تھا کہ وہ خاصی مقدار میں جام خریدے گا لیکن اس نے جب یہ مقدار بتائی تو اسے بہت غصہ آیا بیچاری کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی اگر اسے پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ اتنا کم جام خریدے گا تو وہ اتنی سیڑھیاں چڑھ کر کبھی اوپر نہ جاتی۔ بہر صورت اس نے درزی کو مطلوبہ مقدار میں جام دیا اور بڑبڑاتی ہوئی غصے میں پاؤں پٹختی چلی گئی۔

عورت کے جانے کے بعد درزی نے خوشی خوشی جام پر نظر ڈالی اور اپنے آپ سے بولا۔

''خدا اس جام میں برکت دے اور اس سے مجھے غیر معمولی قوت اور جرات حاصل ہو۔''

درزی اتنا کہہ کے جلدی سے اٹھا تا کہ باورچی خانے کی الماری سے ڈبل روٹی نکالے اس نے چھری سے ڈبل روٹی کا بڑا سا ٹکڑا کاٹا اور اس پر جام لگایا۔

''یہ کھانے میں بڑا لطف دے گا''

اس نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر خود سے کہنے لگا۔

''پہلے مجھے صدری کی سلائی ختم کر لینی چاہیے اس کے بعد فرصت میں بیٹھ کے کھاؤں گا۔''

یہ سوچتے ہی اس نے جام لگا ہوا ڈبل روٹی کا ٹکڑا ایک طرف رکھ دیا اور دوبارہ جا کر صدری کی سلائی میں لگ گیا اس وقت اسے جام لگی ڈبل روٹی کھانے کی اس قدر خواہش تھی کہ وہ جلد سے جلد صدری کی سلائی ختم کر دینا چاہتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ

بڑے بڑے بخیے بکھر رہا تھا۔

اس دوران میں دیواروں پر بیٹھی ہوئی مکھیوں کو جام کی بھنک پڑی بس، پھر کیا ہوتا دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار مکھیاں اڑکر آئیں اور جام لگی ڈبل روٹی پر چھتے کی طرح بیٹھ گئیں۔ ادھر جیسے ہی درزی نے اپنی ڈبل روٹی کی یہ حشر دیکھا تو چیخ کر کہنے لگا۔

''اے بدتمیز مکھیو تمہیں کس نے اجازت دی کہ میرا جام کھاؤ!''

یہ کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور مکھیوں کے آگے پیچھے بھاگنے لگا لیکن مکھیاں اس کی زبان تو سمجھ نہیں رہی تھیں جو بھاگ جاتیں، وہ تو میٹھا دیکھ کر لپک رہی تھیں چنانچہ وہ ادھر سے ادھر اڑاتا تو دوسری طرف سے آکر بیٹھ جاتیں اور دوسری طرف سے اڑاتا تو ادھر سے آجاتیں۔ اس طرح لمحہ بہ لمحہ ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اور بھنبھنانے کی آوازیں بھی زیادہ ہوتی جارہی تھیں درزی کبھی ادھر بھاگتا اور کبھی ادھر یوں بھاگتے بھاگتے وہ تنگ آگیا آخر اس نے مکھیاں مارنے کی چھلنی پکڑی اور چیخ کر بولا۔

''اچھا۔۔۔اب تمہیں مزا چکھاتا ہوں''

یہ کہہ کر اس نے بے شمار اڑتی ہوئی مکھیوں پر زور سے چھلنی ماری اور اس کے ساتھ ہی کئی مکھیاں زمین پر آگریں اس نے ان کی گنتی کی تو یہ ساتھ تھیں جو اس کے سامنے مردہ پڑی تھیں یہ دیکھتے ہی درزی خوشی میں اچھل پڑا اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''تم کس قدر بہادر ہو!''

وہ اپنی بہادری کی خود ہی تعریف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''پورے شہر کو میرے اس بہادرانہ کارنامے کا علم ہونا چاہیے۔''

اس نے فوراً چھلنی لی اور اس پر بڑے بڑے حروف بنا کر سی دیئے۔ جن سے لکھا تھا

''ایک وار میں سات!''

پھر وہ خود ہی کہنے لگا

''ایک شہر ہی کیا، پوری دنیا کو اس کا علم ہونا چاہیے۔''

اس وقت خوشی سے اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا اس نے چھلنی پر سلے ہوئے حروف اپنے جسم پر باندھ دیئے اور سوچنے لگا

''میری دکان میری بہادری کے قابل نہیں ہے اب مجھے دنیا کی سیر کو نکلنا چاہیے۔''

چنانچہ اس نے سیر کی تیاری شروع کر دی گھر میں ادھر ادھر کچھ کھانے کی چیز تلاش کی تو صرف کچھ پنیر ملا، چلو کچھ نہ ہونے سے تو بہتر تھا اس نے الماری میں سے پنیر نکال کر اپنے تھیلے میں ڈالا اور گھر پر آخری نظر ڈال کر چل دیا۔ ابھی وہ گھر سے نکل کر تھوڑی دور ہی گیا ہوگا کہ اسے ایک جھاڑی میں بیٹھا ہوا پرندہ دکھائی دیا۔ اس نے وہ پرندہ پکڑا اور اسے بھی تھیلے میں پنیر کے ساتھ رکھ لیا اس طرح اب وہ اپنے سفر پر چل نکلا تھا۔

درزی سفر پر چلا جا رہا تھا کہ راستے میں ایک پہاڑی آئی وہ پہاڑی پر چڑھنے لگا

جب وہ پہاڑی پر پہنچا تو اچانک اس نے ایک دیو دیکھا جو وہاں چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا درزی اسے دیکھ کر ذرا نہیں بلکہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''ساتھی کیا حال ہے۔۔۔؟''

پیشتر اس کے کہ دیو کوئی جواب دیتا وہ کہنے لگا۔

''تم ایک شریف آدمی کی طرح یہاں آرام سے بیٹھے وسیع دنیا کا جائزہ لے رہے ہو میرا ارادہ ہے کہ اس وسیع دنیا کا سفر کروں اور اپنی قسمت آزماؤں''

دیو نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا اس کا بونا قد دیکھ کر اسے ہنسی آتے آتے رہ گئی کہنے لگا۔

''تم وسیع دنیا کی سیر کرنا چاہتے ہو؟''

''ہاں۔۔۔میں اپنی قسمت آزماؤں گا''

درزی اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا

''تمہارا کیا خیال ہے کیا تم میرے ساتھ چلو گے؟''

اس کی یہ بات سن کر تو واقعی دیو کا قہقہہ لگانے کو جی چاہتا تھا اس نے قدرے تعجب سے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا اور حقارت کے لہجے میں بولا

''تم ایک حقیر سا بدمعاش بونا معلوم ہوتے ہو۔۔۔۔؟''

''ہو سکتا ہے۔۔۔۔ایسا ہی ہو۔۔۔''

درزی نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔۔۔اور اپنی چھاتی پر بندھی ہوئی چھانی پر لکھے ہوئے الفاظ دکھا کر بولا

''لیکن پہلے یہ الفاظ پڑھو۔۔۔دیکھو میں کس قسم کا آدمی ہوں''

جیسے ہی دیو نے پڑھا ''ایک وار میں سات'' تو وہ سمجھا، یقیناً اس نے ایک وار میں سات آدمیوں کو ہلاک کیا ہوگا۔ یہ سوچتے ہی اس کا لہجہ بدل گیا اور وہ بڑی عزت سے کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔مگر پہلے ہم مقابلہ کریں گے اور جو جیتے گا وہی بڑا ہوگا۔''

''مجھے منظور ہے۔۔۔۔۔بتاؤ مقابلہ کس طرح ہوگا؟''

درزی فوراً راضی ہو گیا لہذا دیو نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر اسے اس طرح دبایا جیسے نچوڑ رہا ہو جونہی اس نے پتھر کو نچوڑا اس کے ساتھ ہی پتھر میں سے پانی نکل آیا دیو نے درزی سے کہا

''اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہے کہ تم بہت طاقتور آدمی ہو تو ایسے کر کے دکھاؤ۔۔۔پتھر کو نچوڑ کر اس میں سے پانی نکالو۔۔۔جب میں مانوں گا''

''بس۔۔۔۔صرف اتنی سی بات۔۔۔۔؟''

درزی نے ایسے کہا جیسے واقعی یہ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو

''لو۔۔۔۔میں بھی ایسا کر کے دکھاتا ہوں''

اس نے جلدی سے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر پنیر کی ڈلی نکالی اور اسے مٹھی میں لے کر بھینچا پنیر کا مٹھی میں دبانا تھا کہ اس میں سے چھاچھ کی طرح کا پانی نکل کر ٹپکنے لگا۔

''دیکھ لیا۔۔۔؟ اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔۔۔؟ میں نے پتھر سے تم سے

زیادہ پانی نکال دیا ہے۔"

درزی کی دیو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا دیو بڑی حیرانی میں تھا۔ اسے یہ قطعی اندازہ نہ تھا کہ درزی نے پنیر کو مٹھی میں دبایا ہے وہ تو اپنے تئیں یہی سمجھے ہوئے تھا کہ پتھر میں سے پانی نکلا ہے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ بونا اس قدر طاقتور ہوسکتا ہے اگرچہ وہ حیران و پریشان نظر آرہا تھا مگر اس نے اپنی شکست تسلیم نہ کی اور کہنے لگا۔

"آؤ۔۔۔۔اب دوسرا مقابلہ کرتے ہیں"

یہ کہہ کر دیو نے ایک پتھر اٹھایا اور اسے پوری طاقت سے فضا میں پھینکا پتھر اتنی دور گیا کہ آنکھوں سے اوجھل ہو کر زمین پر جا گرا۔۔۔۔اب دیو بولا

"اے بونے! اگر تم واقعی اتنے طاقتور ہو تو میری طرح اتنی دور پتھر پھینکو۔۔۔۔۔!"

"بہت اچھا۔۔۔۔میں بھی پتھر پھینکتا ہوں"

درزی کہنے لگا

"تم نے جو پتھر پھینکا ہے وہ واقعی بہت دور تک گیا ہے لیکن آخر کار وہ زمین پر جا گرا ہے اب میں جو پتھر پھینکوں گا وہ زمین پر نہیں گرے گا۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔۔۔۔؟ یہ ناممکن ہے!"

دیو سر کو جھٹکتے ہوئے بولا اس پر درزی نے کہا

"اگر تمہیں یقین نہ ہو تو دیکھو۔۔۔۔۔میرا پھینکا ہوا پتھر زمین پر نہیں گرے

گا''

اس نے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر پرندہ نکالا اور اسے فضا میں پھینک دیا۔ پرندہ بیچارہ اتنے عرصہ سے تھیلے میں بند تھا جیسے ہی اسے آزادی ملی وہ اڑا اور اڑتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ دیو حیران کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ درزی اس سے پوچھنے لگا۔

''اچھا دوست! اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔۔۔؟ ہم میں سے زیادہ طاقتور کون ہے؟''

جواب میں دیو نے کہا

''یہ ٹھیک ہے کہ تم پتھر بہت دور تک پھینک سکتے ہو لیکن اب ہم ایک اور مقابلہ کریں گے''

''وہ کیا بتاؤ۔۔۔۔۔۔؟ میں اس کے لیے بھی تیار ہوں''

درزی جلدی سے بولا اس پر دیو نے بتایا

''اب یہ دیکھیں گے کہ ہم دونوں میں سے مشکل اور بھاری کام کون کر سکتا ہے''

''مجھے منظور ہے''

جیسے ہی درزی نے یہ کہا دیو اسے ساتھ لے کر چل دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں جنگل میں پہنچ گئے وہاں صنوبر کا ایک بہت بڑا درخت گرا پڑا تھا دیو نے درزی سے کہا۔

''اگر تم واقعی زیادہ طاقتور ہو تو آؤ دونوں اس درخت کو دھکیل کر جنگل سے باہر

لے کر جاتے ہیں۔"

"بس۔۔۔۔۔اتنی سی بات!"

درزی نے اپنے دونوں ہاتھ مل کر بازوؤں پر پھیرتے ہوئے کہا

"اچھا آؤ تم درخت کو تنے کی طرف سے پکڑو اور میں اوپر شاخوں کی طرف سے اٹھاتا ہوں اوپر کا حصہ بڑا اور زیادہ بھاری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔میں تنے کی طرف سے اٹھاتا ہوں"

دیو فوراً راضی ہو گیا اور اس نے درخت کو تنے کی جانب سے اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا ادھر جب درزی نے دیکھا کہ دیو نے درخت تنے سے اٹھا لیا ہے تو وہ شاخیں پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور شاخوں میں چھپ کر بیٹھ گیا تاکہ دیو کی اس پر نظر نہ پڑے۔ یوں بھی اتنا بڑا درخت دیو نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا اور پیچھے مڑ کر دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس طرح وہ درخت کے ساتھ درزی کو بھی اٹھائے لیے چلا جا رہا تھا اسے شک تک بھی نہ ہوا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ بونا درخت کی شاخیں اٹھائے ہوئے پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ شاخوں میں بیٹھا مزے میں سیٹیاں بجا رہا ہے۔

دیو کچھ فاصلے تک درخت اٹھائے چلتا رہا اور آخر وہ تنگ آ کر ایک جگہ رک گیا اور بولا

"اب مجھے درخت نیچے پھینک دینا چاہیے"

اس نے یہ کہا ہی تھا کہ اس کے ساتھ ہی درزی چھلانگ لگا کر شاخوں سے نکل

آیا اور اس نے شاخوں کو یوں پکڑ لیا جیسے وہ شروع ہی سے شاخیں اٹھائے ہے اس نے دیو کو طنزیہ کہا

''کتنی شرم کی بات ہے تم اتنے بڑے ہو اور ایک درخت اٹھا کر نہیں چل سکتے۔۔۔؟''

بہرصورت اب وہ دونوں جنگل میں چلے جا رہے تھے راستے میں چیری کا ایک درخت آیا جو پھلا ہوا تھا پھر پکی ہوئی اور رس بھری چیریوں سے سرخ ہو رہا تھا یہ دیکھ کر دیو کھڑا ہو گیا اور بولا۔

''بھوک لگی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ذرا چیریاں کھا لیں''

اس نے چیری کے درخت کی اوپر والی شاخ پکڑ کر نیچے جھکائی تا کہ زیادہ پکی ہوئی چیریاں کھائے جب وہ تھوڑی چیریاں کھا چکا تو اس نے وہ شاخ درزی کو پکڑائی تا کہ وہ بھی اپنی بھوک مٹا سکے لیکن بونا درزی نیچے کھنچی اور تنی ہوئی شاخ کو سنبھال نہ سکا اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ شاخ کو قابو کر سکتا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے ہی دیو نے شاخ اسے پکڑائی اور خود دوسری شاخ کی طرف بڑھا، اس کے ساتھ ہی درزی شاخ کے ساتھ اوپر اٹھ گیا اور فضا میں شاخ کے ساتھ لٹکا ہوا میں جھولنے لگا

''تمہیں کیے ہوا۔۔۔؟ کیا تم ایک شاخ کو قابو میں نہیں کر سکتے؟''

دیو نے اسے اوپر لٹکے ہوئے دیکھ کر کہا

''بےفکر رہو۔۔۔میں اسے آسانی سے قابو میں کر سکتا تھا''

درزی جواب میں بولا

''جس آدمی نے ایک وار میں سات ہلاک کر دیئے ہوں اس کے لیے یہ کیا مشکل ہے مگر شاید تمہیں معلوم نہیں کہ جہاں ہم کھڑے ہیں، وہاں ایک شکاری جھاڑیوں میں شکار کے لیے تیر پھینک رہا تھا۔ اسی لیے میں چھلانگ لگا کر اوپر آ گیا تاکہ اس کی زد سے نکل جاؤں۔ تمہارے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ تم بھی چھلانگ لگا کر اوپر آ جاؤ۔۔۔۔۔ کہیں تیر تمہیں نہ لگ جائے۔''

دیو نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا اور پھر چھلانگ لگا کر اوپر درزی کے پاس پہنچنے کی کوشش کی مگر چیری کا درخت بہت اونچا تھا۔ وہ کئی بار اچھلا اور ہر بار شاخوں سے ٹکرا کے نیچے آ گرتا اس کی یہ حالت دیکھ کر درزی قہقہے لگا کر ہنسنے لگا اور آخر دیو نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

''بہر حال تم ایک اچھے آدمی ہو آؤ میرے گھر چلو اور ایک دوست کی طرح میرے ساتھ میرے غار میں آج کی رات بسر کرو ہم تمہیں اچھا کھانا کھلائیں گے اور سونے کے لیے بستر بھی ہوگا۔''

بھلا درزی کو اور کیا چاہیے تھا؟ اس کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا جہاں چلا جاتا اسی لیے اس نے خوشی خوشی دیو کی دعوت قبول کر لی اور اس کے ساتھ چل دیا۔

جب وہ دونوں غار میں پہنچے تو وہاں دوسرے دیو بھی الاؤ کے گرد زمین پر بیٹھے ہوئے تھے ہر ایک کے ہاتھوں میں بھنی ہوئی سالم بھیڑ تھی اور وہ سب کھانے میں مصروف تھے۔ انہوں نے درزی کو بھی کھانے کو دیا اور جب وہ کھانا کھا چکا تو ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں اس طرح جب رات ہو گئی تو دیو نے درزی کو ایک بستر

دکھایا اور کہا

''تم اس پر آرام کرو اور سو جاؤ''

یہ کہہ کر دیو چلا گیا اور درزی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو گیا مگر اس نے دیکھا کہ بستر بہت بڑا تھا لہذا وہ ایک کونے میں ہو کر لیٹ گیا اور پھر گہری نیند میں چلا گیا۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو دیو بڑی آہستگی سے درزی کے بستر کے پاس آیا اس وقت اس کے ہاتھ میں لوہے کی موٹی سلاخ تھی۔ وہ دبے دبے قدموں سے آگے بڑھا اور اس نے پوری طاقت سے وہ سلاخ بستر پر ماری۔۔۔ اس کے بعد تلے اوپر کئی بار ایسے ہی کیا اس کا خیال تھا کہ اس کا مہمان اسی جگہ سویا ہوا ہے لیکن وہ تو وہ ایک کونے میں سویا ہوا تھا جب دیو بستر پر کئی بار سلاخ مار چکا تو اپنے آپ سے کہنے لگا

''اب اس ٹڈے کا کام تمام ہو گیا ہے اب یہ اور زیادہ مجھے بیوقوف نہیں بنا سکے گا''

دوسری صبح جب دیو نیند سے بیدار ہوئے تو یہ بالکل ہی بھول گئے کہ ان کے غار کے ایک کونے میں درزی بھی سویا ہوا ہے وہ سب معمول کے مطابق جنگل میں نکل گئے ادھر درزی بھی اٹھ کر غار سے نکل آیا اور وہاں سے فرار کی سوچنے لگا۔

''اگر میں یہاں رہا تو موت یقینی ہے۔۔۔۔۔ یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے''

یہی سوچ کر وہ بھی جنگل کی طرف نکل گیا جنگل میں وہ سیٹیاں بجاتا مزے سے

چلا جا رہا تھا کہ اچانک اسے دیو مل گئے دیووں نے دیکھا تو خوفزدہ ہو گئے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

''اسے تو رات ہلاک کر دیا گیا تھا مگر یہ پھر ہمارے پیچھے آ گیا ہے یقیناً یہ کوئی غیر معمولی طاقت کا آدمی ہے''

وہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ نکلے اور ایسے بھاگے کہ اپنا غار چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔

درزی اکیلا جنگل میں چلا جا رہا تھا اسے نہ تو راستہ معلوم تھا اور نہ وہ یہ جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے اور کدھر کو جانا ہے۔۔۔؟ جدھر اس کا منہ اٹھا وہ چلتا رہا۔۔۔ چلتا رہا۔۔۔ یہاں تک کہ کسی ملک میں ایک ایسے میدان میں پہنچ گیا جہاں قریب ہی شاہی محل تھا وہ سفر کرتے کرتے تھک چکا تھا چنانچہ اس نے میدان میں ہری ہری گھاس دیکھی تو وہاں لیٹ گیا اور لیٹتے ہی سو گیا۔

درزی گہری نیند سویا ہوا تھا کہ چند شاہی ملازم ادھر آ نکلے انہوں نے ایک اجنبی شخص کو اس طرح سویا ہوا دیکھا تو ٹھہر گئے اور اسے غور سے دیکھنے لگے کہ یہ کون آدمی ہے کہاں سے آیا ہے؟ اتنے میں اس کی چھاتی پر بندھی ہوئی چھاننی کی طرف دیکھا تو اس پر بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔

''ایک وار میں سات!''

یہ دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے

''یہ جنگجو بہادر آدمی یہاں کیا کر رہا ہے۔۔۔؟ کس قدر دلیر آدمی ہے کہ

ایک وار میں سات کو ہلاک کر دیا یقیناً یہ کوئی عظیم طاقتور ہے۔''

وہ بھاگے بھاگے بادشاہ کے پاس گئے اور عرض کیا۔

''حضور! ہم نے ایک بہت بہادر آدمی دیکھا ہے اس نے ایک وار میں سات آدمی ہلاک کر دیئے۔''

''کہاں ہے وہ بہادر۔۔۔ہم بھی اسے دیکھنا چاہتے ہیں؟''

بادشاہ نے تعجب اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں کہا

''عالی جاہ! وہ شاہی محل کے ساتھ والے میدان میں سویا ہوا ہے۔''

ملازموں نے بادشاہ کو بتایا

''ایسا عظیم بہادر اگر شاہی فوج میں شامل ہو جائے بہت اچھا ہو۔۔۔۔جنگ کے زمانے میں وہ ملک کے لیے بہت مفید ہو سکتا ہے۔''

بادشاہ کو یہ مشورہ پسند آیا اس نے اسی وقت اپنے ایک درباری کو حکم دیا۔

''فوراً جاؤ اور اس بہادر آدمی کو عزت کے ساتھ اپنے ساتھ لاؤ''

اس کے ساتھ ہی اس نے درباری کو یہ حکم بھی دیا۔

''اگر وہ جنگجو بہادر نیند میں ہو تو اس کی نیند میں خلل انداز نہ ہوا جائے۔اس کے پاس اس وقت تک کھڑے رہو جب تک وہ خود بیدار نہ ہو جائے۔''

''حضور والا کے حکم کی تعمیل ہو گی۔''

درباری اسی وقت میدان میں گیا اور وہاں جا کر دیکھا تو درزی ابھی تک گہری نیند سویا ہوا تھا وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق اس کے پاس کھڑا ہو کر اس کے جاگنے کا

انتظار کرتا رہا۔ اس طرح جب درزی بیدار ہوا تو درباری نے بڑے ادب سے کہا۔

''اے عظیم بہادر! ہمارے بادشاہ نے تمہیں یاد کیا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے بتایا

''ہمارے بادشاہ کا ارادہ ہے کہ تم جیسے ہی بہادر کو فوج میں شامل کیا جائے۔''

درزی پہلے تو یہ سن کر قدرے حیران و پریشان ہوا لیکن پھر سنبھل کر کہنے لگا

''میں تو یہاں آیا ہی اس لیے ہوں کہ شاہی فوج میں خدمات انجام دوں''

''تمہیں بادشاہ نے ابھی طلب فرمایا ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں''

درباری کے اتنا کہنے پر درزی کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھا اور بولا

''چلو میں تیار ہوں۔۔۔۔۔ شاہی فوج میں شامل ہو کر مجھے خوشی ہوگی''

درزی درباری کے ساتھ چل دیا اور درباری اسے شاہی محل میں لے آیا جہاں دوسرے درباریوں اور خود بادشاہ نے اس کا استقبال کیا اسے بڑی عزت سے دربار میں بٹھایا گیا اور خاطر تواضع کی گئی بادشاہ نے اس سے کہا۔

''اے بہادر نوجوان! ہم چاہتے ہیں کہ تم ہماری فوج میں شامل ہو جاؤ ہیں تم جیسے بہادروں کی تلاش ہے؟''

جواب میں درزی بڑے ادب سے بولا

''حضور والا! یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔''

لہذا اسی وقت بادشاہ کے حکم سے اس کے قیام و طعام کا انتظام کر دیا گیا اور وہ بادشاہ کی فوج میں ایک اچھے عہدے پر مقرر کر دیا گیا اس طرح وہ تو اپنی جگہ مطمئن

ہو گیا مگر فوج کے سپاہی اس سے خوش نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس کو فوج سے نکال دیا جائے۔ نہ صرف نکال دیا جائے بلکہ وہاں سے ہزاروں میل دور بھیج دیا جائے وہ ایک دوسرے سے کہتے۔

''اگر ہم اس کے ساتھ کہیں گئے تو نہ جانے کیا ہوا گر ایسے موقع پر اس نے ہم پر حملہ کر دیا تو یہ ایک وار میں سات سات کو ہلاک کر کے ہمیں ختم کر دے گا یہ ہم پر بہت زیادتی ہو گی اس سے ہماری جان خطرے میں ہے۔''

انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ان میں یہ طے پایا کہ بادشاہ کے پاس جائیں چنانچہ ان میں سے بہت سے فوجی مل کر بادشاہ کے حضور پیش ہوئے اور عرض کیا۔

''عالی جاہ! ہم ایسے آدمی کے ساتھ خدمات انجام نہیں دے سکتے جو ایک وار میں سات آدمیوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔''

بادشاہ نے جب فوجی سپاہیوں کی یہ گزارش سنی تو کچھ سوچ میں پڑ گیا وہ دل میں سوچنے لگا۔

''ایک آدمی کی خاطر ساری فوج نہیں چھوڑی جا سکتی''

اس روز سے اس درزی کی طرف سے بے توجہی برتنا شروع کر دی اور اس سے پیچھا چھڑانے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ بادشاہ اس بات سے بھی خوفزدہ تھا کہ اگر میں نے اسے فوج سے نکال دیا تو یہ مجھے اور میرے لوگوں کو ہلاک کر کے خود بادشاہ بن جائے گا وہ دن رات اسی ادھیڑ بن میں رہنے لگا آخر کار اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اس نے درزی کو طلب کیا اور کہا۔

''ہماری سلطنت کے دروز دراز علاقے میں دو دیو رہتے ہیں۔ وہ ساری سلطنت کے لوگوں کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں انہوں نے لوٹ مار اور غارت گری شروع کر رکھی ہے اور ہر طرف تباہی و بربادی پھیلا رہے ہیں۔''

بادشاہ نے اتنا کہہ کر درزی کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔

''اگر تم واقعی اتنے بہادر ہو جیسا کہ تم کہتے ہو تو ایک سو فوجی ساتھ لے کر جاؤ اور ان دیووں سے جنگ کرو۔ اگر تم نے دیووں وک شکست دے دی تو تمہاری شادی شہزادی سے کر دی جائے گی اور تم آدھی سلطنت کے مالک بنا دیئے جاؤ گے''

''میں بسروچشم اس کے لیے تیار ہوں''

درزی نے جلدی سے جواب دیا

''لیکن جہاں تک سو فوجی جوانوں کا تعلق ہے، ان کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام میں ان کے بغیر ہی سرانجام دوں گا۔ ایک ایسا آدمی جس نے ایک ہی وار میں سات کو ہلاک کر دیئے ہوں وہ دو دیووں سے کیا خوف کھائے گا۔''

اس پر بادشاہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

''یہ ٹھیک ہے، تم دو دیووں کے لیے اکیلے ہی کافی ہو مگر فوجی جوان تمہارے کام آئیں گے ہمارا خیال ہے، تم انہیں ضرور ساتھ لے جاؤ۔''

''اگر حضور کی یہی مرضی ہے تو میں انہیں ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہوں''

اس طرح وہ سو فوجی سپاہیوں کو ساتھ لے کر دیووں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

چلتے چلاتے جب وہ ایک جنگل کے قریب پہنچے تو درزی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔

''میرے دوستو! تم سب یہاں میرا انتظار کرو''

اس کے ساتھ سپاہیوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تو کیا تم اکیلے دیووں سے جنگ کرو گے؟''

''ہاں۔۔۔تم بے فکر رہو میں بہت جلد ان دیووں کو سبق سکھا دوں گا''

اس نے یہ کہا اور اکیلا ہی جنگل میں چل دیا۔ اس وقت وہ پوری طرح چوکنا تھا اس کی نظریں دائیں بائیں لگی ہوئی تھیں اور چاروں جانب سے ہوشیار ہو کر آگے بڑھ رہا تھا۔ چلتے چلتے اچانک ایک جگہ اس کے قدم رک گئے اسے دیووں کی موجودگی کا احساس ہو گیا تھا اس نے دبے دبے پاؤں آگے بڑھ کے دیکھا تو دونوں دیو ایک درخت کے نیچے بے خبر لیٹے ہوئے تھے نہ صرف لیٹے ہوئے تھے بلکہ گہری نیند سوئے ہوئے تھے اور اس قدر زور زور سے خراٹے بھر رہے تھے کہ ان کے سانسوں سے درخت کی شاخیں اوپر نیچے جھول رہی تھیں یہ دیکھ کر درزی رک گیا اور کچھ سوچنے لگا پھر اس نے ادھر ادھر سے پتھر چن کر اپنا تھیلا بھر لیا اور اس کے بعد اس درخت پر چڑھ گیا جس کے نیچے دیو سوئے ہوئے تھے۔

جب درزی درخت پر چڑھ کے بیٹھ گیا تو نے آہستہ سے اپنے تھیلے میں سے ایک پتھر نکال کر قریب لیٹے دیو کو زور سے دے مارا جیسے ہی پتھر دیو کو لگا وہ ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گیا اور غصے میں چیخ کر اپنے ساتھی کو جھنجھوڑ کر بولا۔

"تم نے مجھے پتھر کیوں مارا ہے۔۔۔۔؟"

"کیا بیوقوفی کی بات کر رہے ہو میں نے تمہیں پتھر نہیں مارا"

دوسرے دیو نے جواب میں کہا

"میرا خیال ہے تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔۔۔۔۔بھلا میں تمہیں پتھر کیوں مارنے لگا؟"

پہلا دیو مطمئن ہو گیا اور وہ دونوں پھر لیٹ کر گہری نیند سو گئے یہ دیکھ کر درزی نے آہستہ سے تھیلے میں سے دوسرا پتھر نکالا اور زور سے دوسرے دیو کی طرف پھینکا جو اس کی ناک پر لگا پتھر کا لگنا تھا کہ وہ گھبرا کے اٹھا اور اپنے ساتھی دیو کو جھنجھوڑ کر چیخا۔

"اب تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔تم نے میری ناک پر پتھر کیوں مارا ہے۔۔۔۔؟"

"کیا پاگل ہو گئے ہو۔۔؟ میں نے تمہیں کوئی پتھر نہیں مارا"

پہلو دیو دوسرے کو یقین دلاتے ہوئے بولا مگر اسے یقین نہ آیا اور وہ اس سے جھگڑنے لگا اس طرح دونوں کچھ دیر تک آپس میں الجھتے رہے لیکن چونکہ دونوں تھکے ہوئے تھے اور انہیں سخت نیند آ رہی تھی اس لیے دونوں جھگڑا بند کر کے دوبارہ سو گئے۔ پھر ابھی چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ دونوں کے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔

ادھر جب درزی نے یہ دیکھا کہ دونوں دیو پھر سو گئے ہیں تو اس نے اپنے تھیلے میں سے ایک بڑا سا پتھر نکالا اور پوری طاقت سے پہلے دیو کی آنکھ پر دے مارا۔ پتھر

لگتے ہی دیو بلبلا کر اٹھ بیٹھا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

''تم نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ مجھے تم سے امید نہ تھی تم دوستی کے قابل نہیں ہو۔''

وہ پاگلوں کی طرح بولے چلا جا رہا تھا۔

''میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ میں تمہیں اس کا مزا چکھاؤں گا''

یہ کہتے ہوئے اس نے دوسرے دیو کو زور سے دھکا دے کر درخت کے ساتھ دے مارا اور اسے پوری قوت سے جھنجھوڑنے لگا۔ دوسرا دیو بھی اب زیادہ صبر نہیں کر سکتا تھا اس نے بھی جوابی حملہ کر دیا اور پہلے دیو کو اسی طرح درخت کے ساتھ دے مارا۔ بس پھر کیا تھا؟ دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ جو کسی کے ہاتھ آتا دوسرے کو دے مارتا۔ دونوں بڑے بڑے پتھر اٹھا اٹھا کر ایک دوسرے کو مار رہے تھے اور لہو لہان ہوتے جا رہے تھے غصے میں بری طرح چنگھاڑ رہے تھے اور درخت جڑوں سمیت اکھاڑ کر ایک دوسرے کو مار رہے تھے لہٰذا اسی طرح لڑتے لڑتے دونوں بے دم ہو کر گر پڑے اور تھوڑی دیر بعد وہاں ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

''اچھا ہوا۔۔۔۔۔ ان کا کام تمام ہو گیا۔ اگر یہ مجھے درخت پر دیکھ لیتے تو میری خیر نہیں تھی۔''

اتنا کہہ کر درزی جلدی سے درخت سے اتر آیا۔ اس نے اپنی تلوار نکالی اور دونوں مردہ دیوؤں کے جسم پر تین تین چار چار گہرے زخم لگا دیئے تا کہ دوسروں کو یقین ہو جائے کہ انہیں اس نے ہلاک کیا ہے یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ بھاگا

بھاگا اپنے سپاہیوں کے پاس گیا اور کہا۔

''جاؤ دیکھو، دنوں دیو وہاں مرے پڑے ہیں میں نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔''

اس نے اپنا سینہ تان کر بڑے فخر سے سب کی جانب دیکھا اور پھر بولا

''یہ کوئی آسان کام نہیں تھا انہوں نے درخت اکھاڑ دیئے اور بار بار حملہ آور ہوئے لیکن وہ مجھ جیسے بہادر سے بچ نہیں سکتے تھے جس نے ایک وار میں سات ہلاک کر دیئے ہوں۔''

تمام سپاہی حیران و پریشان کھڑے اس کی طرف دیکھ رہے تھے انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے حیرت سے ان کے منہ کھلے کے کھلے تھے اور وہ جیسے بت بنے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

''کیا تمہیں بھی کوئی زخم آیا۔۔؟''

ایک سپاہی نے سہمے سہمے انداز میں پوچھا۔۔۔۔اس پر درزی اور بھی تن کر بولا

''تم زخموں کا پوچھ رہے ہو۔۔؟ وہ تو میرا بال تک بیکا نہیں کر سکے ان میں اتنی ہمت کہاں تھی جو میرے جیسے بہادر کو نقصان پہنچاتے۔''

تمام سپاہی حیرت زدہ کھڑے تھے لیکن اس سے یہ سب کچھ سننے کے باوجود انہیں یقین نہیں آ رہا تھا اور یہ بات درزی بھی جانتا تھا کہ ان کو یقین نہیں آ رہا اس لیے وہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر تم لوگوں کو میری بات پر یقین نہیں آ رہا تو آؤ میرے ساتھ۔۔۔۔۔میں تمہیں مرے ہوئے دیو دکھاتا ہوں۔''

وہ سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے کر جنگل میں اس جگہ گیا جہاں دونوں دیووں کی لاشیں پڑی تھیں جو اس وقت خون میں لت پت تھیں۔قریب ہی کئی درخت جڑوں سے اکھڑے پڑے تھے۔اب تو واقعی سپاہیوں کو یقین آ گیا اور وہ اس کی بہادری کی تعریف کرنے لگے۔سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔

''واقعی یہ ایک وار میں سات آدمی ہلاک کر سکتا ہے۔۔۔۔اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

اس طرح وہ بڑے فاتحانہ انداز سے واپس بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔

''حضور! میں نے تن تنہا دونوں دیووں کو ہلاک کر دیا ہے۔آپ اپنے سپاہیوں سے تصدیق کر سکتے ہیں۔''

بادشاہ نے جب یہ سنا تو اسے بہت تعجب ہوا وہ ہکا بکا ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔پھر اس نے اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے دریافت کیا۔۔۔۔

''کیا یہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔۔۔۔؟ کیا واقعی اس نے تنہا دونوں دیووں کو ہلاک کیا ہے۔۔۔۔؟''

''ہاں عالی جاہ! یہ سچ ہے ہم سب اس کی گواہی دیتے ہیں''

یہ سن کر بادشاہ سوچ میں پڑ گیا تھا اتنے میں درزی نے مودب ہو کر کہا۔

''حضور! میں نے شرط پوری کر دی ہے۔۔۔۔اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں!''

بادشاہ نے تو اسے اس لیے بھیجا تھا کہ وہ دیووں کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے گا

اور اس سے نجات مل جائے گی مگر یہاں اس کے برعکس ہوا تھا بادشاہ کی نیت بدل گئی تھی وہ اسے اپنی بیٹی دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح وعدہ پورا کرنے کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا۔

''ابھی تمہارا کام ختم نہیں ہوا تمہیں ایک اور امتحان میں پورا اترنا ہوگا۔''

درزی بھی سمجھ گیا تھا کہ بادشاہ اپنے وعدے سے پھر رہا ہے اس لیے بولا

''حضور والا! وہ دوسرا کام کیا ہے میں اس کے لیے بھی تیار ہوں؟''

اس پر بادشاہ نے بتایا

''ہمارے قریبی جنگل میں ایک خوفناک جنگلی گھوڑا ہے جس کے ماتھے پر ایک بڑا سینگ ہے۔ اس گھوڑے نے ہر طرف تباہی مچا رکھی ہے اور کسی کے قابو میں نہیں آتا اس سے پہلے کہ تمہاری شہزادی سے شادی کی جائے تمہیں اس گھوڑے کو پکڑ کر زندہ ہمارے پاس لانا ہوگا۔''

''میں یہ شرط بھی پوری کرنے کے لیے تیار ہوں''

درزی نے بڑی بے خوفی سے کہا

''دو خوفناک دیووں کو ہلاک کرنے کے بعد میں ایک سینگ والے جنگلی گھوڑے سے کیا ڈروں گا؟ ایک وار میں سات کو ہلاک کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔''

بادشاہ نے اسے اجازت دے دی اور ایک سو سپاہی بھی ساتھ کر دیئے۔ درزی نے ایک کلہاڑا اور موٹا رسا لیا اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر قریبی جنگل کی جانب چل دیا۔

جب وہ سب جنگل کے قریب پہنچے تو درزی نے پہلے کی طرح سپاہیوں سے کہا۔

''تم لوگ یہاں میرا انتظار کرو۔۔۔ میں جنگل میں اکیلا جاؤں گا اور ایک سینگ والے جنگلی گھوڑے کو پکڑ کے لاؤں گا۔''

اس نے یہ کہا اور جنگل میں چلا گیا۔

ابھی وہ جنگل کے اندر تھوڑی دور تک ہی گیا تھا کہ اسے ایک سینگ والا جنگلی گھوڑا آتا دکھائی دیا۔ گھوڑے نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اور وہ پھنکارتا ہوا اس کی طرف دوڑا چلا آ رہا تھا۔ اگر درزی اس کی زد میں آ جاتا تو وہ اس کے پرخچے اڑا دیتا مگر درزی بغیر کسی خوف کے بڑی پھرتی سے لپک کر ایک بڑے درخت کے تنے کی اوٹ میں چھپ گیا۔ اس وقت گھوڑا اس کے قریب آ چکا تھا جیسے ہی وہ درخت کی اوٹ میں ہوا گھوڑے نے پوری طاقت سے جست لگا کر اس پر حملہ کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سینگ درخت کے تنے میں گھس گیا۔ سینگ تنے میں اتنا اندر چلا گیا تھا کہ اب اسے باہر نکالنا گھوڑے کے بس میں نہ تھا اس نے بہتیرا زور لگایا، اچھلا تڑپا مگر سب بے سود، سینگ تو تنے میں گڑ چکا تھا۔ یہ دیکھ کر درزی اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''اب میں اسے آسانی سے پکڑ سکتا ہوں''

وہ تنے کی اوٹ سے نکل آیا اس نے رسا لے کر گھوڑے کی گردن میں مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر کلہاڑے سے اس کا سینگ کاٹا اور اسے کھینچتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا۔

''لو، میں خوفناک ایک سینگ والا گھوڑا پکڑ لایا ہوں''

اس کے ساتھیوں نے دیکھا تو حیران رہ گئے سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''واقعی یہ ایک وار میں سات آدمیوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔''

اس طرح وہ جنگلی گھوڑا زندہ بادشاہ کے پاس لے آیا اور کہنے لگا

''حضور! گھوڑا حاضر ہے۔۔۔۔۔۔میں نے شرط پوری کر دی ہے، اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔''

لیکن بادشاہ اب بھی اپنا وعدہ پورا کرنے پر آمادہ نہیں تھا وہ اس سے کہنے لگا۔

''ابھی تمہیں ہماری تیسری شرط بھی پوری کرنی ہے۔جب تک تم اسے پورا نہیں کرو گے تم شہزادی سے شادی نہیں کر سکتے۔''

''میں اس کے لیے بھی تیار ہوں''

درزی نے جواب دیا اس پر بادشاہ نے بتایا

''ایک جنگلی سور نے ہمارے جنگلوں میں تباہی مچا رکھی ہے اور اسے اب تک کوئی قابو نہیں کر سکا تمہیں اس جنگلی سور کو جال میں پھنسانا ہو گا اس کے بعد ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔''

''مجھے خوشی سے یہ شرط منظور ہے۔''

درزی نے پہلے کی طرح جواب دیا اس پر بادشاہ نے کہا

''ہم تمہارے ساتھ شاہی شکاری بھیج رہے ہیں تا کہ تمہاری مدد کر سکیں''

''حضور! بے فکر رہیں ۔۔۔۔۔یہ میرے لیے بچوں کا کھیل ہے۔''

اس نے یہ کہا اور شاہی شکاریوں کو ساتھ لے کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ جنگل کے قریب پہنچا تو شاہی شکاریوں سے کہنے لگا

''تم لوگ یہیں میرا انتظار کرو میں اکیلا جنگل میں جاؤں گا اور سور کو جال میں پھنساؤں گا۔''

اتنا کہہ کر وہ اکیلا جنگل میں داخل ہو گیا۔شاہی شکاری اس بات سے خوش تھے کہ وہ اس کے ساتھ نہیں گئے اور اس طرح خطرے سے محفوظ ہیں۔وہ اس سے پہلے کئی بار اس جنگلی سور سے زک اٹھا چکے تھے اس لیے اس سے خوفزدہ تھے۔اس کے برعکس درزی بڑی دلیری سے جنگل میں اکیلا چلا جا رہا تھا۔ابھی وہ زیادہ دور جنگل کے اندر نہیں گیا تھا کہ اتنے میں جنگلی سور سے اس کا سامنا ہو گیا سور اسے دیکھتے ہی پھنکارنے لگا۔وہ منہ سے جھاگ گراتا اور دانت پیستا ہوا اس کی طرف لپکا تاکہ ایک ہی حملے میں اسے ڈھیر کر دے لیکن درزی پہلے ہی سے ہوشیار ہو چکا تھا وہاں قریب ہی ایک پرانا کلیسا تھا، درزی بڑی پھرتی اور تیزی سے بھاگ کر اس میں داخل ہو گیا۔وہ دروازے سے داخل ہوا اور فوراً ہی دوسری طرف کھڑکی سے باہر نکل گیا ادھر جنگلی سور بھی اس کا پیچھا کرتا ہوا دروزے میں سے کلیسا میں داخل ہو گیا تھا درزی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور گولی کی تیزی سے بھاگ کر باہر سے دروازہ بند کر دیا اب کلیسا سے باہر نکلنے کے لیے صرف کھڑکی کا راستہ تھا اور جنگلی سور کے لیے اس میں سے نکلنا مشکل تھا، کیونکہ وہ قد میں بہت بڑا اور بے ڈھنگا تھا۔درزی نے جب یہ دیکھا کہ

جنگلی سور پھنس گیا ہے تو وہ بھاگتا ہوا شاہی شکاریوں کے پاس گیا اور کہا۔

''آؤ دیکھو۔۔۔ میں نے جنگلی سور کو جال میں پھنسا دیا ہے۔اب وہ بھاگ نہیں سکتا۔''

شاہی شکاری بھاگتے ہوئے آئے تو دیکھا، واقعی جنگلی سور پھنسا ہوا تھا اور اب اسے جال میں گرفتار کرنا مشکل نہ تھا۔

درزی شاہی شکاریوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس گیا اس نے جھک کر سلام کیا اور کہا۔

''حضور! میں نے آپ کی تیسری شرط بھی پوری کر دی ہے۔۔۔۔اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں اور شہزادی کی مجھ سے شادی کر دیں۔''

اب تو بادشاہ کے لیے بھی انکار کرنا مشکل تھا وہ پہلے دو بار اپنے وعدے سے پھر چکا تھا مگر اس بار یہ ممکن نہ تھا چنانچہ اس نے درزی سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی اور ساتھ ہی اعلان کر دیا۔

''آج سے یہ ہماری آدھی سلطنت کا مالک ہے''

درزی بادشاہ تو بن گیا لیکن تھا وہ تو درزی ہی چنانچہ چند روز بعد ایک رات شہزادی نے دیکھا تو اس کا شوہر نیند میں کہہ رہا تھا۔

''اے لڑکے! وہ صدری جلد مکمل کرو اور جرابیں سیو ورنہ میں اپنے گز سے تمہاری پٹائی کروں گا۔''

جیسے ہی شہزادی نے یہ الفاظ سنے وہ سمجھ گئی کہ اس کا شوہر کون ہے وہ بڑی

پریشان ہوئی اور جیسے ہی صبح ہوئی اس نے بادشاہ کو ساری بات بتائی اور کہا۔

''میرا شوہر کوئی بہادر شخص نہیں ہے وہ محض ایک درزی ہے از راہ کرم مجھے اس سے نجات دلائیں۔''

بیٹی کی بات سن کر بادشاہ پریشان ہو گیا یہ بات تو اس کے لیے بڑی بدنامی کا باعث ہو سکتی تھی دل میں سوچنے لگا۔

''یہ پہلے کیوں معلوم نہ ہوا۔۔۔۔؟''

بہر صورت اس نے بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے کہا

''تم آج رات اپنی خوابگاہ کا دروازہ کھلا رکھنا۔ میں چند آدمی باہر متعین کر دوں گا جب وہ گہری نیند سو جائے گا تو وہ اسے اٹھا لائیں گے اور ایک ایسے بحری جہاز میں جا کر ڈال دیں گے جو صبح اپنے سفر پر روانہ ہونے والا ہے۔ یہ جہاز اسے دنیا کے دوسرے کونے میں لے جائے گا اور اس طرح ہم ہمیشہ کے لیے اس سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔۔۔ میں ایسے ہی کروں گی''

بیٹی یہ کہہ کر اور مطمئن ہو کر چلی گئی اور پھر۔۔۔۔۔ جب شام ہوئی تو بادشاہ نے چند آدمیوں کو شہزادی کی خوابگاہ کے باہر متعین کر دیا اتفاق کی بات کہ جس آدمی کو بادشاہ نے یہ ساری ذمہ داری سونپی تھی وہ درزی کا بہت دوست بن چکا تھا اس نے موقع دیکھ کر درزی کو سب کچھ بتا دیا اور کہا۔

''تم ہوشیار ہو کر سونا!''

''بے فکر رہو۔۔۔۔ میں نے ایک وار میں سات ہلاک کر دیئے۔میرے سامنے یہ کیا بیچتے ہیں۔''

درزی نے یہ کہااور حسب معمول رات کو اپنی خوابگاہ میں چلا گیا۔

رات گزر رہی تھی اور شہزادی درزی کے سونے کا انتظار کر رہی تھی دوسری طرف درزی نے یہ ظاہر کیا جیسے وہ گہری نیند سو رہا ہو۔ یہ دیکھ کر شہزادی آہستہ سے اٹھی اور اس نے اپنی خوابگاہ کا دروازہ کھول دیا اس کے بعد دوبارہ آ کر اپنی مسہری پر لیٹ گئی اب وہ اس بات کی منتظر تھی کہ شاہی خادم آئیں اور اس کے شوہر کو اٹھا کر لے جائیں لیکن اتنے میں اس نے سنا تو درزی بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

''اے لڑکے! وہ صدری مکمل کرو اور برجس کو تھگلی لگاؤ ورنہ میں اپنے گز سے تمہاری پٹائی کروں گا۔ میں نے ایک وار میں سات ہلاک کر دیئے دو دیووں کو ختم کر دیا، ایک سینگ والے جنگلی گھوڑے کو زندہ پکڑ لایا، اور خوفناک جنگلی سور کو پکڑ لیا۔۔۔۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان لوگوں سے ڈر جاؤں گا جو دروازے کے باہر کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔؟!''

جیسے ہی یہ باتیں ان خادموں نے سنیں جو اسے اٹھانے آئے تھے اور دروازے کے باہر کھڑے تھے وہ خوف سے کانپنے لگے۔۔۔۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سر پر پاؤں رکھ کر اس طرح بھاگے جیسے بھوتوں کا غول ان کا پیچھا کر رہا ہو۔

اس طرح درزی بادشاہی کرنے لگا اور اس وقت تک حکومت کرتا رہا جب تک زندہ رہا۔

جادوگرنی اور سنہرے بالوں والی لڑکی

(Rapunzel)

پرانے زمانے میں کسی جگہ ایک آدمی اور اس کی بیوی رہتے تھے وہ بیچارے اولاد سے محروم تھے اور ان کی بڑی تمنا تھی کہ ان کے ہاں بھی بچہ ہو وہ دن رات دعائیں مانگتے اور بڑی عاجزی سے اللہ کے آگے فریاد کرتے۔

''اے خدا! ہماری تمنا پوری کر اور ہمیں بھی بیٹا بیٹی عطا کر''

آخر اللہ نے ان کی سن لی اور بیوی امید سے ہوگئی یہ دیکھ کر وہ دونوں خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔

ان کے گھر کی پچھلی طرف کھڑکی کھلتی تھی اور اس میں سے وہ شاندار باغ نظر آتا تھا جو ان کے پچھواڑے میں تھا اس باغ میں طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے تھے اور قسم قسم کی سبزیاں اگی ہوئی تھیں مگر باغ کے چاروں طرف اونچی دیوار تھی جس کی وجہ سے کوئی اندر نہ جا سکتا تھا ویسے بھی یہ باغ ایک بہت بڑی جادوگرنی کا تھا اس لیے بھی لوگ اس میں جانے سے ڈرتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے اس آدمی کی بیوی اپنے گھر کے پچھلی طرف کھلنے والی کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی اس کی نظریں باغ کا نظارہ کر رہی تھیں کہ اچانک اس نے دیکھا، باغ میں ایک کیاری ایسے پودوں سے بھری ہوئی تھی جو سلاد میں کھائے

جاتے ہیں۔ پودے سرسبز اور تروتازہ تھے اور اس طرح لہلہا رہے تھے کہ انہیں دیکھ کر عورت کا دل للچا گیا۔ وہ دل میں سوچنے لگی۔

''اگر ان پودوں کی سلاد کھائی جائے تو کتنا لطف آئے گا۔''

اب وہ روزانہ کھڑکی کے سامنے کھڑی ہو کر ان پودوں کو دیکھتی اور انہیں حاصل کرنے کا سوچتی۔ اس طرح ہر روز اس کی تمنا شدت اختیار کرتی گئی وہ ان پودوں کی سلاد کے لیے بے چین ہوئی جا رہی تھی مگر جب اسے یہ اندازہ ہوا کہ ان پودوں کا حصول ممکن نہیں کیونکہ یہ باغ ایک جادوگرنی کا ہے تو وہ بڑی مایوس ہوئی اس مایوسی میں اس کی حالت بری ہوگئی وہ اندر ہی اندر گھلنے لگی اور اس کا رنگ زرد پڑنے لگا۔

اس کے شوہر نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بڑا حیران ہوا ایک روز پوچھنے لگا۔

''یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں کئی روز سے دیکھ رہا ہوں تم روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہو اور تمہارا رنگ زرد پڑتا جا رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔؟''

جواب میں اس کی بیوی ایک ٹھنڈی آہ بھر کے بولی

''میں اس کا سبب جانتی ہوں مگر کیا کروں''

''پھر بھی۔۔۔۔۔۔ مجھے بھی تو کچھ پتا چلے۔۔۔۔؟''

اس کے شوہر نے حیرانی سے دریافت کیا اس پر اس کی بیوی نے بتایا

''ہمارے گھر کے پچھواڑے میں جو باغ ہے اس میں سلاد میں کھانے والے پودے لگے ہوئے ہیں اگر میں نے ان پودوں کی سلاد نہ کھائی تو میں مر جاؤں گی۔''

بیوی کی یہ بات سن کر آدمی قدرے سوچ میں پڑ گیا وہ یہ جانتا تھا کہ باغ ایک

جادوگرنی کا ہے اور اس میں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے لیکن وہ اپنی بیوی سے بے انتہا محبت کرتا تھا اس لیے اس کی خواہش کو رد نہیں کر سکتا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''اب میرے لیے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو اپنی بیوی کو مرنے دوں یا پھر ان پودوں کا تھوڑا سا ساگ توڑ کے لاؤں۔''

اس نے بیوی کو تسلی دیتے ہوئے کہا

''فکر نہ کرو چاہے کچھ بھی ہو جائے میں تمہارے لیے پودوں کا ساگ توڑ کر لاؤں گا''

چنانچہ جب آدھی رات کا وقت ہوا تو وہ چپکے سے اٹھا اور دیوار پھلانگ کر جادوگرنی کے باغ میں چلا گیا اس نے جلدی جلدی ان پودوں میں سے دو تین مٹھیاں بھر کے توڑیں اور الٹے پاؤں واپس بھاگا۔ پھر اسی طرح باغ کی دیوار پھاند کر گھر آ گیا اور پودوں کی ساگ بیوی کو دیتے ہوئے بولا۔

''لو، میں نے تمہاری تمنا پوری کر دی ہے۔''

بیوی نے اس کے ہاتھ میں پودوں کے پتے دیکھے تو بہت خوش ہوئی اس نے اسی وقت ان کی ساگ تیار کی اور پھر مزے لے لے کر کھانے لگی۔

''بڑی مزیدار ہے۔۔۔۔ بڑی لذیذ ہے۔۔۔۔ بڑا لطف آیا۔''

اب ہوا یہ کہ پہلے تو وہ ساگ کھانے کے لیے بے قرار تھی لیکن اب کھانے کے بعد اس کا شوق اور بڑھ گیا تھا۔ اسے اس قدر لطف آیا تھا کہ دوسرے روز وہ تین گنا زیادہ اشتیاق سے شوہر کو کہنے لگی۔

''کل سلاد کھانے کا بہت لطف آیا تھا آج ذرا زیادہ لاؤ تا کہ میں جی بھر کے کھاؤں۔''

شوہر اپنی جگہ خوفزدہ تھا کہ اگر جادوگرنی کو پتا چل گیا تو جان کی خیر نہیں لیکن وہ بیوی کی محبت کے ہاتھوں مجبور تھا انکار بھی نہیں کرسکتا تھا اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''چلو، ایک بار اور لے آتا ہوں۔۔۔۔جادوگرنی کو کیا پتا چلے گا''

یہی کچھ سوچ کر وہ اس رات بھی باغ میں جانے کے لیے تیار ہوگیا۔

جب آدھی رات کا سماں ہوا تو وہ کل کی طرح اٹھا اور دیوار پھاند کر باغ میں جا پہنچا جیسے ہی وہ دیوار سے نیچے کودا اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔اس نے دیکھا، اس کے بالکل سامنے جادوگرنی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں اور وہ غصے میں لال بھبھوکا نظر آرہی تھی۔

''تمہاری یہ جرات کیسے ہوئی۔۔۔۔؟''

وہ غصے میں چیخ کر بولی

''تم چوروں کی طرح دیوار پھاند کر میرے باغ میں آئے اور سلاد کے پودے توڑ کر لے گئے اب تمہیں اس کی سزا کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔''

یہ سن کر آدمی خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''مجھ پر رحم کرو اور مجھے معاف کردو میں بڑی مجبوری اور ضرورت کے تحت تمہارے باغ میں آیا تھا۔''

پھر اس نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے جادوگرنی کو بتایا

''میری بیوی نے گھر کی کھڑکی میں سے تمہارے باغ میں یہ پودے دیکھے تھے ان کی سلاد کھانے کے لیے وہ اس قدر بیقرار تھی کہ اگر نہ کھاتی تو مر جاتی۔ اسی لیے میں نے پودے توڑنے کی جرات کی میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔''

جیسے ہی جادوگرنی نے یہ بات سنی اس کا سارا غصہ جاتا رہا وہ کہنے لگی

''اگر واقعی یہ بات ہے جو تم بتا رہے ہو تو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے تم جس قدر چاہو سلاد کے پودے لے جا سکتے ہو۔۔۔ میں تمہارا قصور معاف کر دوں گی۔''

جادوگرنی کی یہ بات سن کر اس کی جان میں جان آئی وہ اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے لب کھول ہی رہا تھا کہ جادوگرنی نے کہا

''مگر تم ایک شرط پر پودے لے کر جاؤ گے!''

''وہ کیا۔۔۔۔۔۔؟''

اس نے جلدی سے دریافت کیا جس پر جادوگرنی بولی

''شرط یہ ہے کہ تمہارے ہاں جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ مجھے دینا ہوگا۔ میں ایک ماں کی طرح اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کروں گی۔''

آدمی کو یہ بھی خوف تھا کہ اگر اس نے انکار کیا تو جادوگرنی اسے سزا دے گی۔ ہو سکتا ہے اسے جان ہی سے مار دے اور اس کی بیوی کو بھی نقصان پہنچائے لہٰذا وہ راضی ہو گیا۔ کہنے لگا۔

''مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔''

اس نے بہت سے پودے توڑے اور واپس گھر آ گیا گھر آ کر اس نے ساری بات اپنی بیوی کو بتائی وہ بہت پریشان ہوئی مگر کیا کر سکتی تھی؟

دن گزرتے گئے اور آخر وہ دن بھی آ گیا جب ان کے ہاں ایک خوبصورت بیٹی پیدا ہوئی۔ اتنے میں جادوگرنی بھی وہاں آ گئی اس نے اس کا نام راپنزل رکھا کیونکہ سلاد کے ان پودوں کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا اس کے بعد اس نے بچی کو اٹھایا اور چلی گئی۔

راپنزل بڑی ہونے لگی جوں جوں وہ بڑی ہو رہی تھی اس کا حسن اور بھی نکھرتا جا رہا تھا جب اس کی عمر بارہ برس کی ہوئی تو جادوگرنی نے اسے ایک ایسے مینار میں بند کر دیا جو جنگل کے درمیان واقع تھا اس مینار کی نہ تو سیڑھیاں تھیں اور نہ ہی کوئی دروازہ تھا صرف اس کی چوٹی پر ایک کھڑکی تھی جادوگرنی جب بھی راپنزل کے پاس جانا چاہتی وہ مینار کے نیچے کھڑی ہو کر بلند آواز میں کہتی۔

"اے راپنزل، اے راپنزل

اپنے بال نیچے لٹکاؤ"

راپنزل کے بال غیر معمولی طور پر بہت لمبے تھے اور سونے کی طرح سنہرے اور انتہائی خوبصورت تھے جب بھی جادوگرنی مینار کے نیچے آ کر یہ آواز لگاتی وہ اپنے بالوں کی شکنیں دور کر کے انہیں کھڑکی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیتی اور باقی نیچے کی طرف لٹکا دیتی۔ اس کے بالوں کی لمبائی بیس ایل تھی (ایک ایل 45 انچ کا پیمانہ ہوتا ہے) چنانچہ جب وہ بال نیچے لٹکاتی تو جادوگرنی انہیں پکڑ کر مینار کے اوپر چلی

جاتی اس کے اوپر جانے اور نیچے آنے کے لیے بال ہی سیڑھی کا کام دیتے تھے۔

اس طرح راپنزل وک اس مینار پر رہتے ہوئے کئی برس ہو چکے تھے ایک بار ہوا یہ کہ بادشاہ کا بیٹا جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ جب وہ اس مینار کے پاس سے جا رہا تھا تو اچانک اس کے کانوں میں کسی کے گانے کی آواز آئی وہ چونک کر وہاں رک گیا۔

''اس جنگل میں یہ کون ہے۔۔۔۔۔۔؟''

وہ سوچنے لگا لڑکی کی آواز اس قدر سریلی تھی کہ وہ وہاں ٹھہر کر سننے لگا اس وقت راپنزل تنہائی میں وقت گزارنے کی خاطر گانے سے دل بہلا رہی تھی شہزادہ تھوڑی دیر تک کھڑا گانا سنتا رہا اور پھر مینار پر چڑھنے کے ارادے سے دروازہ تلاش کرنے لگا لیکن اسے نہ تو کوئی دروازہ ملا اور نہ ہی اوپر جانے کا کوئی راستہ نظر آیا دل ہی دل میں حیران ہو رہا تھا کہ جس مینار کا کوئی دروازہ نہیں ہے، جس پر جانے کے لیے سیڑھیاں نہیں ہیں، اس پر کون گا رہا ہے۔۔۔؟ اسی ادھیڑ بن میں وہ کچھ دیر وہاں رکا رہا اور پھر اپنے محل کی طرف لوٹ گیا۔

شہزادہ اپنے محل میں تو چلا گیا لیکن اس کا دل و ذہن ابھی تک اسی مینار میں تھا۔ وہ رہ رہ کر اسی سریلی آواز کے بارے میں سوچ رہا تھا رات بھر اسی کے متعلق سوچتا رہا اور پھر جونہی صبح ہوئی وہ جلدی جلدی تیار ہو کر جنگل میں اسی جگہ پہنچ گیا وہاں جا کر ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گیا تا کہ دیکھے اس میں کیا راز ہے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی، اس نے دیکھا کہ ایک جادوگرنی آئی وہ مینار کے نیچے کھڑی ہو گئی اور بلند آواز سے کہا

''اے راپنزل، اے راپنزل

اپنے بال نیچے لٹکاؤ''

جیسے ہی اس نے یہ کہا، اوپر سے راپنزل نے اپنے بال نیچے لٹکا دیئے اور جادوگرنی انہیں پکڑ کے اوپر چڑھ گئی۔

''اچھا۔۔۔تو اوپر جانے کے لیے یہ سیڑھی ہے۔''

شہزادہ اپنے آپ سے کہنے لگا

''میں بھی اپنی قسمت آزماؤں گا''

وہ یہ ارادہ کر کے واپس چلا آیا۔۔۔۔اور پھر تیسرے روز جب شام ہونے لگی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل میں اسی مینار کے پاس پہنچ گیا۔اس نے گھوڑا ایک طرف باندھا اور خود مینار کے نیچے جا کر آواز دی۔

''اے راپنزل، اے راپنزل

اپنے بال نیچے لٹکاؤ۔''

جونہی اس نے یہ کہا، اس کے ساتھ ہی اس نے دیکھا کہ لڑکی کے لمبے بال لٹکتے ہوئے اس تک پہنچ گئے۔اس نے جلدی سے بال پکڑے اور ان کے سہارے اوپر چلا گیا۔اوپر جا کر دیکھا تو ایک حسین و جمیل نوجوان لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی لڑکی اسے دیکھ کو خوفزدہ سی ہو گئی کیونکہ وہ جب سے پیدا ہوئی تھی اس نے کسی مرد کو نہیں دیکھا تھا۔اب جو شہزادے کو دیکھا تو سہم کر ایک طرف کو ہو گئی۔

''مجھ سے ڈرو نہیں۔۔۔۔میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا''

شہزادے نے اسے تسلی دی پھر اسے بتایا

''میں ایک شہزادہ ہوں۔۔۔۔۔تین روز پہلے میں یہاں سے گزر رہا تھا کہ میں نے تمہارے گانے کی آواز سنی تھی اس وقت سے میں تمہیں دیکھنے کے لیے بیقرار تھا۔اسی لیے آج میں یہاں آیا ہوں۔''

جب اس نے یہ کہا تو لڑکی کا خوف دور ہوا اور وہ دونوں باتیں کرنے لگے۔ باتوں باتوں میں شہزادے نے کہا۔

''اگر میں تمہیں اپنی بیوی بناؤں تو کیا تم راضی ہو گی۔۔۔؟''

اب راپنزل نے اسے پہلی بار غور سے دیکھا وہ خوبصورت اور نوجوان تھا اس نے سوچا

''یہ گوتھیل سے زیادہ مجھ سے پیار کرے گا''(گوتھیل جادوگرنی کا نام تھا)

یہ سوچ کر اس نے شہزادے کو جواب دیا

''میں تمہاری بیوی بننے کے لیے تیار ہوں''

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ شہزادے کے ہاتھ میں دے دیا اور اس طرح وہ دونوں میاں بیوی بن گئے تھے پھر راپنزل شہزادے سے کہنے لگی۔

''تمہارے ساتھ جانے میں مجھے خوشی ہو گی مگر مجھے نہیں معلوم کہ میں اس مینار سے نیچے کیسے جاؤں گی میں آج تک نیچے نہیں گئی۔''

شہزادہ بھی سوچ میں پڑ گیا وہ تو اس کے بال پکڑ کر نیچے اتر جائے گا مگر یہ کیسے اترے گی؟وہ اسی شش و پنج میں گرفتار تھا کہ لڑکی بولی

''میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔''

''وہ کیا۔۔۔جلدی بتاؤ۔۔۔؟''

شہزادہ بے صبری سے پوچھنے لگا اس پر راپنزل نے بتایا

''تم جب بھی میرے پاس آیا کرو اپنے ساتھ ریشم کی ایک ڈوری لے کر آنا جب بہت سی ڈوریاں جمع ہو جائیں گی تو میں ان سے سیڑھی بنا لوں گی اس طرح جب سیڑھی تیار ہو جائے گی تو میں اس کے ذریعہ نیچے اتر جاؤں گی پھر تم مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر کے لے جانا''

''ٹھیک ہے۔۔۔میں ایسے ہی کروں گا''

شہزادہ فوراً راضی ہو گیا۔۔اس کے بعد وہ ہر شام کو آتا کیونکہ دن کے وقت جادوگرنی آتی تھی۔

جب بھی آتا اپنے ساتھ ریشم کی ایک ڈوری لے کر آتا اس طرح جادوگرنی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی کہ یہاں کوئی اور بھی آتا ہے۔

ایک دن ہوا یہ کہ راپنزل باتوں باتوں میں جادوگرنی سے کہنے لگی۔

''اے گوتھیل مجھے بتاؤ تم اس قدر بھاری کیوں ہو۔جب میں تمہیں اوپر کھینچتی ہوں تو تم اس شہزادے سے کہیں زیادہ بوجھل ہوتی ہو جو ابھی یہاں آنے والا ہے''

جیسے ہی اس نے یہ کہا جادوگرنی غصے میں چیخ پڑی

''اے بدنصیب لڑکی۔۔۔۔۔۔یہ میں کیا سن رہی ہوں۔۔۔۔!''

اس وقت وہ غصے میں آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی

''میں یہ سمجھ رہی تھی کہ میں نے تمہیں دنیا سے بالکل الگ رکھا ہوا ہے مگر تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔''

اتنا کہنے کے ساتھ ہی جادوگرنی تلملا کے آگے بڑھی، اس نے راپنزل کے بال پکڑ کے انہیں بل دیئے اور پھر اپنے بائیں ہاتھ پر لپیٹ کر انہیں کاٹ دیا اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے اس کے خوبصورت سنہری بال کٹے ہوئے فرش پر پڑے تھے۔

''اب میں تمہیں یہاں نہیں رہنے دوں گی تمہیں ایسی جگہ پھینکوں گی جہاں تو تنہائی میں جان دے دے گی۔''

جادوگرنی نے یہ کہا اور راپنزل کو ایک بیابان میں چھوڑ آئی جہاں وہ بیچاری اپنی بدنصیبی کو روتی ہوئی تنہا رہ گئی۔

اب ہوا یہ کہ جادوگرنی راپنزل کو بیابان میں چھوڑ کے واپس اسی مینار میں آ گئی اس نے جو بال کاٹے تھے ان کا ایک سرا کھڑکی سے باندھ دیا اور خود شہزادے کا انتظار کرنے لگی۔

جب شام ہوئی تو شہزادہ حسب معمول وہاں آیا اور بلند آواز میں پکارا۔۔۔۔۔۔

''اے راپنزل، اے راپنزل،

اپنے بال نیچے لٹکاؤ''

جادوگرنی تو پہلے ہی سے اس کی منتظر بیٹھی تھی جیسے ہی شہزادے کی آواز سنی اس نے جلدی سے بال نیچے لٹکا دیئے اور شہزادہ انہیں پکڑ کے مینار کے اوپر چڑھ

گیا۔۔۔مگر یہ کیا۔۔۔؟ وہ اوپر جا کر ہکا بکا رہ گیا اس کی خوبصورت اور پیاری راپنزل کی جگہ خوفناک بوڑھی جادوگرنی کھڑی تھی جو غصے میں لال بھبوکا ہو رہی تھی۔ وہ شہزادے کو دیکھتے ہی پاؤں پٹختی ہوئی چیخ کر بولی۔

''اچھا۔۔۔۔۔۔تو تم ہو وہ آدمی!''

پھر اس نے بڑی حقارت سے کہا

''تم اپنی پیاری بیوی کو لینے آئے ہو مگر وہ گانے والا خوبصورت پرندہ اب اس پنجرے میں نہیں ہے اسے بلی پکڑ کے لے گئی ہے اور اب وہ تمہاری آنکھیں بھی نوچ کر باہر نکال دے گی۔''

پھر اس نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور کہا

''تم نے راپنزل کو کھو دیا ہے۔۔۔۔۔اب تم اسے دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکو گے۔''

یہ سنتے ہی شہزادہ غم سے دیوانہ سا ہو گیا اور مایوسی کے عالم میں اس نے مینار سے چھلانگ لگا دی اس نے جادوگرنی سے تو اپنی جان بچا لی لیکن اس نے سر پر تاج پہن رکھا تھا جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں زخمی ہو کر لہولہان ہو گئیں اس طرح اب وہ دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔

شہزادہ غم اور مایوسی میں جنگل میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ جب بھوک لگتی تو وہ جنگل سے پھل پھلاری کھا کے پیٹ بھر لیتا اور پھر دیوانوں کی مانند ادھر ادھر گھومنے لگتا۔ اس کے لبوں پر اس کی پیاری بیوی راپنزل کا نام تھا اور وہ اسے پکارتا ہوا بھٹکتا پھر رہا تھا اسی طرح وہ کئی برسوں تک جنگل میں ادھر سے ادھر گھومتا رہا۔ یہاں تک کہ آخر

کاروہ اسی بیابان میں پہنچ گیا جہاں راپنزل اپنے دو جڑواں بچوں کے ساتھ بدنصیبی کے دن پورے کر رہی تھی۔ ایک لڑکا شہزادے کی نشانی تھا جس کے سہارے وہ اب تک زندہ تھی اس نے جب یہ سنا کہ کوئی اس کا نام لے کر پکار رہا ہے تو بڑی حیران ہوئی۔

''اس بیابان میں، اتنے برسوں کے بعد مجھے کون پکار سکتا ہے۔۔۔؟''

وہ سوچنے لگی اتنے میں پھر آواز آئی کوئی مسلسل اس کا نام لے کر پکار رہا تھا وہ بھاگ کر آگے گئی تو دیکھا وہ تو اس کا شوہر شہزادہ تھا جو اس وقت اندھوں کی طرح بھٹک رہا تھا راپنزل اسے دیکھ کر تڑپ اٹھی وہ لپک کر گئی اور اس کے گلے سے لپٹ کر رونے لگی کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ راپنزل کے آنسو شہزادے کی آنکھوں میں گرے اور اس کے ساتھ ہی اس کی بینائی واپس لوٹ آئی اب وہ دیکھ سکتا تھا اور اس نے سب سے پہلے اپنی راپنزل کو دیکھا تھا دونوں کئی برسوں کے بعد گلے ملے شہزادہ اپنے بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔۔۔۔ اور پھر ان کو لے کر اپنے شہر آ گیا۔ اس کے بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو اس کو بھی دوبارہ زندگی مل گئی مگر وہ بوڑھا ہو چکا تھا اس نے تخت و تاج بیٹے کے سپرد کر دیا اور اس طرح شہزادہ بادشاہ بن کر حکومت کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆

بوڑھا سلطان

(Old Sultan)

کسی جگہ ایک گڈریا رہتا تھا جس کے پاس ایک کتا تھا اس کتے کا نام سلطان تھا اور یہ اب بوڑھا ہو چکا تھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کے سارے دانت گر چکے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ گڈریا اور اس کی بیوی اپنے گھر کے باہر کھڑے باتیں کر رہے تھے باتوں باتوں میں گڈریا کہنے لگا۔

''کل صبح میں بوڑھے سلطان کو گولی مار کر ہلاک کر دوں گا''

''وہ کیوں۔۔۔؟ تم اسے کیوں مارو گے؟''

اس کی بیوی نے حیرانی سے دریافت کیا۔۔اس پر گڈریا بولا

''اب یہ بوڑھا ہو چکا ہے، اس کے دانت گر چکے ہیں اور یہ ہمارے کسی کام کا نہیں رہا۔''

''ایسا ظلم نہ کرو اس بیچارے پر رحم کھاؤ۔۔۔۔''

اس کی بیوی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

''اس غریب نے برسوں ہماری خدمت کی ہے ہمیں چاہیے کہ اس کے بڑھاپے میں اسے آرام پہنچائیں لیکن ایک تم ہو کہ اسے مارنے پر تل گئے ہو''

''اسے ماروں نہ تو اور کیا کروں۔۔۔؟ ہم اسے کیا کریں گے۔۔۔۔؟''

گڈریا قدرے غصے میں بولا

''اس کے منہ میں ایک دانت بھی نہیں رہا چور اس کی بالکل پروا نہیں کرتے یہ ٹھیک ہے کہ اس نے ہماری خدمت کی ہے مگر اس وقت یہ کام بھی کرتا تھا اب تو یہ باڑے کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا اس لیے اس کو زندہ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔''

اتنی بات کہہ کر اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا

''کل اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔۔۔۔۔۔میرا یہی فیصلہ ہے۔''

ادھر تو گھر کے باہر کھڑے میاں بیوی یہ باتیں کر رہے تھے اور دوسری طرف ان کے قریب لیٹا ہوا بوڑھا سلطان سب کچھ سن رہا تھا جب اس نے یہ سنا کہ کل میری زندگی کا آخری دن ہوگا تو وہ بہت گھبرایا اپنے آپ سے کہنے لگا

''اب جان کی خیر نہیں ہے''

اسے بار بار خیال آ رہا تھا کہ اس کا مالک بڑا ظالم ہو گیا ہے اس کے دل میں ذرا بھی رحم کا جذبہ نہیں رہا اور مجھے ہلاک کرنے کے درپے ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ میری خدمات کے صلے میں میرا بڑھاپا آرام سے گزرتا۔۔۔۔۔وہ یہی کچھ سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے یاد آیا۔

''میں ایک بھیڑیئے کو جانتا ہوں جو بڑا ذہین اور میرا ہمدرد ہے مجھے اس کے پاس جا کر ساری بات بتانی چاہیے وہ یقیناً مجھے کوئی ایسی ترکیب بتائے گا جس سے میری جان بچ جائے گی مجھے اس سے ضرور مشورہ کرنا چاہیے ہاں، ٹھیک ہے۔ میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں۔''

یہ بھیڑیا قریبی جنگل میں رہتا تھا چنانچہ جیسے ہی شام ہوئی بوڑھا سلطان گڈریئے اور اس کی بیوی کی نظریں بچا کر گھر سے نکل آیا جیسے ہی وہ گھر سے باہر آیا اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور جنگل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا اگرچہ وہ بوڑھا تھا اور تیز بھاگنا اس کے بس میں نہ تھا، اس کے باوجود وہ پوری طاقت سے تیز بھاگ رہا تھا۔ اس وقت وہ جلد سے جلد بھیڑیئے کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا جب وہ جنگل میں پہنچا تو دیکھا، خوش قسمتی سے بھیڑیا اپنے گھر پر ہی موجود تھا کتے نے جاتے ہی ہانپتے کانپتے اپنی داستان بیان کرنی شروع کر دی۔

''میرے اچھے دوست! میں تمہارے پاس ایک بہت ضروری کام سے آیا ہوں۔ میں اس وقت بڑی مشکل میں گرفتار ہوں۔۔۔۔۔ میری جان خطرے میں ہے۔ از راہ مہربانی میری مدد کرو میری جان بچاؤ!''

وہ گھبرایا ہوا جلدی جلدی لگاتار بولے جا رہا تھا کہ بھیڑیئے نے اسے ٹوکا

''پہلے مجھے بات تو بتاؤ آخر ہوا کیا۔۔۔؟ تم اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔۔۔۔۔؟ میں کس کام میں تمہاری مدد کروں۔۔۔۔؟''

اس پر کتے نے اسے بتایا

''میں برسوں سے اپنے مالک کی خدمت کر رہا ہوں لیکن اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میرے دانت گر چکے ہیں اور میں باڑے کی رکھوالی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ میرا مالک مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔۔۔ وہ کل مجھے گولی مار کر ہلاک کر دے گا۔۔۔۔۔ تم بہت دانشمند ہو اور میرے اچھے دوست ہو خدا کے لیے مجھے کوئی ایسا

مشورہ دو جس سے میری جان بچ جائے۔۔۔۔ میں زندگی بھر تمہارا احسان نہیں بھولوں گا!''

وہ یہ ساری باتیں ایک ہی سانس میں کہہ گیا اس نے بھیڑیئے کی تعریف بھی کر دی تھی جس سے بھیڑیا بہت خوش ہو گیا اور اس نے بوڑھے سلطان کی مدد کا وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

''حوصلہ کرو، صبر سے کام لو میں تمہیں ایک ایسا مشورہ دیتا ہوں جس سے تمہاری جان بچ سکتی ہے۔''

''وہ کیا۔۔۔ مجھے جلدی بتاؤ۔۔۔۔؟''

سلطان بیتاب ہوتے ہوئے پوچھنے لگا

''لو، غور سے سنو۔۔۔ اور جو کچھ میں تمہیں کہوں اس پر عمل کرو''

بھیڑیئے نے کہنا شروع کیا

''تم جانتے ہو تمہارا مالک ہر روز صبح سویرے اپنے کھیت میں چلا جاتا ہے اس کے ساتھ اس کی بیوی اور بچہ بھی ہوتا ہے۔ جب وہ دونوں کام میں مصروف ہوتے ہیں تو اپنے بچے کو جھاڑی کی اوٹ میں چھاؤں میں لٹا دیتے ہیں۔۔۔۔۔''

''ہاں ہاں۔۔۔۔ بالکل ایسے ہی ہوتا ہے''

سلطان نے تصدیق کرتے ہوئے سر ہلایا

''کل صبح جب وہ کھیت میں جائیں تو تم بھی ان کے ساتھ ہو لینا جب وہ جھاڑی کی چھاؤں میں بچے کو لٹا دیں تو تم اس کے قریب بیٹھ جانا اور یوں ظاہر کرنا جیسے تم

اس کی نگرانی کر رہے ہو عین اس موقع پر میں جنگل سے آؤں گا اور بچے کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔۔۔۔''

''پھر کیا ہو گا۔۔۔۔۔؟''

کتے نے بھیڑیئے کی بات کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا

''جب میں بچے کو اٹھا کر بھاگوں گا تو تمہارا مالک اور اس کی بیوی چیخنے چلانے لگیں گے۔''

بھیڑیئے نے اسے بتانا شروع کیا

''پیشتر اس کے کہ وہ میرے پیچھے بھاگیں تم ان سے پہلے میرا پیچھا کرنے لگنا۔ جس قدر تیز بھاگ سکو میرے پیچھے بھاگنا۔تھوڑی دور جا کر میں بچے کو چھوڑ دوں گا اور تم اسے اٹھا کر واپس اپنے مالک کے پاس لے آنا اس طرح وہ سمجھیں گے کہ تم نے بچے کو بچایا ہے وہ تمہارے شکر گزار ہوں گے اور تمہیں ہلاک کرنے کی بجائے تمہاری خدمت کریں گے''

واقعی تمہاری ترکیب بہت اچھی ہے

کتے نے خوش ہوتے ہوئے کہا

''مگر یہ کام کل صبح ضرور ہو جانا چاہیے ورنہ میرا مالک دن میں کسی بھی وقت مجھے گولی مار دے گا۔''

''تم بے فکر رہو۔۔۔۔۔ہم صبح ہی اس پر عمل کریں گے''

بھیڑیئے کے اس جواب پر کتے نے اس کا شکریہ ادا کیا اور گھر واپس آ گیا

اس رات کتے کو نیند نہ آسکی وہ لیٹا ہوا صبح کو ہونے والے واقعہ کے بارے میں سوچتا رہا کبھی خیال آتا۔

''کہیں ایسا نہ ہو بھیڑیا بھول جائے اور نہ آئے!''

کبھی سوچتا۔۔۔۔

''کہیں مالک مجھے صبح ہی صبح نہ گولی مار دے!''

اسی دھڑکے کی وجہ سے وہ رات کو ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکا تھا کیونکہ اس کی زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ بھیڑیئے کی ترکیب کامیاب ہوگئی تو وہ بچ جائے گا، ورنہ موت یقینی تھی۔ اسی طرح کے خیالات میں کھویا ہوا وہ رات بھر کروٹیں بدلتا رہا اور صبح سب سے پہلے بیدار ہو کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا اس کا مالک اور مالکن دونوں ابھی تک بیدار نہیں ہوئے تھے وہ بے تابی سے ان کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد گڈریا اور اس کی بیوی بھی بیدار ہوئے انہوں نے جلدی جلدی ناشتا تیار کر کے کھایا اور اس کے بچے کو ساتھ لے کر دونوں اپنے کھیت کی طرف چل دیئے۔ کتے نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اس طرح جب وہ کھیت میں پہنچے تو انہوں نے بچے کو جھاڑی کی چھاؤں میں لٹا دیا اور خود کھیت میں کام کرنے لگے۔

دوسری طرف کتا بچے کے پاس بیٹھا تھا اور دل میں سوچ رہا تھا۔

''اگر بھیڑیا نہ آیا تو پھر کیا ہوگا۔۔۔؟''

مگر بھیڑیا اپنے وعدے کا سچا تھا وہ تو پہلے ہی سے وہاں آ کر چھپا بیٹھا تھا جیسے

ہی اس نے یہ دیکھا کہ گڈریا اور اس کی بیوی کھیت میں کام کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں تو وہ لپک کر آیا اور بچے کو اٹھا کر بھاگ نکلا وہ بچے کو اس طرح اٹھا کر بھاگا تھا کہ گڈریا یا اس کی بیوی اسے دیکھ لیں اور ہوا بھی یہی گڈریئے کی بیوی نے اسے دیکھ لیا تھا اور وہ شور کرنے لگی تھی۔

''بچاؤ بچاؤ۔۔۔۔۔بھیڑیا میرا بچہ لے گیا۔۔ہائے میرا بچہ!''

گڈریئے نے بیوی کی چیخ پکار سنی تو وہ بھی گھبرا گیا اور پوچھنے لگا۔

''کیا ہوا۔۔ بچہ کون لے گیا۔۔۔۔؟''

ابھی ابھی ایک بھیڑیا آیا اور بچے کو اٹھا کر لے گیا۔۔۔۔جلدی کرو اس کا پیچھا کرو۔۔۔جلدی کرو!

گڈریئے کی بیوی بری طرح چیخنے اور رونے لگی

''دوڑو دوڑو۔۔۔۔۔۔میرے بچے کو بچاؤ!''

یہی وہ موقع تھا جس کے انتظار میں کتا تھا وہ اٹھا اور چھلانگ لگا کر بھیڑیئے کے پیچھے بھاگنے لگا اس نے پوری طاقت سے دوڑنا شروع کر دیا لیکن کہاں بھیڑیا اور کہاں بوڑھا کتا۔۔۔اگر ان میں پہلے سے بات طے نہ ہوتی تو وہ اسے قیامت تک نہیں پکڑ سکتا تھا لیکن وہاں تو بھیڑیا خود اس کا منتظر تھا اس نے کتے کو آتے دیکھا تو اپنی رفتار آہستہ کر دی تا کہ وہ جلد سے جلد اس تک پہنچ جائے ۔۔۔اور پھر جیسے ہی کتا اس کے قریب پہنچا، بھیڑیئے نے بچے کو وہیں چھوڑا اور خود چھلانگیں لگاتا ہوا قریبی جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ کتے نے آگے بڑھ کے بچے کو اٹھایا اور تھوڑی ہی

دیر میں اسے لے کر اس جگہ آ گیا جہاں گڈریا اور اس کی بیوی کھڑے شور کر رہے تھے۔ ان دونوں نے کتے کو بھیڑیئے کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اب یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ وہ بچے کو واپس لے آیا تھا۔ دونوں نے جلدی سے بھاگ کر بچے کو گود میں لیا اور اس کو پیار کرنے لگے۔

''دیکھا تم نے۔۔۔۔۔۔۔؟!''

گڈریئے کی بیوی ممنون نظروں سے کتے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''جس کتے کو تم گولی مارنے والے تھے وہ کس قدر وفادار ہے۔ اگر آج یہ نہ ہوتا تو بھیڑیا ہمارے بچے کو لے گیا تھا۔۔۔۔!''

''ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔۔۔۔۔۔۔واقعی یہ بہت وفادار جانور ہے۔''

گڈریئے نے کتے کے جسم پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

''بوڑھے سلطان نے ہمارے بچے کی جان بچائی ہے اس نے ہم پر بہت بڑا احسان کے ہے اب ہمیں ہر طرح سے اس کی خدمت کر کے اسے آرام پہنچانا چاہیے تا کہ یہ بڑھاپے میں سکون سے زندگی گزارے۔''

پھر وہ اپنی بیوی کو مخاطب کر کے بولا

''اب تم جلدی کرو اور سلطان کو گھر لے کر جاؤ یہ کل سے بھوکا ہے، اسے اچھا اچھا کھانے کو دو تا کہ یہ سیر ہو کر کھائے اور ہاں، اسے میرے پرانے بستر پر لٹاؤ تا کہ آرام سے سویا کرے اب یہ جب تک زندہ رہے گا ہم اس کی خدمت کریں گے''

چنانچہ اس روز کے بعد بوڑھے سلطان کی خوب خدمت ہونے لگی اور وہ اسی گھر

میں جہاں اس کو ہلاک کرنے کا سوچ رہا تھا، مزے سے زندگی گزارنے لگا۔

اب ہوا یہ کہ کچھ دنوں بعد وہی بھیڑیا آیا اور کتے سے کہنے لگا

''میرے اچھے دوست! مجھے تم سے ایک کام پڑ گیا ہے امید ہے تم میری مدد کرو گے؟''

''بتاؤ۔۔۔۔۔ کیا کام ہے۔۔۔؟''

کتے نے دریافت کیا جس پر بھیڑیا بولا

''میں بھیڑ کے لذیذ گوشت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں اس میں تم میری مدد کرو۔ میں تمہارے بوڑھے گڈریئے کے باڑے سے بھیڑ اٹھانے آؤں گا، تم بالکل خاموش رہنا اور بھونکنا نہیں۔ اس طرح میں بھیڑ اٹھا کے لے جاؤں گا اور مزے سے اس کا لذیذ گوشت کھاؤں گا۔''

یہ سن کر کتے نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا

''نہیں۔۔۔۔ میں ایسا نہیں کر سکتا میں اپنے مالک کا وفادار ہوں''

''میں نے تمہاری جان بچائی تھی اور تم میرے لیے یہ چھوٹا سا کام نہیں کر سکتے؟''

بھیڑیئے نے اپنا احسان جتایا

''ٹھیک ہے میں اس کے لیے تمہارا ممنون ہوں مگر میں اپنے مالک سے غداری نہیں کر سکتا۔''

کتے نے جواب دیا

''دیکھو۔۔۔۔ہم دونوں دوست ہیں اور ہمیں ایک دوسرے کے کام آنا چاہیے''

بھیڑیئے نے یہ کہا اور وہاں سے چلا گیا گو کتے نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن بھیڑیئے کا خیال تھا کہ وہ مذاق کر رہا ہے، وہ اس کی مدد ضرور کرے گا اور یہی کچھ سوچ کر وہ رات کے وقت آیا تا کہ کوئی پلی ہوئی بھیڑ اٹھا کر لے جائے اور اس کا لذیذ گوشت کھا کے لطف اٹھائے دوسری طرف کتے نے اپنے مالک کو ساری بات بتا دی تھی اس نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ

''آج رات بھیڑیا بھیڑ اٹھانے کے لیے آئے گا''

گڈریا ہوشیار ہو گیا تھا۔وہ شام ہی سے ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر باڑے میں آ گیا اور باڑے کے دروازے کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا بھیڑیئے کو تو پورا یقین تھا کہ کتا اس کی مدد کرے گا اس لیے وہ رات کو بے دھڑک باڑے میں آیا اور ادھر ادھر گھوم کر اچھی سی بھیڑ تلاش کرنے لگا۔اس کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہاں گڈریا چھپا بیٹھا ہو گا۔ابھی وہ بھیڑ پسند ہی کر رہا تھا کہ اچانک گڈریا اٹھا اور اس نے لپک کر بھیڑیئے پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے اس ناگہانی حملے سے بھیڑیا گھبرا گیا پھر اسے چوٹیں بھی بہت آئیں تھیں لہٰذا اس نے بھاگنے ہی میں خیریت جانی ۔جب وہ باڑے سے نکل کر چیختا ہوا بھاگ رہا تھا تو اسے کتا نظر آیا۔

''تم غدار ہو۔۔۔تم نے مجھ سے غداری کی ہے۔''

وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا

''میں تم سے انتقام لوں گا۔۔۔۔میں تمہیں اس غداری کا مزا چکھاؤں گا''

وہ یہ کہتا ہوا اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

دوسری صبح بھیڑیئے نے جنگلی سور کو بھیجا اور کتے کو چیلنج کرتے ہوئے کہا

''تم جنگل میں آؤ اور میرے ساتھ مقابلہ کرو۔۔۔۔۔اس طرح ہم دونوں کا فیصلہ ہو گا۔''

کتے نے جواب میں کہلا بھیجا۔۔۔۔

''ٹھیک ہے۔۔۔۔میں مقابلے کے لیے ضرور آؤں گا۔۔۔۔۔۔میرا انتظار کرو۔''

اب مسئلہ یہ تھا کہ کتے کا کوئی ایسا ساتھی نہ تھا جو اس موقع پر اس کا ساتھ دیتا۔وہ دل میں سوچنے لگا۔

''ایک تو بھیڑیا خود طاقتور ہے، پھر اس کے ساتھ جنگلی سور بھی ہے اور میں اکیلا ہوں گا''

اتفاق سے گڈریئے کی ایک بلی تھی جو لنگڑی تھی کتے نے اسی کو غنیمت جانا اور اس سے کہا

''مجھے بھیڑیئے سے مقابلہ کرنا ہے اس کے ساتھ جنگلی سور بھی ہے۔کیا تم میرا ساتھ دو گی؟''

''کیوں نہیں۔۔۔۔۔کیوں نہیں!''

لنگڑی بلی نے جواب دیا

''ہم برسوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہ رہے ہیں اب تم پر وقت پڑا ہے تو میں ضرور تمہارا ساتھ دوں گی''

بلی فوراً راضی ہو گئی اور کتا اسے لے کر جنگل کی طرف چل دیا آگے آگے کتا چلا جا رہا تھا اور اس کے پیچھے بلی لنگڑاتی ہوئی مشکل سے چل رہی تھی وہ جب لنگڑاتی ہوئی قدم اٹھاتی تو اس کی سیدھی اٹھی ہوئی دم کبھی اوپر اور کبھی نیچے ہوتی۔ اس طرح چلتے ہوئے وہ دونوں جنگل کے قریب پہنچ گئے۔

دوسری جانب بھیڑیا اور جنگلی سور ان کے انتظار میں تھے وہ دونوں زمین پر کھڑے تھے کہ اتنے میں انہیں اپنے دشمن آتے ہوئے دکھائی دیئے انہوں نے دیکھا کہ بلی کی لمبی دم فضا میں سیدھی اوپر اٹھی ہوئی تھی وہ سمجھے، بلی نے تلوار اٹھا رکھی ہے جس سے سلطان جنگ کرے گا ہر بار جب بلی لنگڑاتی ہوئی جھکتی تو وہ سمجھتے کہ بلی پتھر اٹھا رہی ہے وہ ان پر پتھر برسائے گی اور سلطان تلوار سے حملہ کرے گا یہ دیکھ کر بھیڑیا کہنے لگا۔

''ہم اس طرح ان سے نہیں لڑ سکیں گے''

اس پر جنگلی سور نے بھی خوفزدہ سا ہو کر اس کی ہاں میں ہاں ملائی

''تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔ اس طرح ہم انہیں شکست نہیں دے سکتے۔''

چنانچہ جنگلی سور جلدی سے قریب کی ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا اور بھیڑیا چھلانگ لگا کر ایک درخت پر چڑھ کے بیٹھ گیا۔

کتا اور بلی جب مقررہ جگہ پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں کوئی بھی نہیں

تھا بھیڑیا بھی موجود نہیں تھا اور جنگلی سور بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں مگر کوئی دکھائی نہ دیا اتفاق کی بات کہ جنگلی سور اپنے آپ کو جھاڑی کی اوٹ میں پوری طرح چھپا نہیں سکا تھا۔ اس کے کان نظر آ رہے تھے اتنے میں اس نے اپنا کان ہلایا تو بلی کی اس پر نظر پڑ گئی وہ سمجھی کوئی چوہا ہے۔۔۔۔بس پھر کیا تھا؟ وہ گولی کی سی تیزی سے اس طرف دوڑی اور اس پر جھپٹ پڑی اس نے سور کے کان کو کاٹ کھایا اور پنجوں سے کھرچنے لگی یہ تکلیف برداشت کرنا سور کے بس سے باہر تھا وہ چھلانگ لگا کر جھاڑی سے اوٹ سے نکلا اور چیختا، غراتا، پھنکارتا یہ کہتا ہوا ایک طرف کو بھاگنے لگا۔

''اوپر درخت پر دیکھو۔۔۔۔۔۔اوپر درخت پر دیکھو۔۔۔۔جس کا قصور ہے وہ اوپر بیٹھا ہے۔''

یہ سن کر کتے اور بلی نے جلدی سے اوپر نظریں اٹھائیں دیکھا تو بھیڑیا درخت کی شاخوں میں چھپا بیٹھا تھا اس وقت اس کی حالت دیکھنے والی تھی خوف سے ایسے کانپ رہا تھا جیسے ابھی نیچے آ گرے گا۔

''اے بزدل بدمعاش! نیچے اترو۔۔۔۔۔۔!''

کتے نے بلند آواز میں کہا

''تم نے تو لڑنے کا چیلنج دیا تھا۔۔۔۔۔۔اب آؤ مقابلہ کرو۔۔۔۔؟''

بلی اسے للکارتے ہوئے بولی مگر بھیڑیئے میں اب اتنی ہمت کہاں تھی جو وہ نیچے آتا۔ اس نے معذرت اور منت کے لہجے میں کہا

''اے دوست سلطان۔۔۔۔۔۔مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔۔میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔۔۔۔۔میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایک اچھے دوست کی طرح رہوں گا۔''

بوڑھے سلطان نے اسے معاف کر دیا او روہ درخت سے نیچے اتر آیا۔۔۔۔۔اس کے بعد واقعی وہ ایک اچھے دوست کی طرح رہا اور اس طرح بھیڑیا اور کتا پھر سے ایک دوسرے کے سچے دوست بن گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

کسان کا بیوقوف بیٹا

(The Measant and his Three Sons)

کسی جگہ ایک کسان رہتا تھا جس کے تین نوجوان بیٹے تھے وہ دونوں بڑے بیٹوں کو بہت چاہتا تھا اور ہر وقت ان کی تعریف کرتا رہتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں ذہین اور ہوشیار تھے اس کے برعکس تیسرے اور سب سے چھوٹے بیٹے کی اکثر پٹائی ہوتی رہتی تھی۔ اس کا باپ کبھی اس کی بیوقوفی پر اسے مارتا اور کبھی اس کے اناڑی پن سے عاجز آ کر اسے برا بھلا کہنے لگتا۔ اس کے دونوں بڑے بھائی بھی اس کا مذاق اڑاتے اور اسے بیوقوف کہہ کر پکارتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے بڑا بیٹا اپنے باپ سے کہنے لگا

''ابا جان! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں؟''

''وہ کیوں۔۔۔۔؟''

باپ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا اس پر نوجوان نے جواب دیا

''میں اپنی قسمت خود بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے سفر پر جانے کا ارادہ ہے۔''

کسان بیٹے کے اس ارادے کا سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے اسے اجازت دے دی چنانچہ جونہی باپ نے اجازت دی نوجوان نے اپنی چھڑی ہاتھ میں لی اور

سب کو خدا حافظ کہہ کے سفر پر روانہ ہو گیا۔

ابھی نوجوان نے بہت زیادہ سفر طے نہیں کیا تھا کہ راستے میں اسے ایک آدمی ملا وہ صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے تھا اور چہرے مہرے سے مہذب نظر آ رہا تھا اس نے نوجوان کو جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا

''اے نوجوان! تم کہاں جا رہے ہو؟''

جواب میں نوجوان نے اسے بتایا

''میں اپنی قسمت خود بنانا چاہتا ہوں اس لیے سفر پر جا رہا ہوں''

اس نے اتنا کہا اور قدم آگے بڑھانے ہی والا تھا کہ وہ آدمی بولا۔

''ذرا ٹھہرو۔۔۔۔۔۔میری بات سنو''

نوجوان اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا

''تمہیں سفر پر کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے تم اپنی قسمت یہیں اور اسی وقت بنا سکتے ہو۔''

''وہ کیسے۔۔۔؟ مجھے جلدی بتاؤ۔۔۔؟''

نوجوان نے بے صبری سے دریافت کیا اور اشتیاق بھری نظروں سے اس آدمی کو دیکھنے لگا۔

''تمہاری قسمت ابھی بن سکتی ہے۔۔۔۔''

اس آدمی نے کہنا شروع کیا

''مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔سونا چاہتے ہو، چاندی چاہتے ہو یا کوئی

فن سیکھنا چاہتے ہو۔۔۔۔؟''

جیسے ہی اس نے یہ پوچھا نوجوان جلدی سے بول پڑا

''مجھے سونا چاہیے۔۔۔۔!''

''اچھا۔۔۔۔۔اگر تم سونا چاہتے ہو تو لو۔۔۔۔۔یہ سونا ہے''

اتنا کہنے کے ساتھ ہی آدمی نے ایک تھیلا نوجوان کو دیا جو سونے سے بھرا ہوا تھا۔

نوجوان سونے سے بھرا ہوا تھیلا دیکھ کر اس قدر خوش ہوا کہ اس آدمی کا شکریہ ادا کرنا بھی بھول گیا اور تھیلا اٹھا کر جلدی جلدی واپس گھر کی طرف چل دیا۔ اس طرح جب وہ اپنے گھر پہنچا اور اس نے باپ کو سونے سے بھرا ہوا تھیلا دیا تو وہ خوشی سے دیوانہ سا ہو گیا خوش ہوتے ہوئے بولا

''دیکھو، میں نہ کہتا تھا میرا یہ بیٹا بہت ذہین اور ہوشیار ہے''

اب کسان اپنے بڑے بیٹے کو پہلے سے بھی زیادہ چاہنے لگا تھا دوسری طرف جب منجھلے بیٹے نے اپنے بھائی کی داستان سنی تو اس کا دل بھی مچلنے لگا وہ اپنے دل ہی دل میں سوچنے لگا۔

''مجھے بھی اپنی قسمت آزمائی کے لیے جانا چاہیے۔''

اور پھر ہوا بھی یہی۔۔۔۔ایک روز اس نے بھی اپنے باپ سے کہا

''ابا جان! میں بھی اپنی قسمت خود بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے مجھے بھی سفر کی اجازت دیں؟''

کسان نے اسے بھی اجازت دے دی اور وہ بھی سب کو خدا حافظ کہہ کے سفر پر چل دیا چلنے سے پہلے اس نے بڑے بھائی سے راستہ دریافت کر لیا تھا اور اب اسی راستے پر چلا جا رہا تھا۔

نوجوان ابھی بہت زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اسے بھی وہی آدمی ملا جو اس کے بھائی کو ملا تھا آدمی نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو روک کر پوچھا

نوجوان تو پہلے ہی سے اس آدمی کا منتظر تھا جلدی سے بولا

''میں اپنی قسمت خود بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے سفر پر جا رہا ہوں''

''لیکن اس کے لیے تمہیں سفر پر جانے کی ضرورت نہیں۔۔۔تم اپنی قسمت یہیں اور اسی وقت بنا سکتے ہو''

اس آدمی نے یہ کہا اور پھر پوچھنے لگا

''مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔۔۔سونا چاہتے ہو، چاندی چاہتے ہو، یا کوئی فن سیکھنا چاہتے ہو۔۔۔۔؟''

''مجھے چاندی چاہیے!''

نوجوان نے جلدی سے جواب دیا

''ٹھیک ہے۔۔۔تم چاندی چاہتے ہو تو لو یہ چاندی ہے''

اتنا کہنے کے ساتھ ہی آدمی نے اسے چاندی سے بھرا ہوا ایک تھیلا دیا نوجوان نے جلدی سے چاندی سے بھرا ہوا تھیلا پکڑا اور اسے کاندھے پر رکھ کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔اس طرح تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ بہت جلد اپنے گھر پہنچ گیا اس نے گھر

جاتے ہی چاندی سے بھرا ہوا تھیلا باپ کے آگے رکھ دیا اور کہا

"دیکھو، میں نے بھی اپنی قسمت خود بنالی ہے۔"

"شاباش ۔۔۔۔۔۔ بیٹے شاباش ۔۔۔۔۔ تم دونوں بہت عقلمند اور ہوشیار بیٹے ہو"

کسان خوش ہوتے ہوئے بولا وہ تو پہلے ہی ان دونوں سے زیادہ محبت کرتا تھا اور اب جبکہ دونوں سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھیلے لائے تھے وہ ان کو دل و جان سے چاہنے لگا سب سے چھوٹا بیٹا جسے پہلے ہی لعنت وملامت کی جاتی تھی، اب اور زیادہ حقیر ہو گیا تھا پہلے تو صرف اس کا باپ ہی اس کو مارا پیٹا کرتا تھا لیکن اب دونوں بڑے بھائی بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے تھے وہ اس کا زیادہ مذاق اڑانے لگے تھے اور مار پیٹ سے بھی گریز نہیں کرتے تھے اس طرح چھوٹے بیٹے کے لیے گھر میں رہنا دوبھر ہو گیا تھا مگر وہ مجبور تھا بیچارہ کہاں جاتا؟

آخر، ایک دن ہوا یہ کہ دونوں بڑے بھائیوں نے چھوٹے بھائی کو بہت مارا۔۔۔۔۔۔ اتنا مارا کہ اب اس کا گھر میں رہنا مشکل ہو گیا اس نے اپنی چھڑی ہاتھ میں لی اور گھر سے نکل کر چل پڑا۔

کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ وہ بھی اسی راستے پر سفر کرنے لگا جس پر اس کے دونوں بھائی گئے تھے ابھی اس نے کچھ ہی راستہ طے کیا ہو گا کہ اسے وہی آدمی مل گیا جو اس کے بھائیوں کو ملا تھا، اس نے نوجوان کو روک کر دریافت کیا۔

"اے نوجوان! تم کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

جواب میں اس نے مایوس لہجے میں بتایا

''میرے دونوں بڑے بھائیوں نے اپنی قسمت خود بنالی ہے ایک سونا لایا ہے اور دوسرا چاندی مگر میں بدقسمت ہوں یہی وجہ ہے کہ میرا باپ بھی مجھے حقیر سمجھتا ہے''

اتنا کہہ کے نوجوان بری طرح آنسو بہانے لگا آدمی نے اس کی ڈھارس بندھائی

''گھبرانے کی بات نہیں ۔۔۔حوصلہ رکھو''

پھر وہ اس سے کہنے لگا

''تم بھی اپنے بھائیوں کی طرح اسی وقت اور یہیں اپنی قسمت بنا سکتے ہو۔۔۔۔۔۔بتاؤ تمہیں سونا چاندی چاہیے یا تم کوئی ہنر سیکھنا چاہتے ہو۔۔۔۔؟''

''مجھے سونا چاندی نہیں چاہیے۔۔۔۔!''

نوجوان اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا

''میں کوئی ہنر سیکھنا چاہتا ہوں''

''ٹھیک ہے۔۔۔۔میں تمہیں ایسا ہنر سکھاتا ہوں جو کسی کو نہ آتا ہوگا تم جو روپ چاہو گے بدل سکو گے۔''

آدمی نے اس کے کندھے تھپتھپاتے ہوئے کہا اور بتایا

''اگر تم سونے کا کبوتر بننا چاہو تو اپنے بازو اس طرح پھیلاؤ جیسے تم اڑنے لگے ہو۔اگر تم سونے کی مچھلی بننا چاہو تو اپنے آپ کو پانی میں اس طرح ڈال دو جیسے تم تیرنے لگے ہو۔اور اگر تم سونے کا خرگوش بننا چاہو تو اپنی ٹانگوں کے ساتھ ہاتھوں کو

بھی ٹانگیں بنا کر بھاگنا شروع کر دو۔۔۔!"

وہ آدمی یہ سب کچھ بتا رہا تھا اور نوجوان حیران ہو کر اسے دیکھ رہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

"اگر تم نے ایسا کیا تو تم ہر رکاوٹ عبور کر لو گے اور ہر مشکل پر قابو پا لو گے"

اس آدمی نے یہ الفاظ کہے اور اس کے ساتھ ہی غائب ہو گیا نوجوان تھوڑی دیر تک وہاں حیران و پریشان کھڑا رہا اور پھر آگے چل دیا۔

نوجوان اپنے سفر پر چلا جا رہا تھا ایک جگہ اس نے دیکھا تو وہاں لوگوں کو بادشاہ کی فوج کے لیے بھرتی کیا جا رہا تھا اس بادشاہ کے خلاف حال ہی میں دشمن نے جنگ چھیڑ دی تھی اور اسی لیے لوگوں کو فوج میں بھرتی کیا جا رہا تھا نوجوان اپنی زندگی سے مایوس ہو کر آیا تھا اور اب واپس گھر نہیں جانا چاہتا تھا اس لیے وہ خوشی خوشی بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہو گیا اور دوسرے فوجیوں کے ساتھ مل کے میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب بادشاہ کئی دن کی مسافت کے بعد اپنی فوج لے کر دشمن کے قریب پہنچا تو اچانک اسے کچھ یاد آ گیا وہ پریشان سا ہو گیا دراصل وہ چند ایسی دستاویزات محل میں بھول آیا تھا جس کا ساتھ لانا نہایت ضروری تھا اس نے امیروں وزیروں سے مشورہ کیا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا ہو سکتا ہے۔ محل وہاں سے کئی روز کی مسافت پر تھا اور جلد دستاویزات لانا ممکن نہ تھا دوسری طرف دشمن سر پر کھڑا تھا آخر بادشاہ نے اعلان کیا۔

''اگر کوئی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر دستاویزات لے آئے تو میں اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا''

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ وعدہ بھی کیا

''وہی آدمی میرے بعد میرے تخت وتاج کا وارث ہوگا''

بادشاہ کا یہ اعلان ایسا تھا کہ ہر شخص جان کی بازی لگانے پر تیار ہو جاتا لیکن سب جانتے تھے کہ محل تک جانے اور پھر واپس آنے کے لیے کئی روز درکار تھے چوبیس گھنٹے میں واپس آنا تو کجا محل تک پہنچا بھی نہیں جا سکتا تھا یہی کچھ سوچ کر ہر شخص خاموش تھا کہ اتنے میں بیوقوف نوجوان بول پڑا۔

''حضور والا! یہ کام میں کروں گا''

سب نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا خود بادشاہ بھی اپنی جگہ تعجب میں تھا مگر نوجوان بڑا مطمئن دکھائی دے رہا تھا اس وقت وہ یوں کھڑا تھا جیسے جانے کی اجازت طلب کر رہا ہو یہی دیکھ کر بادشاہ نے اس سے کہا

''اگر تم یہ کام کر سکتے ہو تو ایک لمحے کی دیر بھی مت کرو ہم اپنے وعدے پر قائم ہیں۔''

جونہی بادشاہ نے اجازت دی نوجوان فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا تھوڑی دور آ کر اس نے سونے کے خرگوش کا روپ بھرا اور گولی کی سی تیزی سے دوڑنے لگا راستے میں ایک گھنا جنگل تھا جو میلوں تک پھیلا ہوا تھا جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے اپنے آپ کو سونے کے کبوتر کے روپ میں بدل لیا اور پرواز کرتا ہوا جنگل پار کر گیا۔ اسی

طرح چلتے ہوئے وہ ایک بہت بڑی جھیل کے پاس آیا جھیل اس قدر بڑی تھی کہ اسے پار کرنا ممکن نہ تھا اسے یاد آیا کہ جو آدمی جنگل میں ملا تھا اس نے سونے کی مچھلی بننے کے لیے بھی کہا تھا۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا اور پانی میں مچھلی کی طرح تیر نے کے لیے کودنے ہی والا تھا کہ اس نے کسی جانور کی بڑی دردناک آواز سنی کان لگا کر سنا تو کوئی چھوٹا جانور درد سے بلکتے ہوئے چوں چوں کر رہا تھا اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو ایک چوہا دکھائی دیا جو ایک جال میں پھنسا ہوا تھا چوہا اسے دیکھتے ہی منت کے لہجے میں بولا

''مجھے اس جال سے نجات دلا دو میں تمہاری مدد کروں گا''

''تم میری مدد کیسے کر سکتے ہو۔۔۔؟''

نوجوان نے جواب میں کہا مگر وہ اس سے پہلے چوہے کی جان بچانے کے لیے تیار ہو چکا تھا اور پانی میں چھلانگ لگانے ہی والا تھا۔

''مجھے بچاؤ میری مدد کرو میں یقین دلاتا ہوں کہ میری جان بچا کر تمہیں افسوس نہیں ہوگا۔''

چوہا اس کی منت کرنے لگا

''ٹھیک ہے۔۔۔۔ گھبراؤ نہیں۔۔۔۔ میں تمہاری مدد کرتا ہوں''

نوجوان نے جلدی سے آگے بڑھ کر چوہے کو جال میں سے نکالا اور اسے ایک طرف پھینک کر کہا

''جاؤ۔۔۔۔ بھاگ جاؤ!''

اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو پانی میں گرا دیا اور مچھلی کی طرح تیرتا ہوا بہت جلد ہی دوسرے کنارے پر پہنچ گیا پھر وہ وہاں سے دوبارہ سونے کے خرگوش کا روپ بدل کر دوڑتا ہوا بہت جلد محل تک پہنچ گیا وہاں جا کر اس نے ملکہ تک رسائی حاصل کی اور اس بادشاہ کی دستاویزات کے بارے میں بتایا ملکہ نے فوراً اسے دستاویزات دیدیں لیکن اس کے ساتھ ہی پوچھنے لگی۔

"تم نے اتنا طویل سفر اتنے کم وقت میں کیسے طے کر لیا؟"

جواب میں نوجوان نے اپنی خوش قسمتی کے بارے میں بتایا کہ ایک آدمی نے اسے یہ طاقت عطا کی ہے وہ سونے کا خرگوش، سونے کا کبوتر اور سونے کی مچھلی بن سکتا ہے اسی لیے وہ اتنے کم وقت میں یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہے مگر ملکہ کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا وہ کہنے لگی

"اگر واقعی ایسا ہے تو مجھے سونے کا خرگوش، کبوتر اور مچھلی بن کر دکھاؤ!"

نوجوان کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا وہ اس وقت پہلے سونے کا خرگوش بنا، پھر سونے کا کبوتر بن گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سونے کی مچھلی کا روپ دھار لیا۔ ملکہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور چاہتی تھی کہ اس کی کوئی نشانی رکھ لے چنانچہ اس نے خرگوش کے بالوں کا گچھا، کبوتر کے دو چار پر اور مچھلی کے چند چھلکے اتار کر اپنے پاس رکھ لیے اور نوجوان کو ایک رومال دیا جو بہت قیمتی تھا جس پر سونے سے کڑھائی کی گئی تھی اس کے بعد وہ کہنے لگی۔

"اب تم فوراً واپس جاؤ اور جلد سے جلد یہ دستاویزات بادشاہ کو پہنچا دو"

نوجوان اسی وقت بادشاہ کی جانب چل دیا واپسی پر جب اس نے جھیل پار کی تو اس وقت تک وہ بہت تھک چکا تھا اس بادشاہ کی دی ہوئی مہلت میں چند گھنٹے باقی تھے اس لیے سوچنے لگا۔

''ذرا سا ستالوں اس کے بعد چلوں گا''

وہ جھیل کے کنارے لیٹ گیا اور تھکاوٹ کی وجہ سے لیٹتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی جب وہ سویا ہوا تھا تو ایک ڈاکو ادھر آنکلا اس نے دیکھا کہ یہ وہی دستاویزات ہیں جن کی بادشاہ کو ضرورت ہے اور جس کے لانے والے سے شہزادی کی شادی کر دی جائے گی یہ دیکھ کر وہ چپکے سے آگے بڑھا اور اس نے وہ دستاویزات نکال لیں مگر عین اس وقت نوجوان جاگ گیا۔ڈاکو نے اسے جاگتے دیکھا تو فوراً اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا اور دستاویزات لے کر خود بادشاہ کے پاس پہنچ گیا بادشاہ نے دستاویزات دیکھیں تو بہت خوش ہوا اس خوشی میں وہ یہ بھی بھول گیا کہ دستاویزات لینے کوئی اور گیا تھا اور لے کوئی اور آیا ہے۔ اسے تو یہی خوشی کافی تھی کہ دستاویزات آ گئی ہیں ۔اس نے ڈاکو کو شاباش دیتے ہوئے کہا۔

''ہم تمہاری بہادری سے بہت خوش ہیں اور جنگ ختم ہوتے ہی ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔''

اور پھر ہوا بھی یہی جنگ میں بادشاہ کو فتح ہوئی اور واپس آ کر اس نے اعلان کر دیا۔

''اب ہم اس بہادر نوجوان سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتے ہیں جو

دستاویزات لے کر گیا تھا۔"

اور دوسرے روز شہزادی کی شادی کی جانے والی تھی۔

اب ذرا دوسری طرف کی سنئے وہی چوہا جس کو نوجوان نے بچایا تھا، جھیل کے کنارے گھومتا ہوا ادھر آ نکلا۔ اس نے دیکھا تو وہ نوجوان مرا پڑا تھا جس نے اس کی زندگی بچائی تھی اس نے جلدی سے اپنے تھیلے میں سے ایک چھوٹی سی بانسری نکالی اور اسے بجانے لگا۔ بانسری کا بجانا تھا کہ نوجوان نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو اس کے پاس وہی چوہا کھڑا تھا جس کی اس نے مدد کی تھی اور اب وہ اس کا نجات دہندہ بن گیا تھا۔ نوجوان نے اپنے آپ کا جائزہ لیا تو اندازہ ہوا کہ کسی نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور دستاویزات لے گیا ہے۔ وہ اسی کے بارے میں سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ چوہا جلدی سے بولا۔

"یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔۔۔۔ جلدی کرو اور تیار ہو جاؤ"

پھر وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگا

"کل شہزادی کی شادی کی جا رہی ہے۔۔۔۔ اگر تم جلدی کرو تو ہو سکتا ہے وقت پر وہاں پہنچ جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے نوجوان کو ایک وائلن دیا اور کہا

"یہ وائلن ساتھ لے جاؤ جب تم اسے بجاؤ گے تو ہر وہ آدمی جو اس کی آواز سنے گا ناچنے لگے گا بس اب جلدی کرو اور روانہ ہو جاؤ۔"

نوجوان نے وہ وائلن لیا اور چوہے کا شکریہ ادا کر کے چلنے کے لیے تیار ہو گیا اس

نے جھیل کے کنارے کھڑے ہو کر پانی میں چھلانگ لگائی اور مچھلی کے روپ میں تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔اور پھر بہت جلد بادشاہ کے محل تک پہنچ گیا۔

نوجوان بادشاہ کے محل میں سب سے پہلے باورچی خانے میں گیا۔وہاں جاتے ہی اس نے چوہے کا دیا ہوا وائلن بجانا شروع کر دیا۔وائلن کا بجانا تھا کہ باورچی اور اس کے ساتھ کام کرنے والی خواتین سب ناچنے لگیں۔نوجوان وائلن بجا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ خود بری طرح رو بھی رہا تھا۔جب وہ اپنے آنسو پونچھ رہا تھا تو اچانک وہاں ملکہ آ گئی۔اس نے نوجوان کے ہاتھ میں اپنا دیا ہوا رومال دیکھا تو پہچان گئی۔اتنے میں بادشاہ بھی وہاں آ گیا اور حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔؟''

جواب میں نوجوان نے اپنی پوری کہانی بیان کی اس نے شروع سے آخر تک بتایا کہ کس طرح دستاویزات لے کر جا رہا تھا کہ راستے میں جھیل کے کنارے سو گیا۔اسی دوران میں ایک ڈاکو نے دستاویزات چرا کے اسے قتل کر دیا اور بعد میں چوہے نے اسے دوبارہ زندگی دی اب وہی ڈاکو دھوکا دے کر شہزادی سے شادی کر رہا ہے۔نوجوان کی یہ باتیں سن کر بادشاہ بڑا حیران ہوا اسے یقین نہیں آ رہا تھا اس لیے کہنے لگا۔

''مگر ہم تمہاری کہانی کو سچ کیسے مان لیں۔۔۔۔؟''

عین اس وقت ملکہ بولی

''ابھی اس بات کا پتا چل جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون''

اتنا کہہ کے اس نے نوجوان سے کہا

''اگر تم سچے ہوتو باری باری سونے کا خرگوش، سونے کا کبوتر اور سونے کی مچھلی بن کے دکھاؤ۔۔۔۔۔؟''

''میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں''

نوجوان نے یہ کہا اور اسی وقت سونے کا خرگوش بن گیا۔ ملکہ نے جلدی سے خرگوش کے بالوں کا وہ گچھا نکالا جو اس نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ دیکھا تو خرگوش کے جسم سے ایک جگہ کے بال کم تھے۔ اس کے بعد نوجوان سونے کا کبوتر بنا، ملکہ نے اسی وقت وہ پر نکالے جو اس کے پاس تھے انہیں کبوتر کے جسم سے لگا کر دیکھا تو واقعی وہاں سے پر کم تھے۔ آخر میں نوجوان نے سونے کی مچھلی کا روپ دھارا ملکہ نے مچھلی کے وہ چھلکے نکالے جو اس کے پاس نشانی کے طور پر محفوظ تھے۔ اس نے دیکھا تو واقعی مچھلی کے جسم پر ایک جگہ سے چھلکے کم تھے ملکہ نے اس کا امتحان لے لیا تھا۔ وہ بادشاہ سے کہنے لگی۔

''یہی وہ نوجوان ہے جس کو میں نے دستاویزات دی تھیں۔۔۔ یہ سچ کہہ رہا ہے۔''

بادشاہ کو بھی یقین ہو گیا تھا اس نے اسی وقت ڈاکو کو پھانسی پر چڑھا دیا اور کسان کے بیوقوف بیٹے سے شہزادی کی شادی کر دی۔۔۔۔ پھر بادشاہ کی موت کے بعد وہ تخت و تاج کا مالک بن گیا اور ایک طویل عرصہ تک لوگ اس کی حکومت میں خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

گانے والی لارک

(The Singing Lark)

کسی شہر میں ایک تاجر رہتا تھا جس کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بار ہوا یہ کہ تاجر کو کسی لمبے سفر پر جانا پڑ گیا۔ اس نے سوچا، اپنی بیٹیوں کے لیے کوئی تحفہ لانا چاہیے مگر اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا لائے؟ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''کیوں نہ اپنی بیٹیوں ہی سے دریافت کر لوں؟''

چنانچہ سب سے پہلے اس نے اپنی بڑی بیٹی سے دریافت کیا

''بیٹی! بتاؤ تمہارے لیے کیا تحفہ لاؤں ـــــــــ؟''

بڑی بیٹی نے جواب دیا

''ابا! میرے لیے موتی لانا!''

اس کے بعد تاجر نے اپنی منجھلی بیٹی سے پوچھا

''بیٹی! تم بتاؤ ـــــ تمہارے لیے کیا تحفہ لاؤں ـــــ؟''

منجھلی بیٹی نے اپنی پسند بتاتے ہوئے کہا

''ابا! میرے لیے ہیرے لانا!''

آخر میں تاجر نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی جس کا نام للّی تھا اس کی پسند دریافت کی۔

''بیٹی! تمہیں کیا چیز پسند ہے میں تمہارے لیے کیا تحفہ لاؤں؟''

جواب میں چھوٹی بیٹی بولی

''پیارے ابا۔۔۔۔میرے لیے اونچا اڑنے اور گانے والی لارک لانا''

تاجر کو معلوم تو نہیں تھا کہ اونچا اڑنے اور گانے والی لارک اسے کہاں سے ملے گی تاہم اس نے کہا۔

''اچھی بیٹی! میں کوشش کروں گا کہ تمہاری تمنا پوری کروں۔''

اس نے اپنی تینوں بیٹیوں کو باری باری پیار کیا اور بیوی کو خدا حافظ کہہ کے اپنے سفر کے لیے روانہ ہو گیا۔

تاجر اپنے کاروبار میں مصروف رہا اور کچھ عرصہ بعد جب واپسی کا ارادہ کیا تو اسے اپنی بیٹیوں کے تحفے یاد آئے۔اس نے بڑی بیٹی کے لیے اچھے سے اچھے موتی خریدے، منجھلی کے لیے ہیرے بھی خرید لیے لیکن سب سے چھوٹی بیٹی کی پسند کہیں نہ ملی۔اس نے جگہ جگہ تلاش کی، لوگوں سے دریافت کیا مگر اونچا اڑنے اور گانے والی لارک کہیں نظر نہ آئی۔یہ دیکھ کر وہ بڑا مایوس ہوا۔اس کی چھوٹی بیٹی للّی اسے سب سے زیادہ پیاری تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے لیے تحفہ لیے بغیر واپس جائے۔اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''مجھے ہر صورت میں گانے والی لارک حاصل کرنی چاہیے۔''

وہ اسی پریشانی میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔گھومتے گھامتے ایک قلعے کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اسے ایک درخت پر لارک بیٹھی دکھائی دی لارک اس وقت اپنی

سریلی آواز میں گا رہی تھی۔

''بالکل ٹھیک وقت پر ملی ہے''

اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور اپنے ملازموں کو حکم دیا۔

''درخت پر چڑھو اور اس لارک کو پکڑ کے لے آؤ''

تاجر اور اس کے ملازم درخت کے قریب گئے اور ابھی اوپر چڑھنے ہی والے تھے کہ اتنے میں ایک خوفناک اور خونخوار شیر چھلانگ لگا کے سامنے آ کھڑا ہوا تاجر اور اس کے ملازم سہم کر دبک گئے اور خوف سے سر سے پاؤں تک کانپنے لگے شیر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

''جو شخص میری لارک کو چرانے کی کوشش کرتا ہے میں اسے زندہ کھا جاتا ہوں''

یہ سن کر وہ سب حواس باختہ ہو گئے تاجر کانپتے ہوئے عاجزی سے بولا

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ لارک آپ کی ہے میں اس غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔۔۔۔آپ سے درخواست ہے کہ ہماری جاں بخشی کر دیں اور اس کے عوض جتنی رقم کہیں میں دینے کے لیے تیار ہوں''

''نہیں۔۔۔اسے سے تمہاری جان نہیں بچ سکتی۔''

شیر نے دھاڑتے ہوئے کہا

''آپ جتنا جرمانہ کہیں میں ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔۔۔از راہ کرم ہمیں چھوڑ دیں!''

تاجر کے اتنا کہنے پر شیر گردن جھٹکتے ہوئے بولا

''تمہاری جاں بخشی کی صرف ایک ہی صورت ہے۔۔۔۔''

''وہ کیا ہے۔۔۔۔۔۔مجھے بتائیں۔۔۔۔میں ہر شرط پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔۔۔؟''

تاجر ہاتھ جوڑے ہوئے بولا

''تمہارے بچنے کی صرف یہ صورت ہے، مجھ سے وعدہ کرو کہ جب تم اپنے گھر پہنچو گے تو جو شخص تمہیں سب سے پہلے ملے گا اسے میرے سپرد کر دو گے۔۔۔۔۔؟''

شیر نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا۔۔۔۔

''اگر تمہیں یہ شرط منظور ہے تو میں تمہاری جاں بخشی کے علاوہ تمہیں تمہاری بیٹی کے لیے گانے والی لارک بھی دے دوں گا۔۔۔۔کہو، تمہیں منظور ہے۔۔۔۔؟''

شیر کی یہ بات سن کر تاجر کچھ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا

''ہو سکتا ہے سب سے پہلے میری ملاقات اپنی چھوٹی بیٹی سے ہو کیونکہ جب بھی میں گھر جاتا ہوں وہ ہمیشہ سب سے پہلے بھاگ کر میرا استقبال کرتی ہے۔''

اس کے ملازم جو اس وقت خوف سے بری طرح کانپ رہے تھے، تاجر کو سمجھاتے ہوئے بولے۔

''یہ ضروری نہیں کہ پہلے بیٹی ہی ملے زیادہ امکان اس کا ہے کہ کوئی کتا یا بلی پہلے آجائے اس لیے آپ شیر کی شرط مان لیں تاکہ سب کی جان بچ جائے۔''

جان جانے کا خوف بھی تھا اور ملازموں کا اصرار بھی تھا تاجر نے کچھ دیر سوچا اور

پھر مجبوری اور بے دلی سے شیر سے کہنے لگا۔

''مجھے یہ شرط منظور ہے''

''یاد رکھو۔۔۔۔۔۔اپنے عہد سے پھرنا نہیں۔۔۔۔۔۔اب تم لارک بھی لے جاسکتے ہو''

شیر نے کہا اور چھلانگیں لگاتا ہوا چلا گیا اس کے جانے کے بعد تاجر کے ملازموں نے درخت پر چڑھ کے گانے والی لارک کو پکڑ لیا اور وہ سب واپس اپنے شہر کی طرف چل دیئے۔

جب تاجر اپنے گھر پہنچا تو وہی بات ہوئی جس کا اسے دھڑکا تھا جونہی اس کی چھوٹی بیٹی للّی نے اسے آتے ہوئے دیکھا وہ بھاگتی ہوئی استقبال کو آئی اور اپنے باپ سے لپٹ گئی اور پھر جیسے ہی اس نے گانے والی لارک دیکھی تو وہ خوشی میں دیوانی سی ہوگئی۔

''گانے والی لارک۔۔۔۔۔۔میری گانے والی لارک''

وہ ایک بار پھر اپنے باپ سے لپٹ کر اسے پیار کرنے لگی وہ تو اس وقت خوشی میں دیوانی ہوئی جارہی تھی لیکن تاجر بیچارہ غمزدہ ہورہا تھا۔اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ سسکیاں بھر رہا تھا۔بیٹی نے اس کی یہ حالت دیکھی تو تعجب سے پوچھنے لگی۔

''ابا! آپ رو کیوں رہے ہیں۔۔۔؟''

جواب میں تاجر سسکیاں بھرتے ہوئے بولا

''میری پیاری بیٹی! میں یہ پرندہ بہت مہنگے داموں لایا ہوں۔۔۔۔اس کے بدلے میں تجھے ایک جنگلی شیر کے سپرد کرنا پڑے گا۔جب وہ تجھے لے جائے گا تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جائے گا۔اس طرح تم ہمیشہ کے لیے ہم سے بچھڑ جاؤ گی۔''

اس کے بعد اس نے سارا قصہ بیان کیا اور بتایا کہ کس طرح وہ شیر سے وعدہ کر کے آیا ہے سب کچھ بتا کر وہ خود ہی بولا

''جو کچھ بھی ہو۔۔۔۔تم نہیں جاؤ گی۔میں تمہیں شیر کے سپرد نہیں کر سکتا''

جب وہ یہ باتیں کہہ رہا تھا تو غم سے نڈھال ہوا جا رہا تھا لیکن اس کے برعکس لڑکی بڑے اطمینان سے کھڑی تھی اس کے چہرے سے نہ خوف ظاہر ہو رہا تھا اور نہ وہ پریشان دکھائی دے رہی تھی اس نے اپنے باپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''پیارے ابا! تم نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرنا چاہیے۔۔۔۔میں شیر کے پاس جاؤں گی اور اس کا غصہ دور کروں گی۔۔۔۔شاید وہ مجھے واپس گھر آنے کی اجازت دیدے۔''

''نہیں بیٹی نہیں۔۔۔۔وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا''

تاجر گھبرائی ہوئی آواز میں بولی

''ابا! تم فکر نہ کرو۔۔۔۔میں تمہیں اپنے عہد سے جھوٹا نہیں ہونے دوں گی''

دوسری صبح لڑکی نے اپنے باپ سے شیر کے پاس جانے کا راستہ دریافت کیا اور پھر اپنے ماں باپ اور بہنوں کو خدا حافظ کہہ کے بڑی دلیری سے جنگل کی طرف روانہ ہوگئی۔تاجر کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ جونہی للّی شیر کے پاس پہنچے گی وہ

اسے کھا جائے گا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ شیر دراصل ایک شہزادہ تھا جو جادو کے زیر اثر تھا۔ دن کے وقت وہ اس کے درباری اور نوکر چاکر سب شیر کا روپ اختیار کر جاتے تھے۔ اور جب رات ہوتی تھی تو وہ پھر سے انسانوں کی شکل وصورت میں آ جاتے تھے۔

للّی جنگل میں سفر کرتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ وہ سارا دن چلتی رہی۔ کہیں تھوڑی دیر کے لیے رک کر ستا لیتی اور پھر آگے بڑھنے لگتی اس طرح چلتے چلاتے شام ہوگئی جب وہ قلعے کے پاس پہنچی تو اس وقت رات ہو چکی تھی شیر جو اس وقت شہزادہ تھا، اس نے اس کا بڑے اعزاز کے ساتھ استقبال کیا اسے اپنے دربار میں لے گیا اور تخت پر اپنے پاس بٹھایا للّی اس کے برتاؤ سے بہت متاثر ہوئی تھی لہٰذا جب شہزادے نے اس سے شادی کے لیے کہا تو وہ راضی ہوگئی۔ اس طرح ان دونوں کی شادی ہوگئی اور وہ دونوں ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن شہزادہ صرف رات کے وقت ہی اسے دکھائی دیتا تھا۔ وہ رات ہی کو اپنا دربار لگاتا تھا اور جونہی صبح ہوتی تھی وہ اپنی بیوی سے رخصت ہو کر چلا جاتا تھا دن کے وقت وہ کہاں جاتا تھا؟ اس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ بس رات ہی کے وقت وہ دونوں ساتھ رہتے تھے۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک رات شہزادہ للّی سے کہنے لگا۔

’’کل تمہاری بڑی بہن کی شادی ہے اور تمہارے باپ کے گھر میں ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا جا رہا ہے اگر تم اس دعوت میں شریک ہونا چاہتی ہو تو میرے شیر تمہیں وہاں لے جائیں گے اور واپس بھی لے آئیں گے۔‘‘

للّی یہ سن کر بہت خوش ہوئی اس نے سوچا، اتنے عرصہ کے بعد جب اس کے ماں باپ اور بہنیں اسے ملیں گی تو بہت خوش ہوں گے وہ کہنے لگی۔

''میں ضرور جاؤں گی عرصہ ہوا اپنے گھر والوں سے ملی بھی نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔کل میرے شیر تمہیں وہاں پہنچا دیں گے''

شہزادے کے کہنے کے مطابق دوسرے روز شیروں نے للّی کو اس کے گھر کے قریب پہنچا دیا جیسے ہی للّی گھر پہنچی اس کے گھر والے حیران رہ گئے وہ تو اس بات پر یقین کر چکے تھے کہ للّی کو شیر نے کھا لیا ہوگا لیکن اب جو انہوں نے اسے زندہ دیکھا تو ان کی مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اس کا باپ تو اس قدر خوش ہو رہا تھا کہ خوشی میں پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے سب کو بتایا۔

''میری ایک شہزادی سے شادی ہوئی ہے اور میں وہاں بہت خوش ہوں۔''

''وہ شادی کی دعوت میں شریک رہی اور جب دعوت ختم ہوگئی تو سب سے رخصت ہو کر جنگل کے کنارے آ گئی جہاں شیر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اور پھر وہاں سے واپس شہزادے کے قلعے میں اپنے گھر پہنچ گئی۔''

اسی طرح کچھ عرصہ گزرا تھا کہ ایک رات شہزادہ للّی سے کہنے لگا

''کل رات تمہاری دوسری بہن کی شادی کی دعوت ہے اگر تم جانا چاہتی ہو تو پہلے کی طرح میرے شیر تمہیں لے جائیں گے۔''

جواب میں شہزادی بولی

''میں ضرور جانا چاہتی ہوں مگر اس بار تمہارے بغیر اکیلی نہیں جاؤں گی۔ تمہیں

بھی میرے ساتھ ضرور چلنا ہوگا۔‘‘

اس پر شہزادے نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

’’میرا وہاں جانا خطرناک ہو سکتا ہے اگر مشعل کی روشنی کی ایک کرن بھی مجھ پر پڑ گئی تو مجھ پر کیے گئے جادو کا اثر اور گہرا ہو جائے گا۔ مشعل کی روشنی پڑنے سے میں فاختہ کے روپ میں بدل جاؤں گا اور مجھے سات برس تک فاختہ بن کر دنیا بھر میں مارا مارا پھرنا پڑے گا۔ اس لیے تم اکیلی چلی جاؤ اور مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی ضد نہ کرو۔‘‘

مگر للّی نہ مانی وہ کہنے لگی

’’نہیں ۔۔۔۔ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ میں اپنے شوہر کو اپنے ماں باپ سے ملاؤں گی۔‘‘

پھر اس نے شہزادے کو یقین دلاتے ہوئے کہا

’’میں پوری پوری احتیاط برتوں گی اور ایسا انتظام کروں گی کہ تم پر مشعل کی کرن نہیں پڑے گی میں الگ کمرے میں تمہارے بیٹھنے کا انتظام کروں گی۔‘‘

جب للّی نے بہت زیادہ اصرار کیا تو شہزادہ ساتھ چلنے کے لیے راضی ہو گیا۔ اس وقت تک وہ ایک بچے کے ماں باپ بھی بن چکے تھے۔ انہوں نے بچے کو لیا اور روانہ ہو گئے۔

للّی جب اپنے باپ کے گھر پہنچی تو اس کے شوہر کو دیکھ کر سب بہت خوش ہوئے کہاں تو انہوں نے اپنی بیٹی کو خونخوار شیر کے سپرد کیا تھا اور کہاں وہ ایک خوبصورت

شہزادی کی بیوی تھی سارے لوگ شہزادے کو مل کر خوش ہو رہے تھے ادھر للّی نے جاتے ہی یہ انتظام کیا تھا کہ ایک ایسے کمرے میں شہزادے کو بٹھایا تھا جس کی کھڑکیوں، دروازوں اور دیواروں پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ جب شادی کا مشعل بردار جلوس گرجے کی جانب جا رہا تھا۔ جب جلوس کمرے کے پاس سے گزرا تو ایک بہت چھوٹی سی کرن دروازے کی درز میں سے چھن کر اندر بیٹھے شہزادے پر پڑ گئی۔۔۔ بس پھر کیا تھا؟ پلک جھپکتے میں شہزادہ غائب ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب للّی کمرے میں آئی تو اسے شہزادے کی بجائے وہاں ایک سفید فاختہ بیٹھی ہوئی نظر آئی یہ دیکھتے ہی وہ سر پیٹ کر رہ گئی۔

''ہائے میں مرگئی۔۔۔۔۔۔ اب میں کیا کروں!''

مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔۔۔۔؟ شہزادے نے تو اسے پہلے ہی سمجھایا تھا لیکن وہ نہیں مانی تھی اور اب اپنی قسمت پر افسوس کر رہی تھی اتنے میں فاختہ اس سے مخاطب ہو کر بولی۔

''پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اب سات برس تک مجھے اس دھرتی پر اوپر نیچے بھٹکنا پڑے گا نہ جانے کہاں کہاں جانا پڑے گا، کس کس دیس کا سفر کرنا ہوگا۔ سات برس پورے کیے بغیر مجھے نجات نہیں مل سکتی۔''

للّی کھڑی آنسو بہا رہی تھی کہ فاختہ بنے شہزادے نے بتایا

''ہر سات قدم کے بعد زمین پر میرا ایک سفید پر اور خون کا ایک قطرہ گرے گا جس سے تمہیں معلوم ہو سکے گا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں اگر تم اس کو نشان بنا کر

میرا پیچھا کرو گی تو آخرکار مجھ تک پہنچ جاؤ گی اور مجھے جادو سے بھی نجات دلا سکو گی''

فاختہ نے یہ کہا اور اڑ کر دروازے میں سے باہر نکل گئی اس وقت صبح ہو چکی تھی جیسے ہی فاختہ اڑی بیچاری للّی بھی اس کے تعاقب میں چل نکلی ہر سات قدم کے بعد فاختہ کا ایک پر اور خون کا قطرہ گرتا تھا اور یہی اس کے راستے کے نشان تھے اوپر فاختہ اڑتی جا رہی تھی اور نیچے وہ پر اور خون کا قطرے کو اپنا رہنما بنا کر سفر پر چلی جا رہی تھی۔ نہ دائیں طرف دیکھتی اور نہ بائیں جانب نظر کرتی۔ نہ کہیں رکتی اور نہ سستاتی۔ اس کی نظریں پر اور خون کے قطرے کے علاوہ کسی پر نہ تھیں اس طرح وہ اس وسیع دنیا میں سات برس تک ماری ماری پھرتی رہی۔ جب سات برس پورے ہونے کو آئے تو وہ دل میں خوش تھی اور اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

''وہ وقت بہت تیزی سے قریب آ رہا ہے جب میری تمام مصیبتیں ختم ہو جائیں گی اور میں اپنے شہزادے سے دوبارہ مل جاؤں گی۔''

لیکن یہ محض اس کا خیال تھا اس کے لیے سکون اور آرام کے دن ابھی بہت دور تھے ایک روز وہ چلی جا رہی تھی کہ بدقسمتی سے سفید پر سے چوک گئی۔ سات قدم کے بعد اس کا دھیان کہیں اور چلا گیا اور اس طرح وہ سفید پر نہ دیکھ سکی اور آگے بڑھ گئی اس موقع پر اس نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا تو فاختہ بھی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھی اس کا کلیجا دھک سے رہ گیا وہ دل میں سوچنے لگی۔

''اب کوئی انسان میری مدد نہیں کر سکے گا فاختہ کو تلاش کرنے میں مجھے کسی اور طاقت سے درخواست کرنی چاہیے۔''

یہ سوچ کر للّی سورج کے پاس گئی اور اس سے کہنے لگی

''ارے سورج! تو دنیا میں ہر جگہ چمکتا اور روشنی پھیلاتا ہے پہاڑوں کی چوٹیوں سے لے کر وادیوں کے نشیب تک میں روشنی پھیلاتا ہے کیا تو نے کہیں میری سفید فاختہ دیکھی ہے۔۔۔؟''

''نہیں ۔۔۔۔میں نے نہیں دیکھی''

سورج نے جواب دیا

''لیکن میں تمہیں ایک ڈبا دیتا ہوں جب تم پر مشکل وقت پڑے تو اسے کھولنا، یہ تمہارے کام آئے گا۔''

للّی نے سورج کا شکریہ ادا کیا اور آگے چل دی اسے چلتے چلتے شام ہوگئی اور آسمان پر چاند چمکنے لگا اس نے چاند کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں پکار کے پوچھا

''اے چاند! تو ساری رات دنیا بھر میں چمکتا ہے تو کھیتوں اور درختوں کے جھنڈوں تک میں اپنی روشنی پھیلاتا ہے کیا تو نے کہیں میری سفید فاختہ دیکھی ہے۔۔۔؟''

''نہیں ۔۔۔۔۔میں نے نہیں دیکھی''

چاند نے جواب میں کہا

''میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا لیکن میں تمہیں ایک انڈا دیتا ہوں مشکل وقت میں اسے توڑنا یہ تمہارے کام آئے گا''

للّی نے چاند کا شکریہ ادا کیا اور آگے چل دی وہ چلتی رہی چلتی رہی یہاں تک کہ

رات کی آندھی چلنے لگی اس نے بلند آواز میں آندھی کو پکار کر دریافت کیا۔

''اے آندھی! تو ہر درخت اور ہر پتے تک جاتی ہے تیرا گزر ہر جگہ ہوتا ہے کیا تو نے کہیں میری سفید فاختہ دیکھی ہے؟''

''نہیں ۔۔۔۔۔میں نے نہیں دیکھی''

آندھی آگے سے بولی

''لیکن میں دوسری تین آندھیوں سے پوچھتی ہوں، شاید انہوں نے دیکھی ہو''

چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ وہاں دوسری تینوں آندھیاں بھی آ گئیں مشرق کی آندھی نے کہا

''میں نے سفید فاختہ کہیں نہیں دیکھی''

مغرب کی آندھی نے بھی کہا

''میں نے سفید فاختہ کہیں نہیں دیکھی''

مگر جنوب کی آندھی نے بتایا

''ہاں ۔۔۔۔۔میں نے دیکھی ہے''

''کہاں ہے وہ ۔۔۔۔۔۔مہربانی کرو اور مجھے بتاؤ۔۔۔؟''

للّی اس کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے بول پڑی اس پر جنوب کی آندھی بتانے لگی

''میں نے سفید فاختہ کو بحر احمر پر سے اڑتے ہوئے دیکھا ہے۔اس کو روپ بدلے ہوئے سات سال پورے ہو گئے ہیں اس لیے شہزادہ پھر سے شیر میں تبدیل

ہو گیا ہے۔اب وہاں ایک اژدہے اور شیر کے درمیان خوفناک جنگ ہو رہی ہے۔ وہ اژدہا دراصل ایک شہزادی ہے جو جادو کے زیرِ اثر ہے۔اور وہ شہزادے کو تم سے جدا کرنا چاہتی ہے۔"

یہ بات سن کر للّی جنوب کی آندھی کی منت کرتے ہوئے بولی۔

"ازراہ کرم مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔۔۔؟"

"میں تمہیں ایک مشورہ دیتی ہوں"

جنوب کی آندھی نے کہنا شروع کیا۔

"تم بحر احمر جاؤ۔اس کے کنارے پر بے شمار لوہے کی سلاخیں پڑی ہوں گی۔تم انہیں گنتی جانا۔جب تم گنتے گنتے گیارہ تک پہنچو تو اس سلاخ کو اٹھا لینا اور اس سے اژدہا کو مارنا۔اس طرح شیر اژدہے پر فتح حاصل کر لے گا اور وہ دونوں اپنی اصل شکل وصورت میں آجائیں گے۔جب وہ اصل شکل وصورت میں آجائیں تو چاروں طرف نظریں دوڑانا۔تمہیں وہاں ایک جانور دکھائی دے گا جس کے پرندوں کی مانند پر ہوں گے۔یہ سمندر کے کنارے بیٹھا ہو گا۔تم شہزادے کو لے کر جس قدر جلد ہو سکے اس جانور پر بیٹھ جانا۔وہ تم دونوں کو سمندر پار کر کے تمہارے گھر پہنچا دے گا۔"

یہاں تک کہہ کے جنوب کی آندھی لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئی اور پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"میں تمہیں یہ ایک اخروٹ دیتی ہوں جب تم آدھا سمندر پار کر چکو تو اس

اخروٹ کو نیچے پھینک دینا۔ جیسے ہی تم یہ اخروٹ پھینکو گی اس کے ساتھ ہی پلک جھپکتے میں سمندر میں سے اخروٹ کا درخت بلند ہو جائے گا۔ وہ جانور جس پر سوار ہو کر تم سفر کر رہے ہو گے، وہ اس درخت پر بیٹھ کے ستائے گا۔ اس جانور میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ایک ہی پرواز میں سمندر پار کر سکے اس لیے راستے میں اس کا ستانا بہت ضروری ہے۔۔۔۔۔''

اس کے بعد آندھی نے اسے تاکید کرتے ہوئے کہا۔

''ایک بات یاد رکھنا۔۔۔۔ اگر تم اخروٹ پھینکنا بھول گئیں تو تم دونوں کی موت یقینی ہے۔ جانور تم دونوں کو سمندر میں پھینک دے گا کیونکہ وہ اتنا بوجھ اٹھا کر سمندر پار نہیں کر سکے گا۔''

للّی نے آندھی کا شکریہ ادا کیا اور آگے سفر پر چل دی۔ اور چلتی چلاتی بحر احمر کے کنارے پہنچ گئی۔ اس نے وہاں جا کر دیکھا تو ہر چیز کو ویسے ہی پایا جیسے آندھی نے بتایا تھا۔ شیر اور اژدہے میں خوفناک جنگ جاری تھی اور وہ دونوں بڑھ چڑھ کے ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ للّی نے نظر دوڑائی تو بے شمار سلاخیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے گننا شروع کر دیں اور جب گیارہ تک گن چکی تو وہ سلاخ اٹھا لی۔ پھر اس سلاخ سے اژدہے کو مارنے لگی۔ اس طرح شیر نے اژدہے پر فتح حاصل کر لی اور پلک جھپکتے میں شیر شہزادہ اور اژدہا شہزادی بن چکا تھا دونوں جادو سے آزاد ہو چکے تھے۔ پیشتر اس کے کہ للّی آگے بڑھتی شہزادی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھی۔ اس نے لپک کے شہزادے کا بازو پکڑ کے اسے کھینچا اور

پروں والے جانور پر سوار ہو کے یہ جا وہ جا۔للّی دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی اور شہزادی شہزادے کو لے کر پرواز کر گئی۔

بیچاری للّی کی بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔وہ کن مصیبتوں میں یہاں تک پہنچی تھی لیکن اس کو مایوسی اور نامرادی کے سوا کچھ نہ مل سکا۔کوئی دوسرا ہوتا تو جی ہار جاتا مگر وہ اپنے پیار کی سچی اور ارادے کی پکی تھی۔اس نے ہمت نہ ہاری اور کہنے لگی۔

''جب تک دنیا میں ہوا چلتی رہے گی اور جب تک مرغے اذان دیتے رہیں گے میں اپنا سفر جاری رکھوں گی یہاں تک کہ ایک بار پھر شہزادے کو حاصل کر لوں گی۔''

وہ ایک بار پھر نئے ارادے سے سفر پر چل نکلی اس نے نہ دن دیکھا نہ رات، نہ صبح دیکھی نہ شام، نہ اپنی بھوک پیاس کو خاطر میں لائی اور نہ اپنی تھکن کا احساس کیا۔ بس چلتی رہی۔چلتی رہی، یہاں تک کہ آخر کار وہ اس محل تک پہنچ گئی جہاں شہزادی شہزادے کو لے آئی تھی جس وقت وہ اس محل کے پاس پہنچی اندر ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام ہو رہا تھا اس نے ادھر ادھر لوگوں سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ شہزادے اور شہزادی کی شادی ہونے والی ہے یہ سنتے ہی وہ پریشان ہو گئی اور خود سے کہنے لگی۔

''اب تو خدا ہی میری مدد کر سکے گا''

اس نے وہ ڈبا نکالا جو اسے سورج نے دیا تھا۔کھولا تو اس میں ایک ایسا بیش قیمت سنہری لباس تھا جو اس نے آج تک نہ دیکھا تھا۔اس کی چمک دمک بالکل

ویسے ہی تھے جیسے سورج کی ہوتی ہے۔ اسے دیکھتے ہی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ اس نے وہ لباس پہن لیا اور محل کے اندر چلی گئی۔ جونہی وہ محل میں داخل ہوئی ہر شخص کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سورج خود آسمان سے اتر کر محل میں آ گیا ہو۔ لوگوں کی حیرانی تو اپنی جگہ تھی مگر شہزادی کی کیفیت بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے ایسا زرق برق لباس کبھی نہ دیکھا تھا وہ للّی کے پاس گئی اور اس سے پوچھا

''کیا تم یہ لباس فروخت کرو گی۔۔۔؟''

جواب میں للّی نے کہا

''ہاں۔۔۔۔ مگر سونے چاندی کے عوض نہیں۔۔ اسے میں صرف گوشت اور خون کے بدلے فروخت کروں گی۔''

اس کی یہ عجیب و غریب بات سن کر شہزادی نے حیرانی سے دریافت کیا۔

''گوشت اور خون۔۔۔۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔۔۔؟''

اس پر للّی نے جواب میں کہا

''آج کی رات مجھے دولہا کے ساتھ اس کے کمرے میں باتیں کرنے کی اجازت دے دو تو میں یہ لباس تمہیں دے دوں گی۔''

شرط بڑی کڑی تھی لیکن شہزادی لباس پر اس قدر فریفتہ ہو چکی تھی کہ وہ اس سے بھی بڑی شرط ماننے کے لیے تیار تھی اس نے کہا

''مجھے منظور ہے۔۔۔!''

اس کے بعد وہ خوابگارہ کے محافظوں کے پاس گئی اور انہیں حکم دیا۔

''آج رات شہزادے کو کوئی ایسی چیز پلا دی جائے جس سے وہ گہری نیند سویا رہے۔ نہ وہ جاگے اور نہ ہی کسی کی بات سن سکے۔''

جب شام ہوئی تو شہزادی کے حکم کے مطابق شہزادے کو بیہوشی کی دوا پلا دی گئی اور وہ گہری نیند سو گیا۔ ادھر شہزادی کو اطمینان ہو گیا کہ اب وہ کسی کی بات نہ سن سکے گا اور نہ ہی خود بات کر سکے گا تو وہ للّی کو ساتھ لے کر شہزادے کے کمرے میں آئی اور اسے وہاں چھوڑ کر چلی گئی۔ للّی شہزادے کے پاؤں کے پاس نیچے بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

''میں نے تمہارا سات برس تک پیچھا کیا ہے۔ میں سورج کے پاس گئی، میں چاند کے پاس گئی، میں رات کی آندھی کے پاس گئی۔ صرف تمہیں حاصل کرنے کے لیے۔ آخر میں اژدہے پر فتح پانے کے لیے میں نے تمہاری مدد کی۔ مگر افسوس کہ تم نے مجھے فراموش کر دیا۔۔۔۔!''

وہ یہ سب کچھ کہہ رہی تھی لیکن بے سود۔۔ شہزادہ تو اس وقت گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کی ساری باتیں ہوا میں تیر کر ختم ہو رہی تھیں مگر ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے سرو کے درخت میں تیز ہوا سیٹیاں بجا رہی ہو۔ وہ پوری رات اسی طرح بیٹھی باتیں کرتی رہی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی خادم اسے کمرے سے باہر لے گئے اور شہزادی نے کہا۔

''اب وعدے کے مطابق اپنا سنہری لباس مجھے دے دو۔''

اب لباس دیئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے لباس شہزادی کو دے دیا اور مایوس ہو کر محل سے نکل آئی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ غمزدہ سی ہو کر ایک چراگاہ میں جا کر بیٹھ گئی اور انتہائی مایوسی کے عالم میں رونے لگی۔ روتے روتے اچانک اسے خیال آیا کہ۔

''چاند نے جو انڈا دیا تھا اسے بھی دیکھنا چاہیے۔''

اس نے جلدی سے انڈا نکال کر توڑا تو اس میں سے ایک مرغی اور بارہ چوزے نکل آئے یہ سب کے سب سونے کے تھے وہ جب ادھر ادھر گھومتے تو انتہائی خوبصورت نظر آتے تھے۔ للّی نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھے اور مرغی اور چوزوں کو ہانکتی ہوئی محل کے پاس لے آئی۔ دوسری طرف جب شہزادی نے محل کی کھڑکی میں سے سونے کی مرغی اور سونے کے چوزے دیکھے تو اسے بہت پسند آئے۔ وہ روشنی میں ایسے چمک رہے تھے جیسے چاند ٹکڑے ہو کر زمین پر اتر آیا ہو شہزادی انہیں دیکھنے کے لیے للّی کے پاس آ گئی اور اس سے کہا۔

''کیا تم یہ مرغی اور چوزے فروخت کرو گی۔۔۔؟''

جواب میں للّی نے کہا

''ہاں۔۔۔۔ مگر سونے چاندی کے عوض نہیں۔۔ انہیں میں صرف گوشت اور خون کے بدلے میں فروخت کروں گی۔''

شہزادی پوچھنے لگی

''اس سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔۔؟''

اس پر للّی بولی

''آج کی رات بھی مجھے اپنے دولہا سے اس کے کمرے میں باتیں کرنے کی اجازت دے دو اور میں تمہیں یہ مرغی اور سارے چوزے دے دوں گی۔''

شہزادی فوراً راضی ہوگئی اور کہا

''مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔''

اس کو یقین تھا کہ آج بھی شہزادے کو بیہوشی کی دوا پلا دی جائے گی اور وہ اس کی کوئی بات نہ سن سکے گا، مگر شام کو جب شہزادہ اپنی خوابگاہ میں گیا تو محافظوں سے پوچھنے لگا۔

''کل رات کمرے میں تیز ہوا کی سیٹیاں کیوں سنائی دیتی تھیں۔۔۔۔؟''

جواب میں محافظوں نے صاف صاف بتا دیا۔

''حضور! ہمیں معاف کر دیا جائے شہزادی کے حکم سے آپ کو بیہوشی کی دوا پلا دی گئی تھی کیونکہ آپ کی خوابگاہ میں ایک غریب عورت سو رہی تھی وہ عورت آج رات بھی آپ کے کمرے میں سونے کے لیے آ رہی ہے۔''

شہزادے نے یہ سنا تو وہ چوکنا ہوگیا۔ آج رات اس نے بیہوشی کی دوا پینے کی بجائے چپکے سے ایک طرف انڈیل دی اور آنکھیں بند کر کے اس طرح لیٹ گیا جیسے گہری نیند سو رہا ہو۔۔۔۔ دوسری طرف شہزادی کو جب یقین ہوگیا کہ شہزادہ بیہوشی میں گہری نیند سو گیا ہے تو وہ للّی کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ جیسے ہی للّی کمرے میں آئی وہ شہزادے کے پاؤں کے پاس نیچے بیٹھ گئی اور کل رات کی طرح

کہنے لگی۔

''میں نے تمہارا سات برس تک پیچھا کیا ہے۔۔۔۔ میں سورج کے پاس گئی، میں چاند کے پاس گئی، میں رات کی آندھی کے پاس گئی۔صرف تمہیں حاصل کرنے کے لیے۔آخر میں اژدہے پر فتح پانے کے لیے میں نے تمہاری مدد کی۔مگر افسوس تم نے مجھے فراموش کردیا!''

شہزادہ اس کی ساری باتیں سن رہا تھا وہ اپنی بیوی کی آواز پہچان گیا تھا دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی کس قدر وفادار اور سچی چاہنے والی ہے۔اس بیچاری نے میرے لیے کیا کیا مصائب جھیلے ہیں۔وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا اور اپنی بیوی کو گلے لگا کر بولا۔

''صرف اب میں نے نجات حاصل کی ہے اس سے پہلے میں ایسے تھا جیسے کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔اس اجنبی شہزادی نے مجھ پر ایسا جادو کردیا تھا کہ میں تمہیں بالکل بھول چکا تھا۔خدا کا شکر ہے کہ میرا یہ پاگل پن ختم ہو چکا ہے۔''

وہ خاموشی سے اٹھا، للّی کو ساتھ لیا اور محافظوں سے آنکھ بچا کر آہستہ آہستہ محل سے باہر نکل آئے۔انہیں خوف تھا کہ کہیں شہزادی کے باپ کو علم نہ ہو جائے کیونکہ وہ بہت بڑا جادوگر تھا۔جس جانور پر شہزادی اسے بٹھا کر لائی تھی، وہ دونوں چھپتے چھپاتے اس کے پاس گئے اور اس پر سوار ہو کر محل سے نکل آئے۔جانور انہیں لیے اڑتا ہوا بحر احمر پر سے پرواز کرنے لگا۔جب انہوں نے آدھا سمندر پار کیا تو للّی نے آندھی کا دیا ہوا اخروٹ نکال کر سمندر میں پھینک دیا اور اس کے ساتھ ہی پلک جھپکتے

میں پانی میں سے اخروٹ کا بہت بڑا درخت اگ آیا۔ پرندے نے اس پر بیٹھ کر کچھ دیر آرام کیا اور پھر ان دونوں کو حفاظت کے ساتھ ان کے گھر لے آیا جب وہ گھر پہنچے تو ان کا بیٹا بڑا ہو چکا تھا جسے دیکھ کر وہ اپنے سارے دکھ بھول گئے۔ ان کی مصیبتوں کے دن ختم ہو چکے تھے۔ اور اب وہ زندگی ہنسی خوشی گزارنے لگے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سوئی ہوئی شہزادی

(The Sleeping Beauty)

آج سے صدیوں پہلے کی بات ہے کسی ملک میں ایک بادشاہ اور اس کی ملکہ حکومت کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پریاں بھی ہوتی تھیں اس بادشاہ اور ملکہ کے پاس بے انتہا دولت تھی اور خزانے بھرے ہوئے تھے۔ ان کے پاس بیش قیمت لباسوں کی بھی کمی نہ تھی۔ ان کے ملک میں کھانے پینے کی چیزوں کی بھی افراط تھی اور ایک نہایت شاندار بگھی بھی ان کے پاس تھی جس میں سوار ہوکر وہ دونوں روزانہ سیر کو جاتے تھے۔ اس طرح ان کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ تھا مگر کمی تھی تو صرف ایک تھی۔۔۔۔۔۔۔اور وہ یہ کہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی برسوں سے وہ دونوں بچے کی تمنا میں گھلے جا رہے تھے اور اسی وجہ سے بہت اداس رہتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ملکہ شاہی باغ میں سے گزرنے والے دریا میں نہا رہی تھی وہ اپنے دھیان میں نہانے میں مصروف تھی کہ اچانک دریا کی تہہ میں سے ایک مینڈک نکلا اور تیرتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔ ملکہ نے مینڈک کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ کہنے لگا۔

''ملکہ! میں جانتا ہوں کہ تمہیں کس چیز کی تمنا ہے تمہاری یہ تمنا پوری ہو گی اور بہت جلد تمہارے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوگی۔''

مینڈک نے یہ کہا اور ڈبکی لگا کے پھر پانی میں غائب ہو گیا ملکہ حیران تھی کہ ایک

مینڈک کو اس کے دل کا حال کیسے معلوم ہو گیا۔۔۔۔۔؟ اور یہ کہ کیا اس کی پیش گوئی سچ ثابت ہو گی۔۔۔۔؟ وہ یہی کچھ سوچتی ہوئی واپس اپنے محل میں آ گئی۔

اب کرنا خدا کا ایسا ہوا کچھ دنوں بعد ملکہ کو احساس ہونے لگا کہ وہ امید سے ہے۔ اس طرح جب نو ماہ کا عرصہ گزر گیا تو واقعی مینڈک کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ اس کے ہاں ایک خوبصورت بچی پیدا ہوئی۔ وہ تو خوش تھی ہی لیکن بادشاہ کی مسرت کا تو کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ وہ ہر وقت بچی کے پاس رہتا اور اسے چند لمحوں کے لیے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ خوشی میں دیوانہ ہو جائے گا۔ اس نے ملکہ سے کہا۔

''میں اس خوشی میں ایک شاندار دعوت کا اہتمام کروں گا اور تمام لوگوں کو اپنی بچی دکھاؤں گا۔''

اس نے اسی وقت دعوت کی تیاریوں کا حکم دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے عزیزوں، امیروں، وزیروں، دوستوں اور پاس پڑوس کے لوگوں کو دعوت کے لیے مدعو کرنے لگا۔ اس موقع پر ملکہ نے اس سے کہا۔

''میری چند پریاں دوست ہیں میں انہیں بھی دعوت میں بلانا چاہتی ہوں ہوسکتا ہے وہ ہماری بچی کے لیے خوش قسمتی کا باعث ہوں اور اس پر مہربان ہوں''

بادشاہ کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟ اس نے ملکہ کو جواب دیا

''تم جس کو چاہو بلا سکتی ہو۔ یہ خوشی کا موقع ہے ہمیں ہر شخص کو اپنی خوشیوں میں شریک کرنا چاہیے۔''

اب مسئلہ یہ آپڑا کہ سلطنت میں تیرہ پریاں تھیں جو ملکہ کی دوست تھیں اور بادشاہ کے ہاں صرف بارہ سونے کی طشتریاں تھیں جن میں ان کو کھانے کو دیا جانا تھا، یہ دیکھ کر ملکہ بہت پریشان ہوگئی لیکن بادشاہ نے اسے سمجھایا۔

''اگر ایسا ہے تو تم ایک پری کو چھوڑ دو اور باقی بارہ کو دعوت میں بلالو''

ملکہ کو یہ تجویز پسند آئی چنانچہ اس نے بارہ پریوں کو دعوت میں بلایا اور ایک کو نظر انداز کر دیا اس طرح جب دعوت کا دن آیا تو دوسرے مہمانوں کے علاوہ بارہ پریاں بھی آئیں انہوں نے سروں پر سرخ ٹوپیاں پہن رکھی تھیں اور پاؤں میں اونچی ایڑی کے سرخ ہی جوتے پہنے ہوئے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک لمبی سفید چھڑی بھی تھی اس وقت ہر مہمان ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جب دعوت ختم ہوئی تو ساری پریاں دائرے کی صورت میں ننھی شہزادی کے گرد جمع ہوگئیں اور ہر ایک نے اپنی جانب سے بہترین تحفہ دیا۔ ایک پری نے فضیلت دی، دوسری نے خوبصورتی دی، تیسری نے مال وزر دیا، اور اسی طرح دوسری پریوں نے بھی ایسے تحفے دیئے جو ننھی شہزادی کے لیے دنیا میں بہترین ہو سکتے تھے ابھی گیارہ پریاں اپنے تحفے دے پائی تھیں اور بارہویں باقی تھی کہ اتنے میں اچانک محل کے صحن میں شور ہونے لگا۔ سب نے چونک کر دیکھا تو تیرہویں پری جسے ملکہ نے نہیں بلایا تھا، وہ آ گئی تھی۔ اس نے سر پر سیاہ رنگ کی ٹوپی پہن رکھی تھی اور پاؤں میں جوتے بھی سیاہ تھے اور اس کے ہاتھ میں چھڑی کی بجائے ایک جھاڑو تھی وہ سیدھی اس ہال میں آ گئی جہاں کھانا کھایا جا رہا تھا۔ چونکہ اسے ملکہ نے دعوت میں

بلایا نہیں تھا اس لیے وہ بے انتہا غصے میں تھی۔ اس نے آتے ہی بادشاہ اور ملکہ کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا اور کہا۔

''مجھے دعوت میں نہ بلا کر میری توہین کی گئی ہے میں اس کا بدلہ لوں گی''

سب لوگ حیران و پریشان کھڑے پری کو دیکھ رہے تھے کہ وہ چیخ کر بولی

''بادشاہ کی بیٹی جب پندرہویں سال میں پہنچے گی تو وہ ایک تکلے سے زخمی ہو کر مر جائے گی۔''

جونہی اس نے یہ کہا، اس کے ساتھ ہی وہ بارہویں پری آگے بڑھی جس نے ابھی تک ننھی شہزادی کو تحفہ نہیں دیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

''اس کی شیطانی تمنا ضرور پوری ہو گی مگر میں شہزادی کو کم سے کم نقصان پہنچنے دوں گی یہی میرا تحفہ ہے۔''

وہ ایک لمحہ کے لیے رکی اور بولی

''جب شہزادی تکلے سے زخمی ہو گی تو اس کی موت واقع نہیں ہو گی۔ وہ صرف گہری نیند سو جائے گی اور ایک سو سال تک سوتی رہے گی۔''

اس کے بعد جب پریاں اور دوسرے مہمان چلے گئے تو بادشاہ فکرمند ہوتے ہوئے ملکہ سے کہنے لگا۔

''پری نے جو بری پیش گوئی کی ہے ہمیں اس سے اپنی بیٹی کو ہر صورت میں بچانا ہو گا۔''

''ہاں ۔۔۔۔۔ ہمیں اپنی بیٹی کی پوری حفاظت کرنی چاہیے۔''

ملکہ نے خوفزدہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

''تم بے فکر رہو۔۔۔۔میں اس کا انتظام کرتا ہوں''

بادشاہ نے یہ کہہ کر اپنے وزیروں امیروں کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ

''ہماری سلطنت میں جس قدر تکلے موجود ہیں وہ سب کے سب جمع کر کے پگھلا کر ضائع کر دیئے جائیں اس کے علاوہ ملک بھر میں اعلان کر دیا جائے کہ آئندہ سے کوئی شخص تکلا نہ بنائے۔''

بادشاہ کے حکم کی دیر تھی پوری سلطنت میں جس قدر تکلے تھے۔سب جمع کر کے ضائع کر دیئے گئے اور آئندہ کے لیے بھی لوگوں کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ کوئی تکلا نہ بنائیں بادشاہ اور ملکہ اب مطمئن ہو گئے تھے ان کے ملک میں ایک بھی تکلا باقی نہیں بچا تھا جس سے شہزادی کے زخمی ہونے کا خطرہ ہوتا۔

وقت گزرنے لگا اور اس دوران گیارہ پریوں کی وہ دعائیں پوری ہو گئیں جو انہوں نے تحفے کے طور پر دی تھیں۔شہزادی حد سے حسین ہو گئی تھی، وہ نہایت خوش اخلاق تھی، نیک تھی، عقلمند تھی اور ہر شخص اس سے پیار کرتا تھا۔

اگر چہ بادشاہ نے شہزادی کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر رکھا تھا مگر ہونی ہو کے رہتی ہے عین اس دن جب شہزادی پندرہ سال کی ہوئی بادشاہ اور ملکہ کہیں گئے ہوئے تھے اور شہزادی محل میں اکیلی تھی۔وہ یونہی محل میں ادھر ادھر گھومنے لگی۔مختلف کمروں میں گھومتی گھامتی وہ محل میں ایک ایسی جگہ آ گئی جہاں ایک پرانا مینار تھا۔ وہاں تنگ سیڑھیاں تھیں جو ایک چھوٹے سے دروازے تک چلی جاتی تھیں۔اس

دروازے میں ایک سونے کی چابی لگی ہوئی تھی۔شہزادے نے آگے بڑھ کر چابی گھمائی تو دروازہ کھل گیا۔اس نے دیکھا تو اندر ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی اور بڑی توجہ سے کاتنے میں مصروف تھی۔شہزادی اسے چرخہ کاتنے میں مصروف دیکھ کر بڑی معصومیت سے پوچھنے لگی۔

''اچھی اماں تم یہ کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔؟''

جواب میں بڑھیا سر ہلاتے ہوئے بولی

''میں چرخہ کات رہی ہوں''

چرخہ گھومنے سے ایک گنگناہٹ کی سی آواز پیدا ہو رہی تھی جو شہزادی کو بڑی سریلی لگی وہ آگے بڑھی اور چرخے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ کس خوبی سے گھوم رہا ہے اور اس میں سے کتنی پیاری آواز پیدا ہو رہی ہے۔''

شہزادی چرخے کے پاس بیٹھ گئی اور کاتنے کی کوشش کرنے لگی۔لیکن ابھی اس نے تکلے کو چھوا ہی تھا کہ پری کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ تکلے نے اسے زخمی کر دیا اور وہ فرش پر گر پڑی۔اب وہ وہاں اس طرح بے حس و حرکت پڑی تھی جیسے واقعی مر چکی ہو۔تاہم وہ مری نہیں تھی اور بارہویں پری کی پیش گوئی کے مطابق گہری نیند میں چلی گئی تھی۔صرف اکیلی شہزادی ہی نہیں سوئی تھی بلکہ اس کے ساتھ ہر چیز نیند میں چلی گئی تھی۔بادشاہ اور ملکہ جو ابھی واپس محل میں آئے تھے وہ دونوں اور ان کے تمام درباری بھی گہری نیند سو گئے تھے اصطبل میں گھوڑے سو گئے تھے، محل کے کتے سو گئے

تھے محل کی چھت پر بیٹھے ہوئے کبوتر سو گئے تھے، اور دیواروں پر بیٹھی ہوئی مکھیاں بھی سو گئی تھیں۔ یہی نہیں، آتشدان میں آگ نے بھڑکنا دہکنا بند کر دیا تھا اور اس طرح آگ بھی سو گئی تھی۔ سیخ پر لگی ہوئی مرغابی جو بادشاہ کے کھانے کے لیے بھونی جا رہی تھی، وہ سیخ پر لگی کی لگی رہ گئی تھی۔ شاہی باورچن جو اس موقع پر اپنے لڑکے کو بالوں سے پکڑ کر اسے کسی بات کی سزا دے رہی تھی وہ دونوں وہیں کے وہیں اسی حالت میں سو گئے تھے خانساماں جو چوری سے بادشاہ کی وائن چکھ رہا تھا وہ بھی اسی حالت میں سو گیا تھا کہ اس کے ہاتھ میں جگ پکڑا ہوا تھا جو اس کے لبوں سے لگا ہوا تھا۔۔۔ اس طرح محل کی ہر چیز اپنی اپنی جگہ ساکن ہو کر گہری نیند میں چلی گئی تھی۔

بادشاہ کے محل میں اب کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو جاگ رہا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد محل کے چاروں طرف کانٹوں والی جھاڑیاں اگ آئیں جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑی ہوتی گئیں یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا جب پورا محل ان بڑی بڑی جھاڑیوں میں چھپ کے رہ گیا نہ صرف دیواریں اور چھتیں چھپ گئی تھیں بلکہ محل کی چمنیاں اور برجیاں تک دکھائی نہ دیتی تھیں۔

ادھر تو یہ ہوا اور دوسری طرف پورے ملک میں خوابیدہ شہزادی کی خبریں پھیل گئیں چنانچہ وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں کے شہزادے آتے رہے اور کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح کانٹے دار گھنی جھاڑیوں میں سے گزر کر محل میں جائیں لیکن کسی کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ جھاڑیاں اس قدر گھنی اور ان کے کانٹے اتنے تیز تھے کہ جو بھی ان میں سے گزر کر محل میں جانے کی کوشش کرتا ناکام ہو جاتا۔ اس طرح اب

تک کئی شہزادے اپنی جان گنوا بیٹھے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔۔۔آخر کار بے شمار برسوں کے بعد کسی **ملک** کا ایک شہزادہ اس **ملک** میں آیا ایک بوڑھے شخص نے اسے شہزادی اور محل کے دوسرے لوگوں کے بارے میں بتایا اور کہا۔

''ان بلند گھنی کانٹے دار جھاڑیوں کو آج تک کوئی عبور نہیں کرسکا۔ان کے پیچھے ایک خوبصورت محل چھپا ہوا ہے جس میں ایک نہایت حسین شہزادی سوئی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ محل کے تمام لوگ، بادشاہ اور ملکہ بھی گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔''

اجنبی نوجوان شہزادے نے اس بوڑھے آدمی سے سوال کیا

''تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہے؟''

اس پر بوڑھے نے جواب دیا

''یہ سب کچھ مجھے میرے دادا نے بتایا تھا انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ بے شمار شہزادوں نے سوئی ہوئی شہزادی تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن کانٹے دار گھنی جھاڑیوں کے آگے سب بے بس ہو گئے اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔''

بوڑھے کی یہ بات سن کر شہزادہ تن کر کھڑا ہو گیا اور بولا

''خیر، یہ باتیں مجھے خوفزدہ نہیں کرسکتیں۔چاہے کچھ بھی ہو، میں جاؤں گا اور سوئی ہوئی شہزادی تک پہنچوں گا۔''

بوڑھے نے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور کہا

’’شہزادے! تم بھی ناحق اپنی جان گنواؤ گے۔ اپنے ارادے سے باز آ جاؤ۔‘‘

لیکن شہزادہ نہ مانا کہنے لگا

’’مجھے جان کی پروا نہیں۔۔۔۔۔میں شہزادی تک ضرور پہنچوں گا‘‘

اب اتفاق دیکھئے کہ اسی دن شہزادی کو گہری نیند سوئے ہوئے سو سال پورے ہو گئے تھے لہٰذا جیسے ہی شہزادہ محل کے قریب پہنچا اسے وہاں کانٹے دار گھنی جھاڑیوں کا نام ونشان تک نہ ملا وہاں تو ہر طرف پھولوں سے لدی ہوئی جھاڑیاں تھیں جن میں سے وہ بڑی آسانی سے گزرتا ہوا محل میں چلا گیا۔ محل کے صحن میں جا کر دیکھا تو وہاں کتے سوئے ہوئے تھے، اصطبل میں گھوڑے سوئے ہوئے تھے اور محل کی چھت پر کبوتر نیند میں ڈوبے ہوئے تھے جب وہ محل کے اندر گیا تو دیواروں پر مکھیاں بیٹھی سو رہی تھیں۔ سیخ پر مرغابی لگی ہوئی تھی، خانساماں اپنے لبوں سے وائن کا جگ لگائے ہوئے تھا جیسے ابھی گھونٹ پینے والا ہو۔ ایک عورت اپنی گود میں پرندہ لیے بیٹھی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے ابھی اس کے پر اکھاڑنے والی ہو اور باورچی خانے میں باورچن اس طرح اپنا ہاتھ فضا میں اٹھائے ہوئے تھی کہ معلوم ہوتا تھا، بچے کو مارنے کے لیے لپک رہی ہو۔

شہزادے نے یہ سارا منظر دیکھا اور آگے بڑھ گیا وہاں ہر چیز سوئی ہوئی تھی اور اس قدر خاموشی تھی کہ اسے اپنی سانس کی آواز سنائی دے رہی تھی وہ حیرت زدہ سا ہو کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ محل کے پرانے مینار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اس چھوٹے کمرے کا دروازہ کھولا جس میں شہزادی سوئی

ہوئی تھی ۔ جونہی اس کی نظر شہزادی پر پڑی وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔

"اتنی حسین لڑکی تو میں نے آج تک نہیں دیکھی!"

وہ ایک کھڑکی کے پاس مسہری پر گہری نیند سوئی ہوئی تھی اور اس قدر حسین نظر آ رہی تھی کہ شہزادہ نظر بھر کے اسے دیکھ بھی نہ سکتا تھا وہ چند لمحوں تک وہاں کھڑا اسے دیکھتا رہا اور پھر آگے بڑھ کر اس کا بوسہ لے لیا۔۔۔

"مگر یہ کیا۔۔۔۔؟"

وہ حیران رہ گیا اس کا بوسہ لینا تھا کہ اچانک شہزادی نے آنکھیں کھولیں اور جاگ گئی اس کا جاگنا تھا کہ اس کے ساتھ ہی محل کی ہر چیز بیدار ہو گئی بادشاہ اور ملکہ بھی جاگ گئے اور تمام امیر وزیر بیدار ہو کر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے اصطبل میں گھوڑے سر ہلانے لگے اور کتے بھونکتے ہوئے بھاگنے لگے۔ محل پر بیٹھے ہوئے کبوتروں نے اپنے پروں میں سے سر نکالے اور سیخ پر لگی ہوئی مرغابی بادشاہ کے کھانے کے لیے بھننے لگی۔ خانساماں نے وائن کے جگ میں سے گھونٹ پی لیا اور عورت پرندے کے پر اکھاڑنے لگی اور باورچن نے لڑکے کے کان پر ایک چانٹا رسید کر دیا۔

شہزادہ اور شہزادی دونوں بادشاہ اور ملکہ کے پاس آئے جو انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے بادشاہ نے شہزادے سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی اور اس خوشی میں ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا اس کے بعد شہزادہ اور شہزادی جب تک زندہ رہے، ہنسی خوشی زندگی گزارتے رہے۔

عقلمند لڑکی

(The Farmer's Clever Daughter)

کسی جگہ ایک غریب کسان رہتا تھا اس بیچارے کے پاس بہت تھوڑی زمین تھی جس میں کاشت کر کے وہ تھوڑا بہت پیدا کر لیتا اور اس سے اس کی گزر بسر ہو جاتی تھی مگر اس بار تو اس کی فصل بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے پاس کھانے تک کو نہ رہا تھا۔ اور وہ بہت پریشان تھا۔۔۔۔ اسی پریشانی میں ایک دن خود سے کہنے لگا۔

"اس تنگدستی سے تو بہتر ہے کہ میں خودکشی کر لوں"

چنانچہ وہ خودکشی کے ارادے سے جنگل کی طرف چل دیا۔ جنگل میں پہنچ کر ادھر ادھر ایسی جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں اپنے آپ کو ختم کر دے کہ اسے کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ وہ جلدی سے جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپ کر آنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ اس نے دیکھا آنے والا اس کا پڑوسی کسان تھا جو ایک امیر آدمی تھا۔ اس نے ایک بڑا سا برتن اٹھا رکھا تھا اور ہاتھ میں بیلچہ لیے ہوئے تھا۔ کسان خودکشی کرنا تو بھول گیا اور جھاڑیاں میں چھپ کر اس کا جائزہ لینے لگا دل میں سوچ رہا تھا۔

"یہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

ادھر امیر کسان اس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے اس نے

ایک جگہ برتن زمین پر رکھ دیا اور بیلچے سے گڑھا کھودنے لگا تھوڑی دیر میں گڑھا کھود کر اس نے وہ برتن اس میں رکھ دیا اور اوپر مٹی ڈال کر زمین ہموار کر دی۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''جس آدمی کو خزانہ چاہیے اسے مٹی کھانی چاہیے۔''

اس نے یہ کہا اور بیلچہ کندھے پر رکھ کر واپس چل دیا۔ ادھر غریب کسان نے اس کی یہ بات بھی سن لی تھی اب بھلا وہ خودکشی کیا کرتا، اس کے ہاتھ تو خزانہ آ رہا تھا۔ اسی وقت بھاگا بھاگا گیا اور ایک بیلچہ لے کر آ گیا پھر اس نے جگہ کھودنا شروع کر دیا جہاں اس کے امیر پڑوسی نے برتن دبایا تھا، چند ہی منٹ میں اس نے دبا ہوا برتن باہر نکالا اور اسے لے کر اپنے گھر واپس آ گیا۔

گھر جا کر جب اس نے برتن کا ڈھکنا کھولا تو واقعی اس میں خزانہ تھا اب اس نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ اپنے امیر پڑوسی سے جو قرض لے رکھا تھا اسے چکا دیا۔ اس کا پڑوسی بڑا حیران ہوا کہ ''میں نے اتنی بار تقاضا کیا یہ قرض نہیں دے سکا مگر آج یہ ایکا ایکی اس کے پاس دولت کہاں سے آ گئی؟''

اسے کچھ شک سا ہو گیا۔ پھر اپنی دبائی ہوئی دولت یاد آئی تو اس کا شک یقین میں بدلنے لگا وہ اسی وقت جلدی جلدی جنگل میں اس جگہ گیا جہاں اس نے دولت دبائی تھی۔ دیکھا تو وہاں کوئی کھود کر برتن نکال کے لے جا چکا تھا اور وہاں خالی گڑھا دکھائی دے رہا تھا۔

''اچھا۔۔۔۔تو اس کسان نے میری دولت چوری کر لی ہے!''

وہ دانت پیستے ہوئے اپنے آپ سے بولا وہ جانتا تھا کہ ایک روز پہلے تک اس کا پڑوسی دووقت کی روٹی کو ترس رہا تھا اور اب جو اس کے پاس اچانک دولت آ گئی ہے، یہ یقیناً میری ہے وہ دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتا ہوا کسان کے پاس گیا اور اس سے کہا۔

''تم نے میری دولت چرائی ہے؟''

''نہیں ۔۔۔۔۔میں نے تمہاری دولت نہیں چرائی''

کسان نے بڑے اطمینان سے جواب دیتے ہوئے کہا

''یہ مجھے ملی ہے اس لیے قانونی طور پر میری ہے''

اس کا یہ جواب سن کر امیر کسان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ وہ اپنا مقدمہ جج کے پاس لے جائے اور اس نے یہی کیا جج کے پاس جا کر عرض کرنے لگا۔

''حضور! اس کسان نے میری دولت چرا لی ہے''

جج نے دونوں کی بات سنی اور اندازہ کیا کہ مقدمہ امیر کسان کے حق میں جاتا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس دولت کی غریب کسان کو زیادہ ضرورت ہے وہ کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہنے لگا۔

''میں ملزم سے تین سوال کروں گا اگر اس نے صحیح جواب دیئے تو یہ دولت اسی کے پاس رہے گی ورنہ امیر کسان کے سپرد کردی جائے گی۔''

اس کے بعد اس نے غریب کسان کو مخاطب کرتے ہوئے یہ تین سوال کیے۔

''بتاؤ سب سے تیز رفتار کونسی چیز ہے۔۔۔؟ سب سے میٹھی چیز کونسی ہے۔۔۔۔؟ اور یہ کہ سب سے موٹی چیز کونسی ہے؟''

اس نے کسان کو تین دن کی مہلت دی تا کہ وہ سوچ کر صحیح صحیح جواب دے سکے۔ کسان بیچارہ سیدھا سادا دیہاتی آدمی تھا۔ وہ اپنے دل میں سوچنے لگا۔

''سب سے تیز رفتار میری جوان گائے ہے، سب سے میٹھی چیز شکر ہو گی اور سب سے موٹی چیز میری سورنی ہے جو باڑے میں بندھی ہوئی ہے۔''

وہ یہ سوچ تو رہا تھا لیکن اسے اپنے آپ پر یقین نہیں تھا اس کسان کی ایک نوجوان بیٹی تھی جو بڑی عقلمند تھی۔ کسان نے گھر جاتے ہی اسے ساری بات بتائی اور کہا

''جج نے مجھے تین دن کی مہلت دی ہے''

''تم گھبراؤ نہیں''

بیٹی نے اسے تسلی دی اور پھر تیسرے دن جب کسان جج کے پاس جانے لگا تو لڑکی نے اس سے کہا

''جج کو یہ بتانا کہ سب سے تیز رفتار سورج ہے، سب سے میٹھی چیز نیند ہے اور سب سے موٹی چیز زمین ہے۔''

کسان نے جج کے پاس جا کر یہی جواب دے دیئے جنہیں سن کر وہ بہت خوش ہوا اور وعدے کے مطابق دولت اس کے سپرد کر دی اس کے بعد وہ کسان سے پوچھنے لگا۔

''سچ سچ بتاؤ تمہیں یہ جواب کس نے بتائے ہیں ۔۔۔؟''

کسان نے سچائی سے بتا دیا اس نے کہا

''مجھے یہ جواب میری بیٹی نے بتائے ہیں''

یہ سن کر جج نے حکم دیا

''اس عقلمند لڑکی کو میری عدالت میں پیش کیا جائے''

جب جج کا یہ پیغام لڑکی کو پہنچایا گیا تو اس نے کہلا بھیجا۔

''اگر جج کو مجھ سے کوئی سوال پوچھنا ہے تو اسے خود میرے پاس آنا چاہیے۔ اس کو مجھ تک آنے میں اتنا ہی فاصلہ طے کرنا پڑے گا، جتنا مجھے اس تک جانے میں طے کرنا ہوگا۔''

اس جواب سے جج کچھ سوچ میں پڑ گیا وہ دل میں سوچ رہا تھا کہ لڑکی غیر معمولی طور پر ذہین ہے چنانچہ اس نے تین پودے لڑکی کو بھیجے اور ساتھ پیغام بھیجا۔

''سن کے ان تین پودوں سے ایک اسکرٹ، ایک چادر اور ایک تولیہ کرو''

جج اپنی جگہ خوش ہو رہا تھا کہ لڑکی اس امتحان میں یقیناً پوری نہیں اتر سکے گی مگر اس کی یہ خوشی اس وقت تعجب میں بدل گئی جب جواب میں لڑکی نے لکڑی کی تین کھونٹیاں بھیج دیں اور کہلا بھیجا۔

''جج کو کہا جائے پہلے وہ ان سے ایک سن کوٹنے کی موگری، ایک چرخہ اور ایک کرگھا تیار کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو میں سن کے پودوں سے اسکرٹ، چادر اور تولیہ تیار کر دوں گی۔''

جیسے ہی لڑکی کا یہ جواب ملا جج سٹپٹا گیا۔ وہ اس کی ذہانت کا تو قائل ہو ہی گیا تھا مگر اسے غصہ بھی تھا کہ اس نے اس کا حکم نہیں مانا لہٰذا اس نے حکم دیا۔

''چونکہ لڑکی حکم کے باوجود عدالت میں نہیں آئی اس لیے اسے زبردستی لایا جائے۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا

''لڑکی کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ دن کے وقت آئے اور نہ رات کے وقت۔ نہ اس نے کچھ کھایا ہو اور نہ ہی اس کا پیٹ بالکل خالی ہو اور یہ کہ وہ نہ سڑک سے آئے گی اور نہ سڑک کے ساتھ ساتھ آئے گی۔''

جج کا یہ عجیب و غریب حکم سن کر سب لوگ حیران تھے مگر لڑکی بالکل پریشان نہ ہوئی۔ وہ صبح ہی صبح سورج نکلنے سے پہلے تیار ہو گئی جب رات ختم ہو چکی تھی اور دن ابھی شروع نہیں ہوا تھا اس نے نمک لے کر چاٹ لیا اور ایک بکرے پر سوار ہو کر جج کی طرف چل دی۔ اس طرح جب جج کے پاس پہنچی تو وہ اس کی ذہانت کا قائل ہو گیا۔ واقعی وہ بہت عقلمند تھی اور اسے شکست دینا ممکن نہیں تھا پھر وہ بڑی سلیقہ شعار اور مہذب دکھائی دے رہی تھی اور یہی سب باتیں دیکھ کر جج اس سے شادی کرنے پر راضی ہو گیا۔ اس نے شادی کرنے سے پہلے یہ شرط رکھی کہ

''اگر لڑکی نے اس کے معاملات میں مداخلت کی تو وہ اسے طلاق دے دے گا''

اس کے ساتھ ہی اس نے اسے یہ بھی اجازت دی کہ

''وہ اپنے ساتھ اپنی تین عزیز ترین چیزیں لا سکتی ہے''

اس پر لڑکی نے یہ کیا کہ اپنے باپ کو بھی اپنے ساتھ لے آئی کیونکہ گھر میں وہ اسے سب سے عزیز تھا جج نے جب اس کے باپ کو دیکھا تو وہ قدرے جزبز ہوا مگر کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اندر ہی اندر جل بھن کے رہ گیا۔ پھر اس نے ایک ایسی ترکیب سوچی جس سے کسان ناراض ہو جائے اور خود بخود انہیں چھوڑ کر چلا جائے۔ جج نے اسے ایک چراگاہ میں بھیجا جہاں چند مچھلیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے کسان سے کہا

''ان مچھلیوں کی دیکھ بھال اور حفاظت کرو''

ظاہر ہے مچھلیاں پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی تھیں اسی لیے وہ ساری کی ساری مر گئیں جج کو جب اس بات کا پتا چلا تو وہ بہت ناراض ہوا کہنے لگا

''تم نے ساری مچھلیاں مار دیں تم ان کی حفاظت نہیں کر سکے تم نے انہیں مرنے کیوں دیا؟''

جج کا خیال تھا کہ کسان کے پاس اس الزام کا کوئی جواب نہیں ہوگا مگر اس کی بیٹی نے اسے پہلے ہی سے جواب بتا دیا تھا۔ جونہی جج نے یہ کہا کسان معصوم صورت بنا کر بولا۔

''میں کا کرتا مچھلیاں شرفاء سے تھیں اور وہ ایک کسان کی زبان نہیں سمجھ سکتی تھیں۔''

اس پر جج نے چمک کر پوچھا

''تمہیں یہ جواب کس نے بتایا ہے؟''

''میری بیٹی یعنی آپ کی بیوی نے''

کسان نے دھیمی آواز میں جواب دیا اب تو جج واقعی بڑا پریشان ہو گیا تھا اس سے اور تو کچھ بن نہ پڑا، کہنے لگا

’’اس نے میرے معاملات میں مداخلت کی ہے اور معاہدے کے مطابق میں اسے طلاق دیتا ہوں۔‘‘

مگر ساتھ ہی اس نے لڑکی کو یہ بھی اجازت دی کہ

’’تم اپنے ساتھ تین عزیز ترین چیزیں لے جاسکتی ہو‘‘

اس رات لڑکی اور اس کا باپ کسان جج کے گھر آخری کھانا کھا رہے تھے لڑکی نے چپکے سے اپنے شوہر کی وائن میں خواب آور دوا ڈال دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ وائن کا گلاس پیتے ہی اونگھنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے گہری نیند میں چلا گیا۔ یہ دیکھ کر لڑکی نے جلدی جلدی اپنے باپ کی مدد سے سوئے ہوئے جج کو اٹھا کر بگھی میں ڈالا جو اس وقت ان کے انتظار میں کھڑی تھی اس کے علاوہ اس نے ایک بڑا تھیلا لیا جس میں دولت بھری ہوئی تھی، اور باپ کے ساتھ بگھی میں سوار ہو گئی۔

ناہموار سڑک پر ہچکولے کھاتی ہوئی بگھی چلی جا رہی تھی کہ مسلسل جھٹکوں سے جج نیند سے بیدار ہو گیا۔ اس نے حیران نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ وہ کہاں ہے؟ پھر جیسے ہی اس کی نظر لڑکی اور اس کے باپ پر پڑی تو وہ ڈانٹ کر کہنے لگا۔

’’تم ابھی تک میرے ساتھ کیوں ہو۔۔۔۔؟ میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے۔؟‘‘

اس پر لڑکی بڑے پیار سے بولی

''تم نے مجھے اجازت دی تھی کہ میں جاتے وقت تین عزیز ترین چیزیں ساتھ لے جاسکتی ہوں۔۔۔۔''

''تو پھر۔۔۔۔؟''

جج نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جس پر لڑکی اسی پیار بھرے لہجے میں بولی

''تو میں نے تین عزیز ترین چیزیں ساتھ لے لی ہیں دولت سے بھرا ہوا یہ تھیلا، میرا بوڑھا باپ اور تم۔۔۔۔۔۔۔مجھے یہی تین چیزیں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔''

لڑکی کی یہ بات سن کر جج تھوڑی دیر کے لیے سوچ میں پڑ گیا سوچنے لگا۔

''میری بیوی اس قدر وفادار ہے''

وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو رہا تھا اس نے گاڑی بان کو حکم دیا

''گاڑی واپس کرو۔۔۔۔۔۔۔اور میرے گھر چلو''

اس کے بعد سے ان کی زندگی میں کبھی کوئی تلخی پیدا نہ ہوئی اور وہ ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے بوڑھا کسان بھی جب تک زندہ رہا انہیں کے ساتھ رہا۔

☆☆☆☆☆☆

کاتنے والی تین پریاں

(Three Spinning Fairies)

کسی زمانے میں ایک لڑکی رہتی تھی جو انتہا درجے کی کاہل تھی وہ کام کرنے سے جی ہی نہیں چراتی تھی بلکہ اسے کام سے نفرت تھی اس کی ماں نے بہت کوشش کی، اسے طرح طرح کے لالچ دیئے لیکن اس نے کبھی کوئی کام کر کے نہ دیا ہمیشہ یہی کہتی۔

''میں کام نہیں کروں گی مجھے کام سے نفرت ہے۔''

ماں چاہتی تھی کہ وہ گھر میں بیٹھ کر کاتے مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی لڑکی نے چرخے کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر ایک روز اس کی ماں کے صبر کا پیانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے غصے میں ڈانٹ کر کہا۔

''میں تجھے سمجھاتے سمجھاتے تنگ آ گئی ہوں اب میں زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔ تجھے کاتنا پڑے گا۔''

مگر لڑکی پر ماں کی اس ڈانٹ ڈپٹ کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔۔۔۔ وہ اپنی ہٹ پر قائم رہی اور کہا۔

''میں کام نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔ مجھے کام سے نفرت ہے۔''

''اچھا آج میں دیکھتی ہوں تو کیسے نہیں کاتے گی۔۔۔۔۔؟''

اس نے یہ کہا اور بیٹی کو بری طرح مارنے لگی بیٹی زور زور سے چیخ رہی تھی اور ماں اسے پیٹ رہی تھی اس کی چیخیں باہر تک جا رہی تھیں اتنے میں وہاں سے اس ملک کی ملکہ کا گزر ہوا اس نے لڑکی کی چیخیں سنیں تو رک گئی کہنے لگی۔

''یہ کس لڑکی کی چیخیں ہیں۔۔۔۔؟ اسے کون مار رہا ہے۔۔۔۔۔؟''

وہ اپنی سواری سے اتر کر گھر کے اندر گئی تو دیکھا ایک عورت لڑکی کو پیٹ رہی تھی۔ جب اس نے ملکہ کو دیکھا تو ہاتھ روک لیا اور نادم سے ہو کر کھڑی ہو گئی۔

''تم کون ہو اور اس لڑکی کو اس طرح کیوں پیٹ رہی ہو۔۔۔۔؟''

ملکہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

''تم اسے اس بے دردی سے مار رہی ہو کہ اس کی چیخیں باہر گلی میں سنائی دیتی ہیں۔۔۔۔؟''

عورت نے دل میں سوچا اگر میں نے ملکہ کو یہ بتایا کہ بیٹی کاہل اور کام چور ہے تو یہ میرے لیے بھی شرم کی بات ہو گی چنانچہ وہ ملکہ سے کہنے لگی۔

''میں اس کی ماں ہوں اسے کاتنے کا بہت شوق ہے یہ ہمیشہ چرخے کے پاس بیٹھی رہتی ہے۔ میں ایک غریب عورت ہوں میں اس کے لیے اتنا ریشم کہاں سے خرید کر لاؤں جو یہ ہر وقت بیٹھی کاتتی رہے؟''

یہ بات سن کر ملکہ بولی

''اچھا۔۔۔۔۔صرف اتنی سی بات ہے''

پھر اس نے لڑکی کو دیکھ کر کہا

''مجھے تو چرخے کی آواز سے زیادہ اور کوئی آواز پسند نہیں ۔ میں جب چرخے کو گھومتے ہوئے دیکھتی ہوں اور اس کے گھومنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے، اس سے مجھے انتہائی خوشی ہوتی ہے۔''

عورت نے تو اپنی خفت مٹانے کے لیے بات بدلی تھی مگر یہاں معاملہ ہی الٹ ہو رہا تھا ملکہ نے اسے کہا

''تم اپنی بیٹی میرے سپرد کر دو میں اسے اپنے ساتھ محل میں لے جاؤں گی۔ میرے پاس بہت سا ریشم ہے اس لیے لڑکی اپنی مرضی کے مطابق جس قدر کاتنا چاہے گی کاتے گی۔ اسے میں ریشم کی کمی کی شکایت نہیں ہونے دوں گی۔''

عورت اپنی بیٹی سے پہلے ہی بڑی تنگ تھی پھر اب یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ ملکہ اسے اپنے محل میں لے جانے پر تیار ہے، اس لیے وہ فوراً راضی ہو گئی اور کہنے لگی۔

''جیسے آپ کی مرضی۔۔۔۔۔ میں آپ کا حکم کیسے ٹال سکتی ہوں''

ملکہ نے اسی وقت لڑکی کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے محل میں لے گئی وہاں جا کر وہ لڑکی کو محل کی دوسری منزل پر لے جا کر بولی۔

''یہاں تین کمرے فرش سے چھت تک اعلیٰ قسم کے ریشم سے بھرے ہوئے ہیں تمھیں ریشم کم یا ختم ہونے کی شکایت نہیں ہو گی۔ یہاں بیٹھ کر میرے لیے ریشم کاتو۔۔۔۔''

اس وقت لڑکی کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ کہاں تو وہ چرخے کو ہاتھ تک نہیں لگاتی تھی اور کہاں اب اسے اس قدر ریشم کاتنا پڑ گیا تھا۔ پریشان سی ہو کر ادھر

ادھر نظریں دوڑا رہی تھی کہ ملکہ نے اس سے کہا۔

''جب تم یہ سارا ریشم کات لو گی تو میں اپنے بڑے شہزادے سے تمہاری شادی کر دوں گی۔ میں تمہاری مفلسی کو برا نہیں سمجھتی۔ تم مسلسل محنت کرنی والی لڑکی ہو، میں سمجھوں گی یہی تم اپنا جہیز لائی ہوں میرے لیے یہی کافی ہے۔''

لڑکی ملکہ کی باتیں سن رہی تھی اور خاموش تھی اس میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ کوئی جواب دے لیکن دل ہی دل میں خوفزدہ ہو رہی تھی اس نے آج تک چرخے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا اور کبھی ریشم نہیں کاتا تھا۔ اسے تو کاتنا تک نہیں آتا تھا یہی کچھ سوچ سوچ کر وہ پریشان تھی سوچ رہی تھی کہ۔

''اس قدر ریشم تو میں زندگی بھر نہیں کات سکوں گی اگر میں سو سال تک بھی کاتتی رہوں تو یہ مجھ سے ختم نہ ہوگا۔''

''لو، اب میں جاتی ہوں اور تم ریشم کاتنا شروع کر دو۔ میں آ کر دیکھوں گی کہ تم نے کتنا ریشم کات لیا ہے؟''

ملکہ یہ کہہ کر چلی گئی اور لڑکی حیران و پریشان اکیلی رہ گئی اب کیا کرے اور کیا نہ کرے؟ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔ اس سے اور تو کچھ نہ ہو سکا بس بیٹھ کے رونے لگی اور اس طرح بیٹھی تین روز تک مسلسل روتی رہی اس دوران اس نے ایک بار بھی چرخہ نہ گھمایا بلکہ ریشم کو ہاتھ میں پکڑا تک نہ تھا بس بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔

تیسرے روز جب ملکہ اسے دیکھنے کے لیے آئی تو یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئی کہ لڑکی نے ریشم کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا ہر چیز اسی طرح پڑی تھی جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی اس

نے پوچھا

''تم نے ریشم کاتنا شروع نہیں کیا۔۔۔۔۔؟''

جواب میں لڑکی نے بہانہ کر دیا

''میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہی ہوں مجھے اپنا گھر یاد آ رہا ہے اس لیے میں نے ابھی کاتنا شروع نہیں کیا۔''

ملکہ اس کے جواب سے مطمئن ہو گئی مگر جاتے جاتے اس نے کہا

''یاد رکھو میں توقع رکھتی ہوں کہ کل سے تم اپنا کام شروع کر دو گی''

وہ یہ کہہ کر چلی گئی اور ایک بار پھر لڑکی اکیلی رہ گئی وہ سوچنے لگی

''اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔۔۔۔؟''

وہ اسی پریشانی میں اٹھ کر کھڑکی کے پاس گئی اور محل سے باہر دیکھنے لگی۔ اچانک اس کی نظر پڑی تو تین مضحکہ خیز شکل وصورت کی عورتیں اسی کی طرف آ رہی تھیں ان میں سے ایک کا آگے کو بڑھا ہوا بہت بڑا پاؤں تھا، دوسری کا نچلا ہونٹ اتنا بڑا تھا کہ اس نے عورت کی ٹھوڑی چھپا رکھی تھی اور تیسرے کے ایک ہاتھ کا انگوٹھا بہت بڑا تھا۔ وہ تینوں چلتی ہوئی محل کے قریب آئیں اور کھڑکی کے نیچے کھڑی ہو کر اوپر لڑکی کی جانب دیکھنے لگیں پھر انہوں نے اس سے پوچھا۔

''کیا بات ہے، تم اس قدر پریشان کیوں ہو۔۔۔۔؟''

جواب میں لڑکی نے اپنی مشکل بیان کی جس پر انہوں نے کہا

''اس سلسلے میں ہم تمہاری مدد کر سکتی ہیں''

''اگر یہ بات ہے تو خدا کے لیے جلدی کرو میں بے حد پریشان ہوں''

لڑکی ان کی منت کرتے ہوئے بولی

''مگر ہم یہ کام ایک شرط پر کریں گی''

''وہ شرط کیا ہے مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔۔؟''

لڑکی کے اس سوال پر انہوں نے کہا

شرط یہ ہے، جب شہزادے سے تمہاری شادی ہو تو ہمیں بھی مدعو کرنا ہوگا مگر اس طرح نہیں کہ تم ہمیں بلاتے ہوئے ندامت محسوس کرو۔ ہمیں پوری عزت سے بلانا ہوگا اور تم اپنی کزن کہہ کر ہمارا تعارف کراؤ گی۔ اس کے علاوہ ہمیں مہمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے ٹیبل پر بٹھانا ہوگا۔

اتنی بات کہہ کر تینوں نے لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر بولیں

''اگر تمہیں ہماری یہ شرط منظور ہے تو ہم بہت جلد تمہارا ریشم کات دیں گی۔''

لڑکی کو بھلا اور کیا چاہیے تھا؟ اس نے جلدی سے کہا

''میں خوشی سے تمہاری شرط مانتی ہوں جیسا تم نے کہا ہے میں ایسے ہی کروں گی۔ میں تم سے سچے دل سے وعدہ کرتی ہوں اب تم جلدی سے اوپر آؤ اور ریشم کاتنے کا کام فوراً شروع کردو۔''

اس نے اسی وقت ان تینوں عجیب وغریب عورتوں کو اوپر بلا لیا ان کے لیے پہلے کمرے میں بیٹھنے کی جگہ بنائی جہاں وہ تینوں بیٹھ کر ریشم کاتنے لگیں۔ ان کا کاتنے کا طریقہ بھی انوکھا تھا۔ پہلی دھاگا نکالتی اور چرخہ گھماتی، دوسری دھاگے کو تھوک لگا کر

گیا کرتی اور تیسری انگلیوں کے جھٹکے کے ساتھ اسے ٹیبل پر مروڑتی ۔اوراس طرح ہر بار خوبصورتی سے کاتا ہوا ریشم کا ایک گچھا فرش پر گر جاتا ۔اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے وہاں کاتے ہوئے ریشم کے لچھوں کا ڈھیر لگ گیا۔

اس دوران میں جب بھی ملکہ آتی، لڑکی جلدی سے تینوں عورتوں کو چھپا دیتی۔ پھر وہ اسے کاتے ہوئے ریشم کے لچھوں کا ڈھیر دکھاتی تو ملکہ بہت خوش ہوتی۔

''شاباش! تم بہت محنتی لڑکی ہو''

وہ اس کی تعریف کرتی مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ حیران بھی ہوتی کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی کیسے کر رہی ہے؟ بہرصورت وہ اس سے بے انتہا خوش تھی۔

جونہی پہلے کمرے کا ریشم ختم ہوا عورتوں نے دوسرے کمرے کا ریشم کاتنا شروع کر دیا۔ اسے ختم کیا تو اسی طرح تیسرے کمرے کا سارا ریشم بھی کات دیا جب تینوں کمروں کا پورا ریشم انہوں نے کات دیا تو لڑکی سے کہنے لگیں۔

''اب ہمیں اجازت دو۔۔۔۔۔۔ہم جاتی ہیں''

''تم تینوں کا بہت بہت شکریہ۔۔۔۔تم نے مجھے بہت بڑی مصیبت سے نجات دلا دی ہے۔''

لڑکی نے ممنون ہوتے ہوئے کہا اس پر عورتوں نے اس کا وعدہ یاد دلایا

''تم نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے اسے نہ بھولنا یہ تمہارے لیے خوش قسمتی کی بات ہو گی۔''

''مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔۔۔۔ بے فکر رہو، میں اپنی شادی میں تمہیں ضرور

بلاؤں گی۔''

لڑکی کے اتنا کہنے پر وہ تینوں عورتیں چلی گئیں ادھر جب ملکہ آئی تو اس نے دیکھا، تینوں کمرے جو ریشم کے بھرے ہوئے تھے، اب وہاں کاتے ہوئے لچھوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے یہ دیکھ کر اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا اس نے لڑکی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''تم نے کمال ہی نہیں کیا، مجھے حیران بھی کر دیا ہے۔''

فوراً شہزادے سے اس کی شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئیں شہزادہ بھی یہ جان کر خوش تھا کہ اس کی شادی ایک ایسی لڑکی سے ہو رہی ہے جو ہوشیار بھی ہے اور بے انتہا محنتی بھی ہے۔ وہ بھی لڑکی کی تعریف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا

''میری ہونے والی بیوی میری امیدوں سے بڑھ کر ہے۔''

جب شادی کا دن آیا تو لڑکی نے ملکہ اور شہزادے سے کہا

''میری تین کزن ہیں جنہوں نے ماضی میں مجھ پر بڑی مہربانیاں کی ہیں اس خوشی کے موقع پر میں انہیں فراموش نہیں کرنا چاہتی کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ اس پر مسرت موقع پر انہیں بھی مدعو کر لوں؟''

''ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے تم انہیں مدعو کر سکتی ہو''

ملکہ اور شہزادے نے جواب دیا اس پر لڑکی نے اپنی بات پوری کرتے ہوئے کہا

''مجھے آپ یہ بھی اجازت دیں کہ شادی کی دعوت میں انہیں اپنے ٹیبل پر بٹھاؤں؟''

ملکہ اور شہزادے نے اس کی یہ درخواست بھی قبول کرتے ہوئے جواب دیا

''تمہاری مرضی ہے، انہیں جہاں چاہو بٹھاؤ۔''

چنانچہ جب شادی کی دعوت شروع ہو رہی تھی تو تین عورتیں داخل ہوئیں جنہوں نے انتہائی شاندار اور خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھے لڑکی نے انہیں آتے دیکھا تو اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔

''خوش آمدید میری کزن خوش آمدید!''

جیسے ہی شہزادے کی ان پر نظر پڑی وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور چیخ کر بولا

''تم نے ان بدصورت عورتوں کو اپنا دوست کیسے بنالیا۔۔۔۔۔؟''

پھر پیشتر اس کے کہ لڑکی کوئی جواب دیتی شہزادے نے پہلی عورت کی طرف دیکھ کر پوچھا

''تمہارا پاؤں اتنا بڑا کیوں ہو گیا۔۔۔۔۔؟''

جواب میں عورت بولی

''چرخہ گھماتے گھماتے!''

شہزادے نے دوسری عورت کی طرف دیکھ کر پوچھا

''تمہارا نچلا ہونٹ اتنا بڑا ہونے کا کیا سبب ہے۔۔۔؟''

جواب میں عورت نے کہا

''دھاگے کو گیلا کرتے کرتے!''

''تمہارا انگوٹھا کس وجہ سے اتنا بڑا ہو گیا۔۔۔؟''

عورت نے جواب دیا

''دھاگا مروڑتے مروڑتے!''

تینوں کے یہ جواب سن کر شہزادہ کہنے لگا

''اگر یہ بات ہے تو میری خوبصورت بیوی جب تک زندہ ہے کبھی چرخے کے قریب نہیں جائے گی۔''

اور ہوا بھی یہی۔۔۔۔اس روز سے لڑکی کو کاتنے کی مصیبت سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔

☆☆☆☆☆☆

انڈے سے نکلنے والی لڑکی

(The Girl Out of the Egg)

ایک گاؤں میں ایک بڑھیا اور اس کا بیٹا رہتے تھے۔ بیٹا جوان تھا اور شادی کی عمر کو پہنچ چکا تھا مگر اسے گاؤں کی کوئی لڑکی پسند نہ تھی۔ اس کی ماں اسے بہتیرا سمجھاتی، شادی کرنے پر اصرار کرتی اور اچھی اچھی لڑکیوں کے نام پیش کرتی لیکن وہ ہر بار یہی کہتا۔

''مجھے گاؤں کی کوئی لڑکی پسند نہیں آتی''

آخر ایک روز وہ اپنی ماں سے کہنے لگا

''ماں! میں کسی اور جگہ جا رہا ہوں تا کہ اپنی پسند کی لڑکی تلاش کر سکوں''

اس کی ماں تو پہلے ہی سے تنگ آ چکی تھی اس لیے قدرے غصے سے بولی

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔ جہاں تمہارا جی چاہتا ہے جاؤ اور اپنی پسند کی لڑکی ڈھونڈ کے لاؤ۔''

جب وہ گھر سے رخصت ہونے لگا تو ماں نے کہا

''یاد رکھو۔۔۔۔ اگر تمہیں بھوک واپس نہ لائی تو پیاس لے آئے گی''

وہ گھر سے نکل کر چل دیا اور چلتا چلاتا ایک جنگل میں پہنچ گیا۔ جنگل میں سفر کرتے کرتے بہت جلد اسے پیاس ستانے لگی۔ اس کے لب خشک ہو گئے اور وہ

پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر وہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ جب وہ چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا تو اچانک اس نے ایک درخت پر گھونسلا دیکھا جس میں تین انڈے موجود تھے۔ دل میں سوچنے لگا۔

''انڈوں سے کچھ تو پیاس بجھ ہی جائے گی''

یہ سوچتے ہی وہ جلدی سے درخت پر چڑھ گیا اور گھونسلے میں سے تینوں انڈے نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیے پھر وہ درخت سے اتر آیا اور اس نے جیب میں سے ایک انڈا نکال کر اسے توڑا۔ جیسے ہی انڈا ٹوٹا اس میں سے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی اچھل کر باہر آ گئی وہ حیرانی سے اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ لڑکی نے کہا۔

''مجھے پینے کے لیے تھوڑا پانی دو۔۔۔۔۔۔اس کے بعد میں تمہاری اور تم میرے ہو گے؟''

لیکن وہ تو خود پانی کو ترس رہا تھا پھر اسے پانی کہاں سے دیتا؟ یہ دیکھ کر لڑکی پلک جھپکتے میں غائب ہو گئی اور وہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا چند لمحوں تک حیران سا وہاں کھڑا رہا اور پھر آگے کی طرف چلنے لگا۔

وہ تھوڑی دور آگے گیا ہو گا کہ پیاس اور شدید ہو گئی۔ اس نے جیب میں سے دوسرا انڈا نکالا اور اسے توڑا جونہی انڈا ٹوٹا اس میں سے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی اچھل کر باہر آ گئی اور اس سے کہنے لگی۔

''مجھے پینے کے لیے تھوڑا پانی دو اس کے بعد میں تمہاری اور تم میرے ہو گے!''

اب بھی مسئلہ وہی تھا کہ وہ پانی کہاں سے دے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری لڑکی بھی

آنکھ جھپکتے میں غائب ہو گئی اور وہ پہلے کی طرح ہکا بکا ہو کے ادھر ادھر دیکھنے لگا چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

چلتے چلتے وہ ایک باغ میں پہنچ گیا جہاں ایک کنواں بھی تھا اس کے کنوئیں میں سے ایک پیالہ پانی کا بھر کے اپنے پاس رکھا اور بیٹھ کر تیسرا انڈا بھی توڑ دیا۔ انڈے کا ٹوٹنا تھا کہ اس میں سے بھی ایک خوبصورت نوجوان لڑکی اچھل کر باہر آ گئی اور بولی

''مجھے پینے کے لیے تھوڑا پانی دو اس کے بعد میں تمہاری اور تم میرے ہو گے!''

اس بار اس نے تو پہلے ہی سے پانی کا بندوبست کر لیا تھا جیسے ہی لڑکی نے یہ کہا اس نے جلدی سے پانی کا بھرا ہوا پیالہ اسے پیش کر دیا۔

''لو، پانی حاضر ہے!''

اب تو لڑکی کے پاس فرار ہونے کا کوئی بہانہ نہ تھا وہ اس کے پاس بیٹھ گئی نوجوان دل میں خوش تھا کہ اسے اس کی پسند کی لڑکی مل گئی ہے وہ اس سے کہنے لگا

''تم یہاں بیٹھو میں تمہارے لیے سواری کی گاڑی لے کے آتا ہوں میں تمہیں اپنے گھر اس طرح عزت سے لے کر جانا چاہتا ہوں جیسے دلہن کو لے جایا جاتا ہے۔''

اس نے یہ کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

لڑکی جو انتہائی خوبصورت تھی کنوئیں کی منڈیر کے پاس بیٹھ کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی ابھی اسے بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ وہاں بوڑھی جادوگرنی آئی۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو کالے رنگ کی بدشکل تھی جادوگرنی نے

آگے بڑھ کر حسین لڑکی کے خوبصورت اور زرق برق کپڑے اتارے اور اپنی بیٹی کو پہنا دیئے جو خانہ بدوش نظر آ رہی تھی جب جادوگرنی نے لڑکی کے کپڑے اتار لیے تو اس نے کنوئیں میں چھلانگ لگا دی اور مچھلی کا روپ اختیار کر لیا اب اس کی جگہ جادوگرنی کی بدشکل بیٹی بیٹھی ہوئی نوجوان کا انتظار کر رہی تھی جادوگرنی نے اسے سکھا پڑھا دیا تھا اور کہا تھا۔

''جب نوجوان واپس آئے اور تمہارے رنگ اور بدشکل ہونے کے بارے میں دریافت کرے تو تم کہنا، چونکہ میں انڈے سے نکلی ہوئی اس لیے سورج کی کرنیں پڑنے کی وجہ سے میں کالی ہوگئی ہوں''

''ٹھیک ہے۔۔۔۔۔میں ایسے ہی کہوں گی''

لڑکی نے جادوگرنی کو جواب دیا۔۔۔اور پھر جب نوجوان گاڑی لے کر واپس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں حسین و جمیل لڑکی کی جگہ ایک کالے رنگ کی بد شکل لڑکی بیٹھی ہوئی تھی تاہم اس نے لباس وہی پہن رکھا تھا جو وہ دیکھ کر گیا تھا۔اس نے تعجب سے دریافت کیا۔

''تمہارا رنگ کیوں کالا ہو گیا۔۔۔؟ تمہارا حسن کیا ہوا۔۔۔؟''

جواب میں جادوگرنی کی بیٹی نے اپنی ماں کے سکھانے کے مطابق کہا

''چونکہ میں انڈے سے نکلی ہوں اس لیے جب سورج کی کرنیں مجھ پر پڑیں تو میرا رنگ کالا ہو گیا اور حسن جاتا رہا مگر تم بے فکر رہو، جب میں گھر جا کر نہاؤں گی تو پھر سے پہلے کی طرح حسین ہو جاؤں گی۔''

لڑکے نے کیا ل کیا۔۔۔

''شاید ایسا ہی ہو''

لہٰذا وہ اسے گاڑی میں سوار کر کے اپنے گھر لے آیا جب وہ گھر پہنچا تو اس کی ماں نے بڑی حیرانی سے اپنی بہو کی طرف دیکھا اور پھر بیٹے سے کہنے لگی۔

''تمہیں گاؤں کی اچھی سے اچھی لڑکیاں پسند نہ آئیں اور اب تم یہ خانہ بدوش لڑکی لے آئے ہو۔۔۔۔؟''

اس پر اس نے اپنی ماں کو سمجھایا۔۔۔

''ماں! تم فکر نہ کرو ابھی یہ نہائے دھوئے گی تو حسین ہو جائے گی۔''

دوسری طرف جادوگرنی کی بیٹی جانتی تھی کہ اصل لڑکی کنوئیں میں کود کر مچھلی بن چکی ہے جب تک اس کا وجود باقی ہے، اس کے لیے خطرہ موجود رہے گا۔ یہی کچھ سوچ کر وہ بیمار پڑ گئی اور اس نے نوجوان سے کہا۔

''اسی کنوئیں پر جاؤ اس میں ایک مچھلی ہے اسے پکڑ کے لاؤ۔۔۔۔ میں جب اسے کھاؤں گی تو پہلے کی طرح حسین بن جاؤں گی جب تک وہ مچھلی نہیں کھاؤں گی میں اسی طرح کالی اور بدشکل ہی رہوں گی۔''

نوجوان تو دل سے چاہتا تھا کہ اس کی بیوی پہلے کی طرح حسین ہو جائے اس لیے وہ اسی وقت گیا اس نے کنوئیں پر جا اس کا تمام پانی نکالا اور مچھلی پکڑ کے لے آیا جونہی جادوگرنی کی بیٹی نے مچھلی دیکھی وہ خوش ہوگئی اپنے آپ سے کہنے لگی۔

ابھی اس کا کام تمام کرتی ہوں۔

اس نے جلدی جلدی مچھلی پکائی اور اسے کھا گئی نوجوان منتظر تھا کہ اس کی بیوی مچھلی کھانے کے بعد پہلے کی طرح حسین ہو جائے گی مگر وہ تو اسی طرح کالی اور بد شکل نظر آ رہی تھی۔

کرنا خدا کا یہ ہوا کہ جادوگرنی کی بیٹی نے مچھلی کھا کے اس کی ہڈیاں گھر سے باہر پھینک دیں اتنے میں قریب کے کھیت سے ایک بطخ آئی اور وہ ہڈیاں کھا گئی ہڈیا کھانے کی دیر تھی کہ بطخ کے پر سونے کے ہو گئے کیونکہ لڑکی نے سونے کا لباس پہن رکھا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے جو ایک عام بطخ تھی اب اس کے پر سونے کی طرح چمک رہے تھے۔

جب بطخ اس کھیت کے مالک کے گھر واپس گئی جہاں سے وہ آئی تھی تو گھر کی عورت اسے دیکھ کر حیران رہ گئی سونے کے پر تو اس نے کبھی نہیں دیکھے تھے وہ بڑی خوش ہوئی اور اس نے بطخ کے پر نوچ کر ایک برتن میں رکھ دیئے اس وقت وہ کلیسا جانے کی جلدی میں تھی خود سے کہنے لگی۔

''واپس آ کر پر سنبھالوں گی''

اس نے پر برتن میں رکھے اور کلیسا عبادت کے لیے چلی گئی مگر جب کچھ دیر بعد واپس گھر آئی تو اس کی حیرانی کی حد نہ رہی جاتے وقت وہ میز پر کھانا رکھ کر گئی تھی لیکن واپسی پر دیکھا تو تمام کھانا غائب تھا ساری رکابیاں خالی پڑی تھیں اور یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی کھا گیا ہو۔

''مگر کون کھا سکتا ہے۔۔۔۔؟ یہاں تو کوئی آیا بھی نہیں۔۔۔۔۔!''

وہ تعجب سے سوچنے لگی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

دوسرے روز وہ پھر کھانا میز پر رکھ کر کلیسا گئی اور جب واپس گھر آئی تو کل کی طرح آج بھی کھانا غائب تھا اب تو واقعی اسے تشویش ہونے لگی اپنے آپ سے کہنے لگی۔

''میرے بعد یقیناً یہاں کوئی آتا ہے جو میرا کھانا کھا جاتا ہے مجھے اس کا پتا چلانا چاہیے۔''

اب ہوا یہ کہ تیسرے روز اس نے چور کا پتا چلانے کے ارادے سے اسی طرح میز پر کھانا رکھا اور دروازہ باہر سے بند کر کے ایک طرف چھپ گئی چند لمحے انتظار کرنے کے بعد وہ آہستہ سے آگے بڑھی اور دروازے میں چابی کا جو سوراخ تھا، اس میں سے اندر جھانکنے لگی۔

''اف! یہ کیا۔۔۔۔؟''

وہ اندر جھانکتے ہی ٹھٹھک سی گئی اس نے دیکھا، پروں والے برتن میں سے ایک حسین لڑکی نکلی اور آ کر میز کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گئی اس نے میز پر رکھا ہوا کھانا کھانا شروع کر دیا اور چند ہی لمحوں میں سارا کھانا ختم کر دیا یہ دیکھتے ہی عورت نے جلدی سے دروازہ کھولا اور بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کے لڑکی کو پکڑ لیا۔

''اچھا۔۔۔تو تم ہو جو میرا کھانا کھا جاتی ہو۔۔۔۔۔؟''

عورت نے لڑکی کو چھو لیا تھا اس لیے اب وہ دوبارہ پری کی شکل اختیار نہیں کر سکتی تھی دراصل اب وہ جادو سے آزاد ہو گئی تھی وہ اسی بڑھیا کے پاس رہنے لگی۔

یہ بوڑھی عورت اس نوجوان کے گھر میں کپڑے وغیرہ دھونے کے لیے روزانہ جاتی تھی جس کو انڈے سے نکلنے والی لڑکی ملی تھی اور جواب امیر آدمی تھا ایک روز لڑکی نے بڑھیا سے کہا۔

''آج میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں''

لیکن بڑھیا انکار کرتے ہوئے بولی

''نہیں۔۔۔تمہارا جانا مناسب نہیں۔۔۔اگر گھر کے مالک نے دیکھ لیا تو وہ تجھے وہیں رکھ لے گا''

اس پر لڑکی نے کہا

''میں میلے کچیلے کپڑے پہن لیتی ہوں اس طرح وہ میری طرف توجہ نہیں دے گا''

آخر بڑھیا نے اسے اجازت دے دی اور وہ اس کے ساتھ کام کرنے چلی گئی وہاں اور بھی چند لڑکیاں تھیں کام کاج کے بعد وہ سب بیٹھ کے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں اور ان کے ساتھ نوجوان بھی بیٹھ گیا وہ ان سے کہنے لگا۔

''تمہیں یقیناً بہت سی کہانیاں آتی ہوں گی۔۔۔۔۔ہر ایک باری باری کوئی کہانی سنائے۔''

اس طرح سب کہانیاں سنانے لگیں جب پروالی لڑکی کی باری آئی تو سب نے اس سے کہا۔

''اب تمہاری باری ہے تم کوئی کہانی سناؤ؟''

''مجھے تو کوئی کہانی نہیں آتی صرف خواب یاد ہے''

لڑکی نے جواب دیا جس پر سب نے کہا

''خواب بھی کہانی ہی ہوتا ہے۔۔۔۔تم خواب ہی سناؤ۔۔۔۔۔۔؟''

جب سب نے تقاضا کیا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

''ایک نوجوان تھا جسے اپنے گاؤں کی کوئی لڑکی پسند نہ تھی چنانچہ وہ اپنی پسند کی لڑکی کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔وہ سفر میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ اسے تین انڈے ملے۔۔۔۔!''

اور اس کے بعد اپنی پوری کہانی بیان کرنے لگی۔جب وہ اس مرحلے تک پہنچی جہاں نوجوان اسے کنوئیں کے پاس بٹھا کر خود گاڑی لینے گیا تھا تو رک گئی کہنے لگی

''پھر میری آنکھ کھل گئی اس کے بعد کیا ہوا۔۔۔۔؟یہ مجھے معلوم نہیں''

جب وہ خواب کے نام سے اپنی کہانی سنا رہی تھی اس وقت جادوگرنی کی بیٹی بڑی پریشانی سے کمرے میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ خواب سنانے والی لڑکی کون ہے وہی نہیں نوجوان بھی یہ راز جان گیا تھا یہی وجہ تھی کہ جب اس کی بیوی نے یہ کہا۔

''تم کیا فضول کہانیوں میں لگ گئے ہو۔سونے کا وقت ہو گیا ہے جا کے آرام کرو''

تو نوجوان نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی وہ لڑکی سے بولا

''ذہن پر زور دو اور خواب کا اگلا حصہ یاد کر کے سناؤ۔''

بہر صورت، اب اگر لڑکی اپنی کہانی پوری نہ بھی کرتی تو جب بھی وہ ساری کہانی سمجھ گیا تھا اس نے اسی وقت جادوگرنی کی بیٹی کو ایک کمرے میں بند کر کے تالا لگا دیا تا کہ وہ فرار نہ ہو سکے پھر اس نے کہا۔

''میں اپنی ساس سے پوچھوں گا کہ اس قسم کی سازش کرنے والے کو کس قسم کی سزا ملنی چاہیے؟''

وہ اسی وقت اپنی ساس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا

''ایسی عورت کو کیا سزا ملنی چاہیے جو کسی شخص کی دلہن کو لے جائے، اسے کنوئیں میں پھینک دے اور اس کی جگہ دھوکے میں ایک مکروہ شکل کی بدصورت لڑکی دیدے۔۔۔۔؟''

ساس نے جواب میں کہا

''ایسی عورت کی سزا یہ ہے کہ ایک بڑے ڈرم میں کیلیں بھر دی جائیں پھر اس میں اس عورت کو بند کر کے بلند ترین پہاڑ سے نیچے لڑکا دیا جائے۔''

نوجوان نے ایسے ہی کیا لیکن جادوگرنی کی لڑکی کے ساتھ خود جادوگرنی کو بھی کیل بھرے ڈرم میں بند کر کے ایک بلند پہاڑ سے نیچے لڑھکا دیا۔ اس طرح دونوں نے ڈرم کے اندر چیخ چیخ کر اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

اس طرح نوجوان نے اس حسین لڑکی سے شادی کر لی جو انڈے سے نکلی تھی اور جو اس کی اصلی دلہن تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

مینڈک شہزادہ

(The Frog Prince)

یہ ایک شام کی بات ہے ایک شہزادی نے سوچا

''جنگل کی سیر کرنی چاہیے۔''

یہ سوچتے ہی اس نے سر پر زنانہ ٹوپی رکھی، پاؤں میں جوتے پہنے اور اکیلی جنگل کی طرف چل دی۔ جب وہ گھومتے گھماتے جنگل کے درمیان پہنچی تو دیکھا، وہاں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ تھا۔ وہ دل میں کہنے لگی۔

''کچھ دیر آرام کر لینا چاہیے۔''

اور وہ ستانے کے لیے چشمے کے کنارے بیٹھ گئی اس کے ہاتھ میں سونے کی ایک گیند تھی۔ یہ گیند اسے بہت پسند تھی اس لیے اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھتی تھی اس کو فضا میں اچھالنا اور پھر پکڑنا اس کا محبوب کھیل تھا۔ اس وقت بھی وہ اسے اچھال اچھال کر کھیلنے لگی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ اس نے گیند کو زیادہ اچھال دیا اور گیند اس کے ہاتھوں میں جلدی آنے کی بجائے زمین پر جا گری۔ اور پھر لڑھکتے لڑھکتے چشمے میں گر گئی۔ شہزادی نے جلدی سے آگے جھک کر چشمے میں دیکھا مگر اس کا پانی اتنا گہرا تھا کہ تہہ تک نظر نہ جا سکتی تھی۔ یہ دیکھ کر شہزادی نے رونا شروع کر دیا۔ مگر اس کے رونے سے گیند تو پانی سے باہر نہیں آ سکتی تھی۔ پھر وہاں کوئی دوسرا تھا بھی

نہیں جواس کارونا سن کراس کی مدد کو آ جاتا۔یہی سوچ کراس نے رونا بند کر دیا اور کہنے لگی۔

''اگر میں اپنی گیند دوبارہ حاصل کرسکوں تو میں اس کے بدلے میں اپنے تمام بیش قیمت نفیس کپڑے، ہیرے جواہرات اور ہر وہ چیز دے دوں گی جواس دنیا میں میرے پاس ہے۔صرف مجھے میری گیند واپس ملنی چاہیے۔''

جب وہ یہ کہہ رہی تھیں عین اس وقت ایک مینڈک نے پانی میں سے سر باہر نکالا اورشہزادی کومخاطب کرتے ہوئے بولا۔

''شہزادی!تم اس بری طرح کیوں رو رہی ہو۔۔۔؟ مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری کچھ مدد کرسکوں۔۔۔۔؟''

اس پرشہزادی اسے دیکھ کر بولی

''تم ایک مینڈک ہو،تم میری مدد کیا کرو گے۔۔۔۔۔؟''

پھراس نے خود ہی اسے بتایا

''میری سونے کی گیند چشمے میں گر پڑی ہے میں اس کے لیے رو رہی ہوں۔''

مینڈک جواب میں بولا

''اگر میں تمہاری گیند تمہیں واپس لا دوں تو۔۔۔۔۔؟''

شہزادی جلدی سے بولی

''میں اس کے بدلے میں تمہیں اپنے تمام بیش قیمت نفیس کپڑے، ہیرے جواہرات اور ہر وہ چیز دے دوں گی جواس دنیا میں میرے پاس ہے۔۔۔!''

مینڈک نے یہ سنا تو جواب دیا

''میں تمہارے ہیرے جواہرات نہیں چاہتا نہ ہی مجھے تمہارے بیش قیمت نفیس کپڑوں کی ضرورت ہے میں تمہیں صرف ایک شرط پر گیند واپس لا کر دے سکتا ہوں۔۔۔۔''

''وہ شرط کیا ہے۔۔۔۔؟ میں تمہاری شرط پوری کروں گی۔۔۔؟''

شہزادی نے بڑی بے صبری سے کہا جس پر مینڈک بولا

''اگر تم مجھ سے پیار کرو، مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دو، میں تمہارے ساتھ تمہاری سونے کی پلیٹ میں کھانا کھاؤں اور تم مجھے اپنے ساتھ سلاؤ تو میں تمہاری گیند واپس لا سکتا ہوں۔۔۔کہو تمہیں میری شرط منظور ہے۔۔۔؟''

مینڈک کی یہ بات سن کر شہزادی دل میں اپنے آپ سے کہنے لگی۔

''یہ مینڈک کیسا بیوقوف ہے۔ یہ تو چشمے سے باہر آنے کے قابل بھی نہیں اور یہ میری گیند واپس لانے کا کہہ رہا ہے۔''

پھر وہ سوچنے لگی

''بھلا یہ میرے محل تک کہاں آئے گا اس کی شرط منظور کر لیتی ہوں میری گیند تو واپس مل جائے گی۔''

چنانچہ اس نے مینڈک سے کہا

''اچھا اگر تم میری گیند پانی سے نکال دو تو میں تمہاری شرط مان لوں گی جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس کی تمہیں اجازت دے دوں گی''

جیسے ہی شہزادی نے یہ کہا مینڈک نے اسی وقت پانی میں ڈبکی لگائی اور پھر چند ہی لمحوں بعد واپس پانی کے اوپر آ گیا اس کے منہ میں سونے کی گیند پکڑی ہوئی تھی اس نے کنارے کے پاس آ کر گیند شہزادی کے سامنے پھینک دی تھوڑی دیر پہلے شہزادی کو بالکل یقین نہیں تھا کہ مینڈک اس کی گیند پانی میں سے لے آئے گا لیکن اب جب اس نے دیکھا کہ وہ لے آیا ہے تو خوشی میں اچھل پڑی۔ اس نے بھاگ کر گیند اٹھالی اور اچھلتی ہوئی جلدی جلدی گھر کی طرف چل دی اس وقت وہ اس قدر خوش تھی کہ اس نے مینڈک کو بھی فراموش کر دیا جس نے اس کی گیند پانی میں سے نکالی تھی جب وہ واپس جا رہی تھی تو مینڈک نے بلند آواز میں پکار کر کہا۔

''شہزادی ٹھہرو اپنے وعدے کے مطابق مجھے بھی ساتھ لے چلو۔''

لیکن شہزادی کو اتنی فرصت نہیں تھی کہ اس کی آواز سنتی وہ نہ ٹھہری اور نہ ہی اس نے مینڈک کی بات پر توجہ دی۔ اس طرح وہ اپنے محلوں کی طرف چلی گئی۔

دوسرے روز کی بات ہے شہزادی رات کا کھانا کھانے کے لیے بیٹھی ہی تھی کہ اتنے میں اس نے عجیب وغریب آوازیں سنیں کھٹ کھٹ، چھپ چھپ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا اوپر آ رہا تھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد دروازے پر آہستہ سے دستک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی کسی نے باریک آواز میں کہا۔

''میری پیاری شہزادی، دروازہ کھولو!''

''دروازہ کھولو کہ سچا پیار آیا ہے''

اور وہ الفاظ یاد کرو جو تم نے اور میں نے کہے تھے

''ٹھنڈے چشمے کے کنارے، سرسبز جنگل کی چھاؤں میں''

شہزادی کے لیے یہ آواز بالکل اجنبی تھی۔ وہ اٹھی اور جا کر دروازہ کھولا۔۔۔۔۔ دیکھا تو وہاں وہی مینڈک کھڑا تھا جسے وہ قطعی بھول گئی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ کچھ خوفزدہ سی ہو گئی اور جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ آ کر اپنی میز پر کھانے کے لیے بیٹھ گئی مگر اس کے چہرے سے خوف جھلک رہا تھا۔

اس کے باپ بادشاہ نے دیکھا تو حیرانی سے پوچھنے لگا

''بیٹی! کیا بات ہے تم کچھ پریشان سی دکھائی دے رہی ہو۔۔۔۔۔؟''

جواب میں شہزادی نے بتایا

''دروازے پر ایک مینڈک کھڑا ہے جنگل کے چشمے میں میری سونے کی گیند گر پڑی تھی اور اس نے مجھے نکال کے دی تھی۔''

اتنا کہہ کے اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور پھر اپنی بات مکمل کرنے لگی۔

''میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ میری گیند چشمے میں سے نکال دے گا تو میں اسے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دوں گی۔ وہ میرے ساتھ بیٹھے گا، میرے ساتھ کھائے گا اور میرے ساتھ سوئے گا۔ میرا خیال تھا کہ وہ تو چشمے سے بھی باہر نہیں آ سکے گا اسی لیے میں نے وعدہ کر لیا تھا۔ اب وہی مینڈک دروازے پر کھڑا ہے اور اندر آنا چاہتا ہے۔''

جس وقت شہزادی یہ ساری بات بادشاہ کو بتا رہی تھی، دروازے کے باہر کھڑے

مینڈک نے دوبارہ دستک دی اور ساتھ ہی کہا۔

''میری پیاری شہزادی دروازہ کھولو''

دروازہ کھولو کہ سچا پیار آیا ہے

اور وہ الفاظ یاد کرو جو تم نے اور میں نے کہے تھے

''ٹھنڈے چشمے کے کنارے، سرسبز جنگل کی چھاؤں میں''

بادشاہ نے جب مینڈک کے یہ الفاظ سنے تو وہ بیٹی کو سمجھاتے ہوئے بولا

''بیٹی! تم نے وعدہ کیا ہے تو اسے ضرور پورا کرو۔ جاؤ اور مینڈک کو اندر آنے دو''

شہزادی کا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ دروازہ کھولے مگر باپ کے کہنے پر مجبور ہوگئی تھی۔اس نے دروازہ کھولا تو مینڈک پھدکتا ہوا کمرے کے اندر آ گیا۔اور پھر اسی طرح پھدکتا ہوا وہاں آ گیا جہاں شہزادی کے لیے کھانے کی میز لگی ہوئی تھی اور بادشاہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔وہاں پہنچ کر وہ شہزادی سے کہنے لگا۔

''ازراہ مہربانی مجھے اٹھا کے کرسی پر بٹھا دو! مجھے اپنی ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دو۔''

شہزادی نے اسے فرش سے اٹھا کر اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھایا ہی تھا کہ مینڈک بولا۔

''شہزادی! اپنی پلیٹ میرے قریب کر دو تا کہ میں بھی اس میں سے کھا سکوں۔''

شہزادی نے پلیٹ سرکا کے اس کے قریب کر دی اور اس نے جی بھر کے کھانا کھایا۔ جب اس کا پیٹ بھر گیا تو اس نے شہزادی سے کہا۔

''میں بہت تھکا ہوا ہوں مجھے اوپر کی منزل پر لے چلو اور اپنے بستر پر لٹا دو۔''

یہ سوچ کر شہزادی کو کراہت ہو رہی تھی کہ وہ مینڈک کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اوپر لے جائے اور اپنے بستر پر لٹائے مگر وہ مجبور تھی۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی مینڈک کو ہاتھ میں لیا اور لے جا کر اپنے بستر کے تکیے پر رکھ دیا۔ مینڈک واقعی بہت تھکا ہوا تھا جیسے ہی اس نے اسے تکیے پر رکھا وہ تھوڑی ہی دیر میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح جونہی دن کی روشنی پھیلی مینڈک جلدی سے اٹھا، چھلانگ لگا کر فرش پر آیا اور پھدکتا ہوا نچلی منزل پر چلا گیا اور پھر وہاں سے دروازے میں سے نکل کر باہر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر شہزادی نے سکھ کا سانس لیا اور اپنے آپ سے کہنے لگی۔

''خدا کا شکر ہے مینڈک چلا گیا آخر کار میری مصیبت ختم ہوگئی۔''

لیکن یہ اس کی غلط فہمی تھی جیسے ہی رات ہوئی اس نے پھر کھٹ کھٹ چھپ چھپ کی آواز سنی مینڈک پھر آ گیا تھا اس نے دروازے پر دستک دی اور کہا۔

''میری پیاری شہزادی، دروازہ کھولو''

دروازہ کھولو کہ سچا پیار آیا ہے۔

اور وہ الفاظ یاد کرو جو تم نے اور میں نے کہے تھے

ٹھنڈے چشمے کے کنارے، سرسبز جنگل کی چھاؤں میں

شہزادی نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو مینڈک پھدکتا ہوا اندر آ گیا۔ اس نے کل

رات کی طرح کھانا کھایا اور پھر شہزادی کے بستر پر سویا۔ صبح ہونے پر اسی طرح چھلانگ لگا کر مسہری سے اترا اور پھدکتا ہوا نچلی منزل پر آیا اور وہاں سے دروازے کے باہر چلا گیا۔

پھر۔۔۔۔۔۔تیسری رات بھی یہی کچھ ہوا۔۔۔۔۔مگر اگلی صبح جب شہزادی نیند سے بیدار ہوئی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں مینڈک کی بجائے ایک انتہائی خوبصورت نوجوان کھڑا اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں اس قدر خوبصورت تھیں کہ شہزادی نے آج تک کسی شخص کی اتنی حسین آنکھیں نہیں دیکھی تھیں نوجوان اس کی مسہری کے سرہانے کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

جونہی شہزادی نے ایک اجنبی نوجوان کو اپنے پاس کھڑے دیکھا وہ گھبرا سی گئی۔

''تم کون ہو۔۔۔۔۔اور یہاں کیوں آئے ہو۔۔۔۔؟''

اس نے سہمے سہمے لہجے میں پوچھا۔

''شہزادی! گھبراؤ نہیں۔۔۔۔تمہیں ابھی ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔''

نوجوان نے بڑی میٹھی آواز میں کہا اور پھر اس نے بتایا

''میں ایک شہزادہ ہوں ایک بد باطن پری نے مجھ پر جادو کر کے مجھے مینڈک کے روپ میں بدل دیا تھا مجھے اس وقت تک مینڈک ہی رہنا تھا جب تک کوئی شہزادی مجھے چشمے سے باہر نہ نکالتی۔ وہ مجھے اپنی پلیٹ میں سے کھانے کی اجازت نہ دیتی اور تین راتیں اپنے ساتھ اپنے بستر پر نہ سلاتی۔''

اتنا کہہ کر شہزادہ لمحہ بھر کے لیے رکا اور پھر شہزادی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''اور وہ شہزادی تم ہو۔۔۔۔۔تم نے اس ظالم پری کا جادو توڑ دیا ہے۔ اب میری صرف ایک تمنا ہے کہ تم میرے ساتھ میرے باپ کی سلطنت میں چلو جہاں میں تم سے شادی کروں گا۔ میں تم سے اس وقت تک پیار کرتا رہوں گا جب تک میری زندگی ہے۔''

شہزادی تو نوجوان کو پہلی نظر دیکھتے ہی دل دے بیٹھی تھی۔ اب جب اس نے شادی کا کہا تو اس نے خوشی سے ہاں کہہ دی اس کا ہاں کہنا تھا کہ اسی وقت ایک نہایت شاندار بگھی حاضر ہوگئی جس کے آگے آٹھ خوبصورت گھوڑے جتے ہوئے تھے بگھی آلوچے کے پھولوں سے آراستہ تھی اور اس کا سارا ساز و سامان سونے کا تھا۔ بگھی کی پچھلی طرف شہزادے کا وہ وفادار ملازم تھا جو شہزادے پر جادو ہونے کے دوران ایک طویل عرصہ تک غم میں روتا رہا تھا۔

شہزادی اور شہزادہ اسی وقت بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے رخصت لے کر آٹھ گھوڑوں والی بگھی میں سوار ہو گئے۔ پھر جب شہزادہ اپنے **ملک** پہنچا تو ایک عرصہ کے بعد اس کا بوڑھا باپ اسے دیکھ کر خوشی میں دیوانہ سا ہو گیا۔ ہر شخص شہزادے کی واپسی سے خوش نظر آ رہا تھا اس طرح شہزادے اور شہزادی کی شادی ہو گئی اور وہ برسوں تک ہنسی خوشی زندگی گزارتے رہے۔

☆☆☆☆☆☆

لینے کے دینے

(The Turnip)

پرانے زمانے میں کسی جگہ دو بھائی رہتے تھے جو پیشے کے لحاظ سے فوجی سپاہی تھے۔ کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ ان میں سے ایک وقت کے ساتھ ساتھ دولت مند ہو گیا لیکن دوسرے کی قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ نہایت غربت میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اس کے پاس زمین کا ایک ٹکڑا تھا مگر وہ اتنا بڑا نہیں تھا جس میں کھیتی باڑی کی جاسکتی یا اتنی فصل اگائی جاسکتی جو اس کی بسر اوقات کے لیے کافی ہوتی یہی وجہ تھی کہ وہ جوں توں کرکے زندگی گزار رہا تھا وہ اپنے دل میں سوچتا۔

''میرا بھائی بھی سپاہی ہے اور میں بھی۔۔۔۔ لیکن اس کے پاس اتنی دولت ہے اور میں دو وقت کی روٹی کے لیے محتاج ہوں۔۔۔۔!''

کبھی اسے یہ بھی خیال آتا کہ

''کیوں نہ فوج کی نوکری ترک کرکے کوئی اور کام شروع کر دوں۔ ہوسکتا ہے خدا میری بھی سن لے اور میرے دن بھی پھر جائیں۔۔۔۔۔۔؟''

یہی کچھ سوچ کر آخر ایک روز اس نے دل میں تہیہ کر لیا کہ۔۔۔۔۔۔

''خواہ کچھ بھی ہو، مجھے قسمت آزمائی کے لیے ہمت کرنی چاہیے۔۔۔ میں کب تک اس طرح غربت میں زندگی گزارتا ہوں گا۔''

وہ کئی روز تک دل ہی دل میں ارادے باندھتا اور توڑتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس نے اپنا سرخ فوجی کوٹ اتار کے ایک طرف پھینکا اور اس کے پاس زمین کا جو ایک ٹکڑا تھا اس میں کوئی فصل بونے کی کوششوں میں لگ گیا۔ اس نے بڑی محنت سے زمین کو ہموار کیا، پھر اس میں خوب ہل چلایا، پانی دیا اور اسے کاشت کاری کے لیے تیار کرلیا۔ اس طرح جب زمین بالکل تیار ہوگئی تو وہ سوچنے لگا۔

''مجھے کونسی فصل بونی چاہیے۔۔۔۔۔۔؟''

اس نے دو ایک واقف کاروں سے مشورہ کیا تو کسی نے کچھ رائے دی اور کسی نے کچھ بتایا مگر اسے ان کے مشورے پسند نہ آئے۔

''کیوں نہ میں کوئی اناج اگاؤں۔۔۔۔۔۔؟''

وہ اپنے آپ سے کہتا۔۔۔

''نہیں، مجھے سبزی ترکاری اگانی چاہیے۔۔۔۔؟''

وہ دو چار دن تک اسی طرح سوچتا رہا اور آخر کار اس نے پکا ارادہ کرلیا کہ شلجم بوئے گا صرف ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ کھیت میں شلجموں کے بیج بو کر فصل کی دیکھ بھال میں لگ گیا اور پودوں کے اگنے کا انتظار کرنے لگا۔

اس کی زمین زرخیز تھی، پھر اس میں پہلی بار کوئی فصل اگائی گئی تھی، اس لیے چند ہی روز بعد اس نے جو بیج بوئے تھے ان میں پھوٹا و شروع ہوگیا جنہیں دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہو رہا تھا۔ پھر جب شلجموں کے پتے بڑے ہوئے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک پودے کے پتے دوسرے پودوں کی نسبت بہت زیادہ بڑے تھے جو روز بروز

اور بھی بڑے ہوتے جا رہے تھے اس پودے میں ایک ہی شلجم لگا تھا جو آہستہ آہستہ کدو سے بھی بڑا ہو گیا۔ یوں لگتا تھا کہ اگر یہ اسی طرح بڑھتا رہا تو اسے اٹھانا کسی ایک آدمی کے بس کی بات نہ ہو گی۔ اس نے آج تک نہ تو اتنا بڑا شلجم دکھا تھا اور نہ اتنے شلجم کی توقع کی جاسکتی تھی یہ ایک غیر معمولی اور حیرت ناک بات تھی چنانچہ اس نے اسے شلجموں کا شہزادہ کا نام دیا تھا۔ ایک وہی نہیں بلکہ جو بھی اس کے حجم کو دیکھتا حیرت زدہ رہ جاتا۔ پھر جب یہ شلجم پوری طرح نشوونما پا گیا تو اتنا بڑا ہو گیا کہ اسے اٹھانے کے لیے ایک دو نہیں کئی آدمی درکار تھے اور لانے لے جانے کے لیے بیل گاڑی کی ضرورت تھی۔ وہ اتنا بڑا اور اس قدر وزنی تھا کہ گاڑی کھینچنے کے لیے دو بیلوں کا ہونا ضروری تھا۔ غریب آدمی یہ دیکھ دیکھ کر بہت خوش تھا کہ اس کے کھیت میں اتنا بڑا شلجم اگا ہے مگر دوسری جانب اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ۔۔۔۔۔

''میں اتنے بڑے شلجم کا کیا کروں گا۔۔۔۔؟ کہاں لے جاؤں گا۔۔۔۔۔؟''

اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی سوچتا

''آیا یہ خوش قسمتی کی دلیل ہے یا پھر میری بدبختی کی نشانی ہے۔۔۔۔؟''

اس طرح شروع شروع میں جو شلجم اس کی خوشی کا باعث بنا ہوا تھا اور جسے دیکھ دیکھ کر اس کی مسرت کا ٹھکانا نہ رہتا تھا، آہستہ آہستہ اس کی پریشانی کا سبب بن گیا۔

وہ ہر وقت اسی کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ ایک روز اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''میں اس غیر معمولی شلجم کو کیا کروں گا۔۔۔۔؟ اگر میں اسے فروخت کرتا ہوں تو اس کی بھی دوسرے شلجموں کی طرح قیمت ملے گی۔۔۔۔ ہو سکتا ہے، یہ پکانے

کے بعد یہ مختلف ذائقے کا ہو۔۔۔۔۔ہوسکتا ہے یہ عام شلجموں سے زیادہ لذیذ ہو مگر اس سے میری غربت تو ختم نہیں ہوسکتی۔۔۔۔۔!''

وہ کچھ دیر تک پریشانی کے عالم میں سوچتا رہا۔

''پھر میں اس کا کیا کروں۔۔۔۔۔؟ مصیبت کے خاتمے کے لیے شلجم بوئے تھے اور یہ الٹا میرے لئے نئی مصیبت بن گیا ہے۔۔۔۔؟''

وہ سوچتا اور بار بار اپنے آپ سے سوال کرتا۔ آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور وہ خوشی میں جیسے اچھل پڑا۔

''بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔یہی کرنا چاہیے!''

اس نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے خود کو داد دی اور کہنے لگا۔

''میرے لیے بہتر یہی ہوگا کہ میں یہ غیر معمولی شلجم بادشاہ کے دربار میں لے جاؤں اور اسے تحفے کے طور پر پیش کر دوں۔ بادشاہ نے یقیناً اتنا بڑا شلجم نہیں دیکھا ہوگا، اس لیے وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ اس کے بدلے میں مجھے دولت سے نواز دے۔''

اس نے یہ سوچتے ہی نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور جلدی سے اپنی گاڑی تیار کرنے لگا۔ جلدی جلدی بیل گاڑی کے آگے دو بیل جوتے اور چند پاس پڑوس کے آدمیوں کے مدد سے گاڑی پر شلجم کو لادا اور بیلوں کو ہانکتا ہوا بادشاہ کے دربار کی طرف چل دیا۔

جب وہ بادشاہ کے شاہی محلوں کے دروازے پر پہنچا تو اس نے دربانوں سے درخواست کی۔

''میں بادشاہ کے حضور پیش ہونا چاہتا ہوں؟''

دربانوں نے دیکھا کہ اس کی بیل گاڑی پر ایک بہت بڑا شلجم لدا ہوا تھا جسے دیکھ کر سب حیران ہو رہے تھے۔

''میں یہ شلجم بادشاہ کو تحفے میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔!''

اس نے دربانوں کو بتایا جو اسی وقت بادشاہ کے پاس گئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔

''حضور! ایک غریب آدمی حاضر ہونا چاہتا ہے اس کے پاس ایک اتنا بڑا شلجم ہے جو بیل گاڑی پر لدا ہوا ہے وہ یہ غیر معمولی شلجم حضور کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہے۔۔۔؟''

''اسے فوراً حاضر کیا جائے۔۔۔۔!''

بادشاہ نے اجازت دیتے ہوئے کہا اور اس کے کہنے کی دیر تھی کہ دربان اسے دربار میں لے آئے۔ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا شلجم تھا جسے کئی آدمی دھکیلتے ہوئے لا رہے تھے۔غریب آدمی نے بڑے ادب سے جھک کر بادشاہ کو آداب کیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔

''بادشاہ سلامت! میں ایک غریب آدمی ہوں میری زمین میں یہ عجیب وغریب شلجم اگا ہے۔اتنا بڑا شلجم اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں یہ شلجم حضور کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔۔۔۔!''

بادشاہ نے بھی خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات میں شلجم کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''واقعی ۔۔۔۔۔۔ یہ عجیب وغریب ہے!!''

وہ لمحہ بھر کے لیے شلجم کی طرف دیکھتا رہا اور پھر کہنے لگا

''میں نے اپنی زندگی میں بہت سی عجیب وغریب اور حیران کر دینے والی چیزیں دیکھی ہیں لیکن اتنا بڑا شلجم نہ کبھی دیکھا اور نہ اس کے بارے میں کبھی سنا ہے ۔۔۔ میرا خیال ہے، آپ لوگوں نے بھی کبھی اتنا بڑا اور عجیب وغریب شلجم نہیں دیکھا ہو گا ۔۔۔؟''

بادشاہ نے اتنا کہہ کر اپنے درباریوں کی طرف ایک نظر دیکھا۔

''حضور نے سچ ارشاد کیا ۔۔۔۔۔ ہم نے آج تک اتنا بڑا شلجم نہیں دیکھا۔''

تمام درباریوں نے دست بستہ جواب دیا ۔۔۔۔ اس پر بادشاہ نے غریب آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''تم نے اس شلجم کے لیے بیج کہاں سے حاصل کیا یا پھر یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تمہاری زمین میں یہ اگ آیا ہے ۔۔۔۔؟ اگر یہ بات ہے تو تم واقعی قسمت کے دھنی ہو۔''

''اوہ نہیں ۔۔۔ بادشاہ سلامت ایسا نہیں ہے''

وہ جلدی سے بول پڑا ۔۔۔۔ پھر عاجزی سے کہا

''حضور والا! میں قسمت کا دھنی نہیں ہوں میں تو ایک غریب سپاہی ہوں جس کے پاس اپنی گزر اوقات کے لیے بھی کافی پیسے نہیں ہیں ۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی تھوڑی سی زمین کو تیار کر کے اس میں سبزیاں لگائیں جن میں یہ بڑا شلجم

پیدا ہوا جو اس وقت آپ کے حضور پیش ہے۔''

اتنا کہہ کر وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر کہنے لگا۔

''میرا ایک بھائی ہے اور وہ بھی ایک سپاہی ہے مگر وہ امیر آدمی ہے۔ تمام لوگ اسے جانتے اور پہچانتے ہیں لیکن میں چونکہ غریب ہوں اس لیے میری طرف کوئی توجہ نہیں دیتا ہر شخص مجھے نظر انداز کر دیتا ہے۔''

جب وہ یہ باتیں کر رہا تھا اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو اس پر بڑا رحم آیا وہ کہنے لگا۔

''فکر مت کرو، اب تم غریب نہیں رہو گے۔۔۔ ہم تمہیں اتنی دولت دیں گے کہ تم اپنے بھائی سے بھی زیادہ امیر ہو جاؤ گے۔۔۔ اب تمہیں کوئی نظر انداز نہیں کرے گا۔''

بادشاہ نے اسے بہت سا مال و دولت دیا۔ بہت سی زمین بھی دی اور اس کے ساتھ مویشیوں کا گلہ بھی دیا تاکہ وہ اپنی زمین پر بڑے پیمانے پر کاشت کاری کر سکے۔ اس طرح اب وہ امیر ہو گیا تھا اور اس کے پاس بھائی سے بھی زیادہ دولت اور مال متاع ہو گیا تھا۔ اب وہ بھائی سے کہیں زیادہ امیر بن چکا تھا۔

دوسری طرف جب اس کے بھائی کو اس کا علم ہوا کہ کس طرح اس کی زمین میں ایک بہت بڑا شلجم اگا جو اس نے بادشاہ کو تحفے میں دیا اور اس کے بدلے میں اسے بہت سا مال و دولت اور زمین ملی ہے جس کی وجہ سے وہ اس سے بھی زیادہ امیر ہو گیا ہے تو وہ اپنے بھائی سے جلنے لگا دل ہی دل میں سوچنے لگا۔

''مجھے بھی کسی طرح بادشاہ کو خوش کرنا چاہیے تا کہ وہ مہربان ہو کر میرے بھائی کی طرح مجھے بھی مال و دولت سے نوازے''

اس کے ساتھ ہی وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

''میرا بھائی تو بیوقوف ہے، اس نے بادشاہ کو شلجم کا تحفہ دیا مگر میں اس سے زیادہ ہوشیاری اور عقلمندی سے تحفہ لے کر جاؤں گا اور اپنے بھائی سے کہیں زیادہ مال و دولت حاصل کروں گا۔''

اس کا خیال تھا کہ اگر وہ بادشاہ کی خدمت میں قیمتی تحفے پیش کرے گا تو بادشاہ اس کو زیادہ مال و دولت دے گا چنانچہ اس نے بیش قیمت ہیرے جواہرات اور چند اعلیٰ نسل کے گھوڑے لیے اور بادشاہ کے محل کی طرف چل دیا۔ جب وہ بادشاہ کی طرف جا رہا تھا تو اپنے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے خود سے کہہ رہا تھا۔

''میرے بھائی کو صرف ایک شلجم کے بدلے میں اتنی ساری دولت مل گئی لیکن میں تو بادشاہ کو بیش قیمت تحفے دوں گا اس لیے مجھے یقیناً زیادہ نوازا جائے گا۔''

یہی کچھ سوچتا ہوا وہ دربار میں پہنچ گیا اور دربانوں سے کہا

''میں بادشاہ کے حضور کچھ تحفے پیش کرنا چاہتا ہوں''

جونہی بادشاہ کو اطلاع دی گئی اس نے فوراً اسے اپنے حضور طلب کر لیا۔ اس نے دربار میں پہنچ کر فوراً وہ تمام تحائف پیش کر دیئے جو وہ اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ بادشاہ نے تحفے قبول کر لیے اور اس کے ساتھ بڑی مہربانی کا برتاؤ کیا عزت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا۔

''ہم تمہارے تحفوں کی بہت قدر کرتے ہیں اور بخوشی قبول کرتے ہیں۔''

جونہی بادشاہ نے یہ الفاظ کہے، وہ دل ہی دل میں خوش ہونے لگا کہ اب تو کام بن گیا، میری تمنا پوری ہونے والی ہے، میری تجویز کامیاب ہوگئی۔ ادھر تو وہ یہ سوچ رہا تھا اور دوسری جانب بادشاہ کسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا اس نے کہا۔

''ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہم تمہیں کیا عنایت کریں۔۔۔۔؟ ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں کوئی انتہائی غیر معمولی چیز دی جائے۔۔۔۔؟''

اس کے ساتھ ہی اس نے خدمت گاروں کو حکم دیا۔

''اس شخص کو وہ عجیب وغریب بڑا شلجم انعام میں دے دیا جائے جو چند روز پہلے ہمیں پیش کیا گیا تھا۔''

بادشاہ کے حکم کی دیر تھی کہ فوراً شاہی خادم آگے بڑھے اور اسے ساتھ لے کر دربار سے باہر لے آئے۔ اس نے بہتیری کوشش کی کہ بادشاہ سے کچھ کہے لیکن شاہی خادموں نے اسے بولنے نہ دیا اس کی فریاد کسی نے نہ سنی پھر یہ ہوا کہ اسے زبردستی وہ انتہائی بڑا شلجم دے دیا گیا جسے وہ مجبوراً بیل گاڑی پر لاد کے گھر لے آیا۔ وہ تو دولت کے لالچ میں گیا تھا مگر اس لالچ میں اس کی اپنی دولت بھی چلی گئی اور الٹی ایک نئی مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس پہاڑ جیسے شلجم کا کیا کرے۔۔۔۔؟ وہ تو اپنے آپ کو چالاک سمجھ رہا تھا لیکن اس کی چالاکی اور مکاری ہی اس کے لیے مصیبت کا سبب بن گئی تھی۔۔۔۔ اسے لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔

The End------------ختم شد